ازقلم شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر

ترجمہ حافظ عابد محمود قریشی

اہل بیت

ایک تحقیقی مطالعہ

ازقلم

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر

ترجمہ

حافظ عابد محمود قریشی

ادارۃ دعوۃ الاسلام مؤناتھ بھنجن یوپی
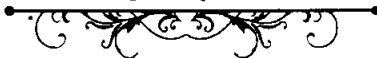
نام کتاب — اہل بیت ایک تحقیقی مطالعہ

ازقلم — شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ

ترجمہ — حافظ عابد محمود قریشی

طابع وناشر — ادارۃ دعوۃ الاسلام (مئوناتھ بھنجن یوپی)

سال اشاعت — مارچ ۲۰۱۵ء

تعداد اشاعت — ایک ہزار ایک سو

صفحات — 392

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الفہیم ریحان مارکیٹ، دھوبیا املی روڈ، صدر چوک مئوناتھ بھنجن

القرآن پبلیکیشنز سری نگر، زاہد مختار پبلیکیشنز سری نگر	مکتبہ دار السلام سری نگر، مکتبہ مسلم سری نگر، بیت القلم سری نگر
اسلام ورلڈ بنگلور ، کوہِ نور انٹر پرائزز اورنگ آباد	دکن ٹریڈرس مغل پورہ، حیدرآباد 040-24521777
عمری بک ڈپو، کرلا ممبئی 9819961879	مکتبہ الاحسان - مکتبہ دارین ندوۃ العلماء روڈ لکھنؤ
شمسی بک سینٹر، شمسی مالدہ - اسلام بک سینٹر، شمسی مالدہ	منور جمال مکتبہ معارف بھنڈی بازار ممبئی 9833845651
مکتبہ دار السلام اننت ناگ کشمیر ، مکتبہ الحرمین کولکاتا	مکتبہ نعیمیہ دیوبند - مکتبہ عکاظ محلہ بڑ ضیاء الحق - دیوبند
صدیقیہ بک ڈپو - بھنڈی بازار ممبئی 9769882781	فیضی بک ڈپو، ٹولی چوکی حیدرآباد، 8686474855
سلفی اسلامی بکس، ممبئی، 9220543191	ھدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس حیدرآباد 9849330850
محفوظ بک ڈپو مالیگاؤں، خیر بک ڈپو ڈمریا گنج	عبد اللہ بک ڈپو، مالیگاؤں، سٹی بک ڈپو، مالیگاؤں
مکتبہ السنۃ، گھگھوری محلہ، ممبئی 8097444448	اطفال بک ڈپو، مالیگاؤں، ہمالیہ بک ڈپو، اورنگ آباد
بیسٹ سیلر سری نگر، مکتبہ دار السلام اننت ناگ، کشمیر	دار الکتاب شولہ پور، پاکیزہ بک ہاؤس سبزی باغ پٹنہ

فہرست مضامین

باب اوّل

شیعہ اور اہل بیت

باب دوم

شیعہ، اور اہلِ بیت کی مخالفت

تیسرا باب

اہل بیت کی طرف منسوب شیعہ حضرات کے جھوٹ

باب چہارم

شیعہ اور توہین اہل بیت

مقدمہ

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ رب کریم کے لیے خاص ہے جس نے ہمیں ہدایت اسلام سے بہرہ ور فرمایا۔ اگر اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو یقیناً ہم ہدایت یافتہ نہ ہوسکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان گنت درود وسلام نازل فرمائے جو ہمیں انتہائی واضح اور روشن دین پر چھوڑ گئے، جس کی راتیں بھی روشن ہیں، جس پر چلنے والا سیدھے راستے سے قطعاً بھٹک نہیں سکتا اور اسے چھوڑنے والا کبھی ہدایت نہیں پاسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر مسلسل رحمتوں کا نزول فرمائے، جو ہدایت کے ستارے ہیں اور جنہوں نے پوری دنیا کو اپنی ضوفشانیوں سے منور کیا ہے، اور ان سے محبت کرنے والوں پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔

امابعد! میں نے آج سے نو سال قبل شیعہ عقائد کے متعلق ایک کتاب ''الشیعة والسنة'' لکھی، جس میں دلائل اور براہین کی بنیاد پر ان لوگوں کا جواب اور رد تھا جو اہل سنت کے متعلق انہی کے شہروں میں انہی کے ملکوں میں رہنے والے لوگوں سے غلط باتیں منسوب کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ آپس میں قربت کا نعرہ لگا کر اس طرح کہ ہم اہل سنت کو شیعہ اور شیعیت کے قریب کررہے ہیں۔ (آپس میں تعلق داری قائم کرنے کے لیے) حالانکہ وہ سراسر اپنے مذہب کے مطابق تقیہ کا استعمال کرتے ہیں جو لوگوں کو دھوکہ دہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جسے ڈھال بنا کر جھوٹ کا پرچار کیا جاتا ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے تصور سے کہیں زیادہ اس کتاب نے پذیرائی حاصل کی اور لوگوں کو فائدہ بہم پہنچایا۔ اندرون و بیرون ملک اپنوں اور بیگانوں سے داد حاصل کی۔ بلکہ اصحاب محمد ﷺ سے مخلص اور وفادار لوگوں کے ہاں ایک ثقہ حوالہ کا درجہ پا گئی اور ایسے

مومنوں کے دلوں کی تسکین کا ذریعہ بن گئی جو اس امت کے اسلاف کے پیروکار تھے، جن کے اکابرین نے اللہ کے جھنڈے کو آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچا دیا اور اللہ کے دشمنوں کہ جنہوں نے اپنے اپنے ملکوں میں سرکشی کا طوفان بپا کر رکھا تھا کی طاقت کو پاش پاش کر دیا۔
اس کتاب کے شائع ہونے سے اُمت مسلمہ کے ہر طبقے میں فرحت و انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اہل تشیع کی حقیقت سب کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ کیسے انہوں نے اپنے دوستوں اور ہم نواؤں کے ذریعے اہل بیت کی محبت کے پردہ میں اپنے جھوٹے شوشوں سے بہت سے دیندار لوگوں کو دھوکہ دے رکھا تھا۔ سب لوگ یہ جان گئے کہ یہ شیعہ حضرات اللہ کے اس دین کو اپنائے ہوئے نہیں ہیں جسے اللہ کے سچے پیغمبر محمد بن عبداللہ ﷺ لے کر آئے تھے۔ نیز یہ لوگ ہمارے اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے جو اب لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اللہ کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل پر جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے نازل کیا گیا۔ بلکہ ان کے تمام تر عقائد و اعتقادات ایسی چیزوں پر مبنی ہیں جن کا اسلام سے سرے سے ہی کوئی واسطہ نہیں۔

اس طرح لوگوں کو اس حقیقت کا بھی علم ہوگیا کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کس قدر گالیوں اور دشنام طرازیوں کے ساتھ اپنی مجالس میں کرتے ہیں اور ان کے بارے میں انتہائی کینہ و بغض اپنے دلوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ شاید یہ حقیقت لوگوں کے سامنے پہلی بار منظر عام پر آ رہی ہے جن کے حوالہ جات شیعہ کی انتہائی معتبر کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ اس حد تک کہ ہم نے ان کتابوں کے صفحہ نمبر، جلد نمبر اور مقام طبع تک کا ذکر کیا ہے، اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو اس بات کا بھی علم ہوگا کہ شیعہ حضرات اپنے ائمہ کے بارے میں جو عقیدہ اور تقیہ کرتے ہیں حقیقت میں وہ لوگ اپنے ائمہ کو انبیاء اور رسل سے بھی زیادہ اللہ وحدہ لاشریک کے قریب سمجھتے ہیں۔

اسی طرح ان کے ائمہ اور اہل بیت کی جانب سے اس قسم کے لوگوں کی مذمت ثابت کی ہے جس کو لوگ سمجھ گئے ہیں۔ اور اس بات سے بھی آگاہی حاصل کر چکے ہیں کہ یہ لوگ کس

قدر چالیں چل رہے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں۔ اور بظاہر اپنی دعوت میں یہ رنگ اور تاثر دے رہے ہیں کہ ہم تو اہل سنت سے اپنے آپ کو قریب کر رہے ہیں اور ان کو اپنے سے قریب کرنے کی ہماری کوشش ہے۔ (جبکہ حقیقت اس کے سراسر برعکس ہے)

اس کتاب نے شیعوں کی صفوں میں کھلبلی مچادی۔ چونکہ ان کی سازشوں سے پردہ ہٹ چکا ہے اور ان کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے بالکل صاف ہو گیا ہے، اس حد تک کہ ان کا ایک مصنف جس نے اس کتاب کا بے سود جواب دینے کی کوشش کی ہے، بے بس ہو کر بول اٹھا کہ کتاب ''الشیعة و السنة '' کے فلاں صفحہ کو اٹھا کر دیکھو اور اس مقام کو غور سے پڑھو تو میری بات کی صداقت واضح ہو جائے گی جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور تمہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ یہ آدمی شیعوں کے خلاف لوگوں کے جذبات ابھار رہا ہے۔'' اس حد تک اس نے کہا کہ'' مجھے اس سال عمرہ کرنے کا موقع ملا تو میں نے وہاں اس آدمی (احسان الٰہی ظہیر) کی باتوں کو وہاں کے اہل علم سے اس قدر زیادہ سنا جو پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ وہ اس آدمی کی باتوں کو اس طرح دہرا رہے تھے جس طرح ایک طوطا مسلسل اپنی باتوں کو دہراتا ہے، تو میں سمجھ گیا کہ یہ سراسر اس کتاب کا اثر ہے۔'' (الشیعة والسنة في المیزان ص : ۲۵، ۲۶ از ''س۔خ'' اس کتاب کا تفصیلی تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جائے گا)

اس طرح عراق کے کاظمی شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے ایک بہت بڑے شیعہ عالم نے مجھے خط لکھا جس کی تحریر سراسر میری ملامت پر مبنی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ'' میں نے بغداد میں جمعہ کے خطبہ میں دیکھا کہ میرے ایک بڑے محبت کرنے والے اور مخلص دوست نے حسب عادت میرا خطبہ سنا لیکن وہ نماز کی تکبیر سے پہلے چلا گیا۔ میرے پوچھنے پر کہ تم نماز سے قبل کیوں چلے گئے اس نے جواب دیا میں آپ کے پیچھے اپنی نماز ناجائز سمجھتا ہوں۔ میری حیرانگی میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے کہا کیا عجیب بات ہو گئی ہے اس نے فوراً جواب دیا کہ میں پاکستان کے ایک عالم کی لکھی ہوئی کتاب ''الشیعة و السنة'' کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ جس کے پڑھنے سے میں نے اپنے سابقہ عقائد کو بدلنے کا تہیہ کر لیا ہے، لیکن میری محبت آپ سے

اور آپ کی تقریر سے ہوتی ہے اس لیے میں آپ کا خطبہ سننے کے لیے آجاتا ہوں۔ البتہ نماز ادا نہیں کر سکتا۔''

اس عراقی عالم کے جواب میں، میں نے اسی دن یہ خط لکھا ''جناب س۔ خ! اگر میرا لکھا ہوا غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے تو آپ براہِ کرم صحیح چیز بیان کر کے اللہ کے ہاں اجر حاصل کریں۔ اور اگر میری وہ تحریر صحیح اور صداقت پر مبنی ہے تو آپ فوراً حق کی طرف رجوع کر لیں اور اس چیز کو پرے پھینک دیں جس کے اظہار کے لیے آپ دنیا میں خفت اور عار محسوس کر رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز آخرت میں سخت ترین عذاب کا موجب بنے گی۔

((وعند الله في ذالك الجزاء))

اور یقیناً حق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں اللہ کے ہاں آپ کے لیے بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

۱۹۸۰ء میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں میری ملاقات بعض اکابر شیعہ علماء سے ہوئی اور انہوں نے میری کتاب ''الشيعة والسنة'' کے متعلق مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان موجودہ حالات میں اور بالخصوص اس وقت اس کتاب کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ میں نے ان سے کہا: جی ہاں! آپ کو یہ بات کہنے کا حق ہے لیکن کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ جو کچھ میری اس کتاب میں ہے وہی کچھ آپ کی کتابوں میں نہیں ہے؟ بیک زباں ہو کر انہوں نے کہا بالکل سچ ہے جو کچھ آپ نے لکھا ہے اور جو کچھ ہماری کتابوں میں ہے ہم اسی طرح ہیں لیکن ان مسائل کو سامنے رکھ کر جذبات کو اس طرح ابھارنا مناسب نہیں ہے۔ تو میں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے؟ میں پھر ہمہ تن گوش ہو کر ان کی بات سننے کے لیے تیار ہو گیا۔ تو انہوں نے فرطِ مسرت اور خوشی سے کہا اس کتاب کو مکمل طور پر جلا دو اور آئندہ بالکل نہ چھاپو۔ میں نے جواباً کہا میں اس پر تیار ہوں، لیکن ایک شرط پر، انہوں نے فرطِ مسرت سے میری بات کی تہہ تک نہ پہنچتے ہوئے جواباً کہا ''ہم آپ کی تمام شرطیں قبول کرنے کو تیار ہیں۔'' میں نے کہا کہ اس کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے۔ اور وہ صرف ایک شرط ہے۔ انہوں نے فوراً کہا

بتائیں وہ کیا ہے؟ میں نے کہا آپ بھی ان تمام کتابوں کو نکال باہر کیجیے جن سے میں نے یہ جھوٹی اور بے ہودہ باتیں نقل کی ہیں۔ اور ان کو جلا کر راکھ کر دیجیے تاکہ اس کے بعد کوئی اختلاف باقی نہ رہ پائے اور نہ ہی کوئی آئندہ میرے بعد ان سے نقل کر پائے۔ اس طرح ہم ان جڑوں کو ہی کاٹ پھینکیں جن سے یہ بدبودار درخت پیدا ہوتے ہیں، تاکہ ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری'' انہوں نے تھوڑی دیر سوچا پھر کہا کہ آپ کو تو پتہ ہے کہ یہ چیزیں کتابوں کے صفحات پر بکھری پڑی ہیں۔ ہر آدمی ان کو نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن آپ نے ان تمام کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ جن سے آپ مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں! میں نے ان تمام عقائد کو یکجا کر کے ہر کس و ناکس کے لیے آسان تر بنا دیا ہے۔ اس سے قبل صرف مخصوص طبقے کے ہاں یہ چیزیں معروف تھیں، جبکہ دوسرے لوگ ان سے لاعلم اور غفلت کا شکار تھے۔

میں نے یہ کتاب اس لیے لکھی تاکہ طرفین کے سامنے دلائل اور حق بات واضح ہو جائے، کوئی کسی کو دھوکہ نہ دے سکے اور قربت پیدا ہو جائے۔ بلکہ قربت حقیقی پیدا ہو جائے اور یہ قرب دونوں اطراف سے ہو نہ کہ ایک طرف سے۔ جیسا کہ فضل بن عباس نے اپنے ان شعروں میں کہا:

لا تطمعوا ان تهينونا ونكرمكم
وان نكف الاذىٰ منكم وتؤذونا
اللّٰـه يعلـم انـا لا نحبكم
ولا نـلـومـكـم ان لا تـحبونـا

''تم قطعاً ہم سے یہ امید نہ کرو کہ ہم تمہاری عزت کرتے رہیں اور تم ہمیں رسوا کرتے رہو اور یہ کہ ہم تم سے تکلیف والا ہاتھ اٹھا رکھیں اور تم برابر تکلیفیں پہنچاتے رہو۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم تم سے محبت کرتے ہیں اور نہ تمہیں ملامت کرتے ہیں بشرطیکہ تم ہم سے محبت کرو۔''

رہی یہ بات کہ ہم تمہاری عزت کریں، تمہارے بڑوں کی اور تمہارے معزز لوگوں کی،

اس صورت میں کہ تم ہم سے نفرت کرو اور اس امت کے محسنین اور بزرگوں سے تم بغض کرتے چلے جاؤ، یقیناً میں تو ان کی عزت کو دوبالا اور ان کی پگڑی کو بلند کرتا چلا جاؤں گا اور ان کی باتوں کو واضح کرتا چلا جاؤں گا جنہوں نے اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرائے اور جنہوں نے ہمیشہ دین کی سربلندی کے لیے جہاد کیا۔ ہم تمہارے سامنے ہمیشہ سچی بات کریں اور خلوص کا ثبوت دیں لیکن تم ہمیشہ ''تقیہ'' ❶ کا استعمال کرتے ہوئے منافقت کا ثبوت دیتے رہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ ناممکن ہے۔ ہاں! البتہ اگر میری کتاب میں جو باتیں درج ہیں ان میں سے کوئی بات ایسی ہو جو تم میں یا تمہاری کتابوں میں موجود نہیں اور میں نے اس چیز کو تمہاری طرف منسوب کیا ہے تو میں اس کا مجرم ہوں۔ تم یا تمہارے علاوہ کوئی اور اس چیز کو ثابت کرسکتا ہے؟

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور میں اس کا شکر گزار اور ثناء خواں ہوں، اور میں کما حقہ اس کی شان اور عظمت بیان نہیں کرسکتا۔ عرب و عجم میں کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اتنی جرأت کرے اور آگے بڑھ کر میرے لکھے ہوئے کا جواب دے سکے اور جب کہ جناب ''س۔ خ'' بھی میری تردید میں لاچار اور بے بس ہوگئے تو انہوں نے بناوٹی رسائل اور جھوٹے خطوط کے انبار لگا دیئے جن کو ڈاک بھی اٹھانے کے لیے تیار نہیں اور نہ ہی عرب ممالک کا نوجوان طبقہ انہیں پڑھنے کے لیے تیار ہے۔ وہ جوان جن کے بارے میں کسی قدیم شاعر نے کہا تھا:

كتب القتل والقتال علينا

و على الغانيات جر الذيول

''لڑنا مرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے اور گلوکاروں پر صرف خوبصورت لباس پہننا۔''

ان رسائل کے بارے میں جو ''س۔ خ'' نے مجھے لکھے، عجیب و غریب بات ہوئی بلکہ اس کو لطیفہ ہی سمجھنا چاہیے، بقول ان کے یہ رسائل پاکستان بھیجے گئے لیکن وہ لبنان جا پہنچے!!!

---

❶ تقیہ جھوٹ کا دوسرا نام ہے جسے شیعہ قوم نے مستقل عقیدے کی حیثیت دے رکھی ہے۔ تفصیل کے لیے ''الشیعہ والسنہ'' از مصنف کا مطالعہ کریں۔ (حنیف)

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾(الاعراف : ١٧٩)

''ان کے دل تو ہیں مگر سمجھ سے عاری۔''

میں تو صرف ان سے یہی گزارش کرسکتا ہوں کہ جناب س۔ خ! صد افسوس آپ نے بلاوجہ اور بے سود جواب دینے کی کوشش کی ہے۔اور دوسرے بھی آپ ہی کی طرح ہوں گے۔ [1]

دع المکارم لا ترحل لبغیتها
واقعد فانك انت الطاعم الکاسی

''ان بلندیوں کو رہنے دو یہ چاہنے والے کے لیے خود نہیں آتیں۔اور تم بیٹھ جاؤ چونکہ تم انتہائی سست آرزو مند ہو۔''

بہر حال ہماری یہ کتاب "الشیعة والسنة" باوجود اپنے مختصر ہونے کے بہت زیادہ فائدہ مند اور دور رس نتائج کی حامل تھی جس کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اس حد تک کہ صرف چند سالوں میں لاکھوں نسخے میری اجازت کے بغیر شائع ہوکر لوگوں تک پہنچ گئے۔ یہ تو میری معلومات کی حد تک ہے اور حقیقی تعداد کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔اسی طرح فارسی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والی کتب کا تو اندازہ ہی نہیں ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:

اس کتاب کا مضمون بالکل مستقل ہے، جس سے میرا پہلا بنیادی مقصد شیعہ مذہب کا تعارف اور ان کے حقائق سے پردہ اٹھانا ہے اور ان کے پوشیدہ عقائد باطلہ کو واضح کرنا اور انہیں منظر عام پر لانا ہے۔ بالخصوص ان مسائل سے پردہ اٹھانا جن کو انہوں نے بگاڑ دیا ہے۔ اوران عقائد کو بھی منکشف کرنا مقصود ہے جن کو خود شیعہ حضرات نے بنایا اور ایجاد کیا ہے۔

ہم نے یہ بات محسوس کی ہے کہ شیعہ حضرات، بالخصوص ان کے عوام اپنے مذہب کی حقیقت اور اپنے اصلی عقائد سے نا آشنا ہیں۔ اور وہ اپنے مذہب کی حقیقت سے گہری جہالت اور لاعلمی میں ہیں۔انہوں نے تو ان عقائد کو صرف خانوادۂ رسول ﷺ کی محبت و

[1] اس کے علاوہ بھی جو کتب میرے رد میں لکھی گئی ہیں وہ بھی اس کتاب سے مختلف نہیں ہیں۔

عقیدت میں اپنایا ہے، حالانکہ وہ تو اہل بیت سے بھی نا آشنا ہیں۔ ان کے اکابر چاہتے ہی نہیں کہ عام لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کے اہل بیت کا پتہ چلے۔ انہوں نے اہل بیت سے نبی ﷺ کا گھرانہ مراد نہیں لیا بلکہ ان الفاظ کے پردے میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھرانہ لیتے ہیں، حتیٰ کہ اولاد علی رضی اللہ عنہ میں سے بھی تمام کو اہل بیت میں شامل نہیں کرتے، ان کی یہ زیادتی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو بھی پوری طرح شامل نہیں کرتے۔ بلکہ معدودے چند اشخاص کو جو ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ یہ حقیقت اس کتاب کے قاری کے سامنے آئندہ صفحات میں بالکل واضح ہو جائے گی۔

بنیادی طور پر پہلا مقصد جس کی وجہ سے ہم نے اس کتاب کو لکھا ان لوگوں کو حقیقت سے آشنا کرنا مقصود ہے جن کو دھوکہ دیا گیا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کے اعتقادات کی اصلیت اور حقیقت سے واقف ہو سکیں اور حق کی طرف پلٹ آئیں، اگر اللہ کی توفیق ان کا مقدر بن جائے۔ وہ یقیناً پہچان لیں گے کہ اہل بیت کون ہیں؟ حتیٰ کہ خانوادۂ علی رضی اللہ عنہ کے بھی تمام افراد اہل تشیع کی ان باتوں سے موافقت نہیں رکھتے بلکہ ان سے بیزار ہیں۔ بلکہ وہ لوگ ندی کا ایک کنارہ ہیں اور یہ دوسرا کنارہ۔ اور یہ سب کی سب باتیں ان لوگوں کی اپنی معتبر کتابوں کی اصل عبارات سے معلوم ہوتی ہیں۔ ان تمام حقائق کے باوجود ان کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار، ان کے ماننے والے، ان سے گہری عقیدت رکھنے والے اور محبت کرنے والے ہیں۔

اس طرح یہ کتاب اہل سنت کے ہاتھوں میں ایک ٹھوس دلیل اور روشنی کا مینار ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ماننے والے اور صحابہ کرام سے محبت کرنے والے، سلف صالحین کے پیروکار اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، اور انہی کے دستور پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ کے اس فرمان کو مانتے ہوئے (وہ لوگ جو نیکی میں ان کے نقش قدم پر چلے) اور اس فرمان الٰہی کے مصداق ''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی

ہوگئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کئے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

شیعہ حضرات نے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم سے شدید بغض رکھتے ہوئے اپنے ائمہ کی تعلیمات کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے، حالانکہ وہ ان اماموں کے بارے میں معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جن سے خطا اور غلطی کا تصور ناممکن ہے۔ اور یہ بات خود ان کی اپنی کتابوں سے ثابت ہے نہ کہ ان کے مخالفین کی کتابوں سے۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے ان تمام تعلقات اور روابط کو فراموش کردیا ہے جو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپس میں تھے۔ جیسے صدیق و فاروق سے، اور ذوالنورین و معاویہ رضی اللہ عنہم سے جو مومنوں کے ماموں ہیں، ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجل صحابہ کرام اور رفقائے کرام اور آپ کے وزراء، آپ کے مشیر حضرات، آپ کے مریدین، اللہ تعالیٰ ان تمام سے راضی ہو جن کا ذکر ان کتابوں میں محفوظ رہے۔

اس کتاب کا قاری اللہ کے فضل و کرم سے، جو مجھے شامل حال رہا ہے، کتاب ہذا کو بہت زیادہ ٹھوس اور یکتا پائے گا اور ایسے سچے دلائل اس کے سامنے ہوں گے جن سے عقل دنگ رہ جائے گی اور قدیم ترین کینہ و حسد کے بادل چھٹ جائیں گے۔ اس جہالت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا جو نسل در نسل اہل بیت کے نام اور ان کے حساب پر کھڑی کی جاتی رہی ہے۔ حالانکہ اہل بیت مخلص ترین لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور آپ کے صحابہ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے، ان سے شفقت سے پیش آنے والے تھے، رحم و کرم اور ان سے محبت بھرا انداز اپنانے والے تھے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے رشتے لینے اور دینے والے تھے۔

قاری اس چیز کو بھی محسوس کرے گا کہ ہم نے شیعہ کی انتہائی معتبر کتابوں سے ان اہم نکات کو باہر نکال کر رکھ دیا ہے جن کو انہوں نے بہت زیادہ چھپانے کی کوشش کی اور دبیز تہوں میں دبانے کی تگ و دو کی اور انہوں نے اپنی رسوائی کے ڈر سے عام لوگوں کی نظروں سے ان

کو چھپائے رکھا۔ ویسے اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں حق کو ثابت کرنے، باطل کو غلط قرار دینے، حقیقت کے چہرے کو عوام کے سامنے پیش کرنے اور سچ کی پیشانی سے زہریلے پسینے کو صاف کرنے میں نہ تو اپنی کسی کتاب کی ضرورت پیش آئی اور نہ ہی کسی روایت کی حتیٰ کہ ہمیں کسی تاریخی کتاب کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ صرف اور صرف شیعہ حضرات کی کتابوں اور روایات پر اکتفا کیا ہے۔ یہ محض ہم پر اللہ کے خاص انعام سے ہوا، تا کہ عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے لیے دندان شکن جواب اور ان کے خلاف ایک ٹھوس دلیل ثابت ہو کہ ان کے لیے اس سے فرار یا تاویل یا انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ ان چیزوں کی شہادت کے لیے ان کی اپنی کتابیں گواہ ہیں، ان کی روایتیں ان کے خلاف ماتم کناں ہیں۔ بالخصوص جب کہ اس دن ان کے اعمال کے بارے میں ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ، ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

ان کے امام بھی ان کے خلاف ہوں گے، یہ کہتے ہوئے کہ ان لوگوں نے ہماری زندگی میں ہماری مخالفت کی اور ہمارے مرنے کے بعد بھی ہمارے خلاف چلتے رہے۔ ان لوگوں نے واقعتاً اپنے فعل سے اپنے ائمہ کی مخالفت کا ثبوت پیش کر دیا اور مسلسل ان کی خلاف ورزی کرتے چلے جا رہے ہیں، ان کے احکام کے الٹ کام کرتے ہیں اور ان کی نہ کہی ہوئی باتوں کو کہتے ہیں اور ان لوگوں سے دشمنی کرتے ہیں جن سے ان کے ائمہ نے دوستی کی اور ان لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں جو ان کے ائمہ کے سسرال تھے۔ اور ان کے مشیروں اور وزیروں کو سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ خود اہل بیت کی اہانت، قدح و جرح اور ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور گستاخی کی اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ ان نفوس قدسیہ کو گالی گلوچ دینے سے ذرا نہیں چوکتے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جرأت کرتے ہوئے اللہ کے نبیوں، پیغمبروں اور سید البشر و خیر الخلق محمد عربی صلوٰۃ والسلام علیہم اجمعین پر بھی جو اللہ کی بہترین مخلوق ہیں زبان درازی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف ایسے جھوٹ بولے اور ایسے مسائل کی

نسبت کی جاتی ہے جن سے عقل ہل جائے اور فکر و شعور ختم ہو جاتا ہے۔ فطرت سلیمہ اور ذوق سلیم ان کے ماننے سے انکاری ہیں۔ ان تمام باتوں کا ثبوت ان کی ثقہ و معتبر کتابوں میں موجود ہے جنہیں انہوں نے خود شائع کیا ہے۔ ہم ان کے مصادر و مراجع ذکر کریں گے بلکہ صفحات، جلد اور مقام طبع حروف کی ترتیب سے نمبروار ذکر کریں گے۔

اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں یقین ہے کہ ہماری مذکورہ باتوں کو نہ کوئی جھٹلانے کی اور نہ ہی انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ اس کتاب سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچائے جیسے اس سے پہلے ہماری کتاب ''الشیعة والسنة'' سے فائدہ پہنچایا ہے۔ اس کتاب کو ان لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے جن کو وہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اس کتاب کو لکھ کر ہمارا خیال ہے کہ ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے جو وعدہ ہم نے اپنی پہلی کتاب میں کیا تھا کہ ہم اس کے بعد ایک دوسری کتاب پیش کریں گے، اس کتاب کو ہم اپنے قارئین کے سامنے اس امید پر پیش کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی قیمتی آراء سے نوازیں گے۔ آیا ان کو اس کتاب کے بعد کسی اور مختصر کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی ہے یا نہیں تا کہ وہ کتاب تیار کر کے انہیں پیش کر سکیں؟ یہ بات یاد رہے کہ ہم نے شیعہ حضرات کی کتب کے مطالعہ میں بعض اوقات اس چیز کو محسوس کیا ہے کہ ہمارے اوپر بھی بہت ساری چیزیں ان کی کتابوں میں پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دے گا جن سے ہم ان کی کتابوں میں مدفون مزید حقائق کو لوگوں کے سامنے لا سکیں گے۔ اللہ کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہے۔

آخر میں ہم یہ بات ذکر کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ اس نیک کام کے سلسلہ میں ہمارے ساتھ بہت سے بزرگوں اور بھائیوں نے ہر قسم کا تعاون کیا۔ اللہ کی توفیق اور پھر ان ساتھیوں کے تعاون سے جن کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ اس موضوع پر مسلسل لکھا جائے، خصوصاً موجودہ حالات کے پیش نظر لوگوں کا مطالبہ تھا کہ ہمیں شیعہ حضرات کے مذہب کی حقیقت، ان کے اصل عقائد اور ان کے موقف کا پتہ نہیں چل سکا ہے جو انہوں نے اس

امت کے سلف صالحین اور نیکو کاروں کے بارے میں اختیار کر رکھا ہے۔ خاص طور پر ان شیعہ مولفین اور مصنّفین کی دلچسپی کے بارے میں جو ہمیشہ اہل سنت اور ان کے عقائد کے رد میں، جن کا دار و مدار کتاب وسنت پر ہے، لکھتے رہتے ہیں۔ شیعہ کی کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آتی (جب کہ ان کی مطبوعات کی تعداد بہت زیادہ ہے) الا یہ کہ وہ ضرور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور ان سب سے بڑھ کر خصوصاً تینوں خلفائے راشدین، امہات المومنین پر جرح وقدح، لعن وطعن سے پر ہوتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ لعن وطعن صرف ان کے لیے ہی نہیں بلکہ ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔

اور صد افسوس ان تمام اہل سنت پر جو برادران یوسف (علیہ السلام) کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی تصانیف میں ان پاکباز ہستیوں کے خلاف شیعہ کی جھوٹی باتوں، اتہامات اور سازشوں کو جگہ دیتے ہیں، ان کے باطل عقائد کو تحفظ بخشتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سب سے بہترین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے نیکو کار اصحاب، ان کی پاکباز آل، اور ان کے پیروکاروں پر اپنی رحمتوں اور برکات کا نزول قیامت تک کے لیے جاری رکھے۔

واللہ حسبی وھو ولی التوفیق ونعم الوکیل.

احسان الٰہی ظہیر

ابتسام کاٹیج، لاہور

۱۶ جولائی ۱۹۸۲ء بمطابق ۸ شوال ۱۴۰۲ھ

مقدمہ طبعہ خامسہ

اس کتاب کو شائع کرتے وقت وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اسے اس قدر پذیرائی حاصل ہوگی کہ پریس سے نکلتے ہی اس کے تمام نسخے ایک ہی ماہ میں ختم ہو جائیں گے۔ اور بہت بڑی تعداد میں دوسرے ماہ کتاب کی اشاعت کے لیے مجبور ہونا پڑے گا۔ اسی طرح یہ بھی گمان نہ تھا کہ دوسرا مہینہ گزرنے بھی نہ پائے گا کہ ہمیں پھر بہت بڑی تعداد میں جو پہلی اور دوسری سے کہیں زیادہ تھی، کتاب شائع کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ چوتھی مرتبہ شائع کرنے کے بعد، اب ہم پانچویں مرتبہ اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں جب کہ پہلی طبع کو نو مہینے بھی نہیں گزرے۔ یہ سب اللہ کی ہی مہربانیاں ہیں جس نے اس کارخیر کی توفیق عنایت فرمائی۔ یہ کام جس کو ہم نہ کر سکتے تھے صرف اس کی رضا اور اس کے پیغمبر کے صحابہ کی محبت میں پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ پر سلامتیاں اور خوشنودیاں نازل ہوں۔ آمین

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ اس مدت کے دوران ہماری ایک اور کتاب شائع ہوکر بازار میں آ گئی جس کا تعلق بھی شیعہ سے تھا جس کا عنوان ''الشیعة والقرآن'' [1] ہے۔ اس کو بھی اللہ کے فضل سے وہی پذیرائی حاصل ہوئی جو سابقہ کتابوں کو ہوئی تھی۔ ہماری ایک اور کتاب اس دوران چھپی جس کا نام ''البریلویہ'' [2] ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تیری لامتناہی نعمتوں اور غیر محدود کرم پر تیری حمد وثنا کرتے ہیں۔ اے اللہ! تجھ سے اور زیادہ توفیق اور عمل کا سوال کرتے ہیں تا کہ تیرے دین کی شان کو

---

[1] عنقریب اس کا ترجمہ بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز (حنیف)

[2] نئے سرے سے اس کی تحقیق وتخریج کا کام مکمل کرنے کے بعد اس کا بھی جدید ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔ (حنیف)

بلند کر سکیں اور اس کی سرحدوں کا دفاع کر سکیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اپنے محبوب رسول ﷺ پر اور ہر اس شخص پر جو قیامت تک ان کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کے نقش قدم پر چلے۔

احسان الٰہی ظہیر

۲۴ ستمبر ۱۹۸۳ء

باب ِاوّل:

شیعہ اور اہل بیت

شیعہ سمجھتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے اہلِ بیت کے پیروکار اور اُن سے محبت کرنے والے ہیں۔ ان کا مذہب اہلِ بیت کے اقوال و افعال سے ماخوذ اور ان کی روایات و خیالات پر مبنی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس پر بحث کرنے اور یہ ثابت کرنے سے پہلے کہ یہ بات کہاں تک سچ اور کہاں تک جھوٹ ہے، اس باب میں یہ گفتگو کریں کہ اہلِ بیت کون تھے؟ تاکہ ہر پڑھنے والا بات کو پوری طرح سمجھ جائے اور ہر تحقیق کرنے والا پوری طرح جان جائے کہ اس لفظ سے کون لوگ مراد لیے جاتے ہیں؟ شیعہ کا معنیٰ و مفہوم کیا ہے اور لفظِ شیعہ بول کر کن کو مخاطب کیا جاتا ہے؟

اہل بیت کا مفہوم:

اہلِ بیت دو لفظوں ''اہل'' اور ''بیت'' سے مرکب ہے۔ صاحبِ قاموس نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر لفظ ''اہل'' کو کسی کام کی طرف منسوب کیا جائے اور کہا جائے ''اہل الامر'' تو اس کا معنیٰ ہوگا ''کام کرنے والے''، ''اہل کار۔'' اسی طرح ''اہلِ بیت'' کا معنیٰ ''گھر کے افراد'' یعنی ''اہلِ خانہ۔'' اور ''اہلِ مذہب'' کا معنیٰ اس مذہب کے پیروکار ہوگا۔ اگر ''اہل'' کی نسبت کسی مرد کی طرف کی جائے تو اس کا مطلب ''اس کی بیوی'' ہوگا۔ نبی ﷺ کی طرف اگر اس لفظ کو منسوب کیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا، آپ ﷺ کی بیویاں، بیٹیاں، داماد حضرت [1] علی رضی اللہ عنہ، ان کی بیویاں، اور وہ سب لوگ جو ان کی اولاد میں سے

[1] نہ جانے آپ ﷺ کے دوسرے دامادوں کو چھوڑ کر حضرت علی کی تخصیص کیسے کر لی گئی؟ حالانکہ حضرت عثمان ذی النورینؓ، جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نبی ﷺ کی دو بیٹیاں آئیں اور ابوالعاصؓ بن ربیع، جو حضرت زینبؓ کے شوہر اور امامہ کے والد ہیں۔ اگر یہ تخصیص اس وجہ سے ہے کہ آپؓ نبیؐ کے چچازاد بھائی تھے، تو کیا حضرت علیؓ اکیلے تھے۔ کیا جعفرؓ اور عقیلؓ آپ کے چچازاد بھائی نہیں تھے؟ اس کے علاوہ آپؐ کے سگے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب، اُن کے بیٹے اور دوسری اولاد بھی تو ہے۔ آخر اس کا کیا جواب ہے؟

ہیں۔ کسی نبی کے ساتھ لفظِ ''اہل'' لگایا جائے تو اس سے نبی کی امت مراد لی جائے گی۔'' [1]

اور اس آیت میں بھی یہی مفہوم مراد ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

((وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ))

ہر نبی کے اہل اس کی امت اور اس کی ملت کے لوگ ہوتے ہیں، جو نسب، دین، پیشہ، گھرانہ یا ملک وشہر کے اعتبار سے باہم منسلک ہوں۔ کسی شخص کے اہلِ بیت وہ افراد ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ ایک جگہ میں رہتے ہوں۔ پھر اس مفہوم میں وسعت پیدا ہوگئی۔ اور اس کا اطلاق ان سب پر ہونے لگا، جو نسب یا مندرجہ بالا باتوں میں مشترک ہوں۔

امام زبیدی مزید لکھتے ہیں کہ آل اللہ اور آل الرسول سے مراد ہے، اللہ اور اس کے رسول کے دوست اور مددگار۔ حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا واقعۂ فیل کے وقت کہا ہوا یہ شعر بھی اسی معنٰی میں ہے:

وانصر علٰی آل الصلیب وعابدیہ الیوم آلك

''یعنی اے اللہ! آج کے روز صلیب کے مددگاروں اور اس کی عبادت کرنے والوں کے خلاف اپنی آل یعنی اپنے مددگاروں کی نصرت فرما۔'' [2]

ابن منظور افریقی نے لکھا ہے: ''اہل المذہب'' کا مطلب ہے ''اس دین کے پیرو'' اور ''اہل الامر'' کا مطلب ہے ''ذمہ دار افراد'' اہل بیت النبی ﷺ سے مراد آپ کی بیویاں، بیٹیاں اور داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہر نبی کے اہل اس کی امت ہوتی ہے۔ ''اہل الرجل'' کا مطلب ہے ''اس آدمی کی بیوی۔'' کہا جاتا ہے: ''اَھَل یاھل اھلاوا ھولا '' یعنی ''شادی کرنا'' اسی طرح کسی کے شادی کرنے پر کہا جاتا ہے: ''اھل فلان امراۃ'' ''تاھل'' کا

---

[1] "القاموس" ص ۴۳۲ ج ۳، فصل الھمزہ والباء' باب اللام، مطبوعہ: البابی الحلبی مصر ۱۹۵۲ء.

[2] تاج العروس للزبیدی.

معنی شادی کرنا۔ دعائیہ کلمہ بھی اس باب میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ''آھلك اللّٰه في الجنة ایھالا'' یعنی ''اللہ تجھے جنت میں داخل کرے اور جنت میں تیری شادی کرے۔''

ایک حدیث میں ہے:

((ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اعطی الاهل حظین والعزب حظا))

''اھل'' وہ آدمی جس کی بیوی ہو۔ اور ''عزب'' وہ جس کی بیوی نہ ہو۔ ''آل اللّٰه ورسوله'' کا مطلب ''اللہ اور اس کے رسول کے دوست۔'' لفظ ''آل'' دراصل ''اھل'' تھا۔ دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا تو آلٌ بن گیا۔ ❶

جوہری نے کہا ہے کہ ''اھل فلان'' کا مطلب ہے: ''فلاں آدمی نے شادی کی۔'' ...... ابوزید کہتا ہے کہ ''أھلك اللّٰه في الجنة'' کا مطلب یہ ہے کہ ''اللہ تمہیں جنت میں داخل کرے اور وہاں تمہاری شادی کرے۔ ❷

زمخشری اپنی کتاب ''اساس البلاغۃ'' میں لکھتا ہے: ''تأھل'' کا معنی ہے: ''اس آدمی نے شادی کی، اور ''اھلك اللّٰه في الجنة'' کا معنی زمخشری نے بھی وہی بیان کیا ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔ ❸

اور ''تاھل'' کا معنی ''شادی کرنا'' ہے۔ اسی طرح ''اہل بیت'' گھر کے رہنے والے افراد، اور ''اہلِ اسلام'' کا معنی ''دین اسلام کے ماننے والے'' ہے۔ ❹

امام راغب اصفہانی کہتے ہیں: کسی آدمی کے اہل وہ جملہ افراد ہوتے ہیں جو نسب، دین، پیشہ یا گھرانے کے اعتبار سے ایک ہوں، یا ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں۔ دراصل

❶ لسان العرب۔ لابن المنظور افریقی، صفحہ ۲۸۔۳۰ جلد ۱۱ مطبوعۃ : دارصادر بیروت۔

❷ الصحاح للجوھری جلد ٤ صفحہ ١٦٢٩ مطبوعة دارالکتاب العربی، مصر۔

❸ اساس البلاغة صفحه ۱۱ مطبوعه مصر ۱۹۵۳ء۔

❹ "مقاییس اللغة" ابو الحسن احمد بن فارس زکریا جلد ۱ صفحه ۱۵۰ مطبوعه بیروت۔

آدمی کے اہل وہ افراد ہوتے ہیں جو ایک ہی جگہ رہتے ہوں لیکن پھر یہ لفظ ایک نسب سے متعلق سب افراد پر بولا جانے لگا۔ نبی کریم ﷺ کے پورے خاندان کے بارے میں مطلقاً یہ لفظ بولا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں اہل البیت کا لفظ استعمال کیا ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾

اس کے بعد امام راغب کہتے ہیں کہ ''اهل الرجل'' کا مطلب ''فلاں آدمی کی بیوی'' اور ''اهل الاسلام'' سے تمام مسلمان مراد ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ''تاهل'' کا معنیٰ ''شادی کرنا'' اور اسی سے یہ دعا بھی دی جاتی ہے ''اهلك الله في الجنة'' یعنی اللہ تمہاری جنت میں شادی کرے۔'' [1]

لفظِ آل کے متعلق کہتے ہیں: الآل، اَهْلٌ سے بنا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں، اس لفظ کو وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کوئی چیز کسی انسان کی ذات کے ساتھ خاص ہو۔ یا کسی شخص کے قریبی عزیز داروں یا اس کے پیروکاروں پر بولا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ ﴾

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

یہ بھی کہا گیا ہے ''آل النبی'' سے مراد آپ ﷺ کے عزیز و اقارب ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جنہوں نے براہِ راست آپ ﷺ سے علم حاصل کیا ہے، اس لیے کہ اہلِ دین دو طرح کے لوگ ہیں، ایک وہ جن کا علم و یقین پختہ اور عمل صحیح ہے، اور ایسے لوگوں کو نبی ﷺ کی آل اور امت کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو سن سنا کر یقین لائے اور ان کو امتِ محمد ﷺ کہا جاتا ہے، آل نہیں کہا جاتا۔ تو ہر آل کو امت کہا جا سکتا ہے لیکن ہر امت آل نہیں ہو سکتی۔

کہتے ہیں جناب جعفر صادق سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں، سب کے سب مسلمان

[1] المفردات فی غرائب القرآن ص ۲۸ مطبوعہ کراچی، پاکستان۔

نبی ﷺ کی آل ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹ بھی ہے اور سچ بھی۔ ان سے اس کی وضاحت پوچھی گئی تو آپ نے کہا کہ یہ بات جھوٹ کہتے ہیں کہ پوری کی پوری امت آپ ﷺ کی آل ہے۔ اور یہ اس وقت سچ بھی ہے جب وہ شریعت کے شرائط و احکامات پورے کریں۔ ❶

معاصر شیعہ مصنف محمد جواد مغنیہ کہتا ہے: لغت میں اہل البیت، گھر کے رہنے والوں کو کہا جاتا ہے۔ اور کسی آدمی کی آل، اس کے اہل ہی کو کہا جاتا ہے۔ البتہ آل کا لفظ کسی صاحبِ حیثیت آدمی کی اولاد پر بولا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک کی دو آیات میں اہل البیت کا لفظ آیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت ۷۳، جس میں ارشاد ہے:

﴿ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾

اور دوسری جگہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۳ میں، جہاں فرمایا:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ پہلی آیت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اہلِ بیت اور دوسری آیت میں حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے اہلِ بیت مراد ہیں۔ چونکہ قرآن نے اس لفظ کو حضور ﷺ کے اہلِ بیت کے لیے استعمال کیا، اس لیے مسلمان بھی آلِ بیت اور اہلِ بیت کا لفظ صرف محمد ﷺ کے اہل بیت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اور اب یہ لفظ اتنا معروف ہو چکا ہے کہ گویا حضور ﷺ کے اہلِ خانہ کا نام بن گیا ہے۔ اگر کوئی خاص قرینہ نہ ہو تو اہل بیت کے لفظ سے حضور ﷺ ہی کے اہل بیت سمجھے جاتے ہیں، جیسے کہ مدینہ (جس کے معنی شہر کے ہیں) اتنا معروف ہو چکا ہے کہ جب بھی بولا جاتا ہے، اس سے حضور ﷺ کا وہ شہر ''مدینہ'' ہی سمجھا جاتا ہے، جس کا پرانا نام ''یثرب'' ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد کے بارہ میں مسلمانوں کا اختلاف

❶ المفردات للراغب اصفهانی صفحه ۲۹۔۳۰۔

ہے۔ بعض ان کی تعداد اٹھارہ بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بیویوں کی تعداد گیارہ ہے۔ بہرصورت نبی کریم ﷺ نے سینتیس برس بیویوں کے ساتھ گزارے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیٹے اور بیٹیاں بھی عطا کیں۔ لیکن سب آپ ﷺ کی بیٹی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں انتقال کر گئے۔ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ علی بن ابی طالب، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین اہل آلِ بیت ہیں۔ ❶

ان تمام حوالہ جات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل البیت اصل میں صرف بیویوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پھر تجاوزاً اس لفظ کو اولاد اور عزیز و اقارب کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا۔ قرآنِ پاک سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے پاس جب اللہ کے فرشتے بیٹے کی بشارت لے کر آئے تو یہ لفظ صرف بیوی کے لیے ہی استعمال کیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ ﴾ ❷

اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اپنے فرشتوں کی زبان سے خاص حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زوجہ مطہرہ کے لیے استعمال فرمایا ہے۔

---

❶ "الشيعة فى الميزان" ص ٤٤٧ مطبوعه دارالشروط، بيروت.

❷ سورۂ ہود آیت ۷۱۔۷۳ "ابراہیم کی بیوی کھڑی ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ وہ ہائے ہائے کرنے لگی کہ میں جنوں گی؟ حالانکہ کہ میں بانجھ ہوں اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے، یہ بیشک عجیب امر ہے۔ فرشتوں نے کہا، تو خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہے؟ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بے شک وہ تعریفوں والا اور بزرگی والا ہے۔"

شیعہ علماء و مفسرین نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے۔ طبرسی [1] نے ''مجمع البیان'' [2] اور کاشانی نے ''منہج الصادقین [3] '' میں اگرچہ اس کی انتہائی غلط و بے بنیاد تاویل کی ہے، تاہم اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

یہی لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ﴾ (القصص : ٢٩)

''تو جب موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنی بیوی کو لے کر چل پڑے، موسیٰ نے طور کی جانب آگ محسوس کی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے، ٹھہرو میں نے آگ محسوس کی ہے۔''

اس آیت میں ''لاھلہ'' سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ مراد ہیں۔ اس مقام پر تمام شیعہ مفسرین متفق ہیں کہ ''الاھل'' سے مراد آپ علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ اس لیے کہ اس وقت آپ علیہ السلام کی بیوی کے سوا کوئی دوسرا آپ علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھا۔ طبرسی ''اہل موسیٰ'' کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''سورۂ نمل میں اللہ کے اس ارشاد: ''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖ'' سے مراد آپ علیہ السلام کی بیوی ہیں، جو حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔'' [4]

''وَسَارَ بِاَهْلِهٖ'' کی تفسیر میں بھی کہتا ہے کہ ''اہل کا مطلب آپ علیہ السلام کی بیوی

---

[1] طبرسی کا نام ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی ہے۔ اس کا شمار چھٹی صدی کے فاضل ترین شیعہ علماء میں کیا جاتا ہے۔ اس کی تفسیر پانچ جلدوں اور دس حصوں میں موجود ہے۔

[2] جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ ط، بیروت، احیاء التراث العربی۔

[3] جلد ۴ صفحہ ۴۹۳۔ تہران۔

[4] تفسیر مجمع البیان جلد ٤ صفحہ ٢١١، سورۃ النمل.

ہیں۔" ❶ قمی ❷ نے بھی اپنی تفسیر ❸ میں یہی کہا ہے۔

عروسی حویزی اپنی تفسیر "نور الثقلین" میں اور کاشانی تفسیر "منہج الصادقین" میں یہی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے شیعہ مفسرین نے یہی بیان کیا ہے۔

قرآنِ پاک میں سورۂ احزاب کی آیت (۳۳) میں بھی اہل البیت کا لفظ آیا ہے۔ "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔" یہاں بھی یہ لفظ خاص طور پر قصہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سیاق میں ارشاد ہوا ہے۔ "وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى .... الاٰية"، "اور جاہلیت اولیٰ کی طرح برہنہ نہ پھرنا۔" ❹

جو بھی ان آیات کو پڑھے، وہ بنظرِ اول ہی یہ بات پوری طرح جان سکتا ہے کہ یہ لفظ خاص نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ ابتداء آیت میں بھی اور سابقہ آیات میں بھی مخاطب صرف نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی ہیں۔ دوسری ملحقہ آیات میں بھی آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کا ذکر ہے۔

چنانچہ ابنِ ابی حاتم اور ابنِ عساکر عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے، اور ابن مردویہ سعید رضی اللہ عنہ ابن جبیر کی روایت سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" ❺

شوکانی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ، عطاء، کلبی، مقاتل، اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں مذکور اہل بیت سے نبی کریم ﷺ کی

❶ جلد ٤ صفحه ٢٥٠ سورة القصص.

❷ قمی کا پورا نام ابوالحسن علی بن ابراہیم القمی ہے۔ تیسری صدی ہجری کے شیعہ علماء میں ممتاز سمجھا جاتا ہے، ابتدائی شیعہ مفسرین کا امام ہے۔

❸ جلد ٢ ص ١٣٩ مطبوعه نجف ١٣٨٦هـ.

❹ سورۂ احزاب آیت ٣٣.

❺ دیکھیے، دائرہ معارف اسلامیہ، مستشرق A.S.THRITION کا اردو مقالہ ج ۳ ص ۵۷۶ ط لاہور پاکستان۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی مراد ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" سے معلوم ہوتا ہے کہ "البیت" سے نبی کریم ﷺ کا گھر، اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے رہنے کی جگہ مراد ہے۔ اور سیاقِ آیت "يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ" سے لے کر آخر آیت "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا" [1] تک ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کا ذکر چل رہا ہے۔

حدیث میں بھی یہ لفظ آیا ہے، حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں داخل ہوئے اور فرمایا: "السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: "وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاته۔" [2]

بیت النبی ﷺ کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ کا وہ گھر جہاں آپ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ رہتے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ اہل بیت النبی ﷺ سے اصلی اور حقیقی طور پر آپ ﷺ کی بیویاں مراد ہیں۔ لیکن اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے آپ ﷺ کی اولاد، آپ ﷺ کے چچا اور ان کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسنین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" تاکہ وہ اللہ کے اس ارشاد میں شامل ہو جائیں: "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ"۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بھی اس آیت میں شامل کرنے کے لیے اپنی چادر میں لیا۔

بعض روایات میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اہلِ بیت النبی ﷺ میں تمام بنی ہاشم داخل ہیں۔

---

[1] شوکانی کی تفسیر "فتح القدیر" جلد ٤ صفحه ٢٧٠۔ ط مصر، مصطفى البابي الحلبي ١٣٤٩ھ۔
[2] صحيح بخاری۔ كتاب التفسير۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے، وہ اس کے برعکس چلتے ہیں اور اہل بیت النبی ﷺ کو صرف ان چاروں علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تک محدود سمجھتے ہیں، اور ان کے علاوہ کسی کو اہل بیت نہیں سمجھتے۔ ایک اور دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ حسنین رضی اللہ عنہما کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باقی ساری اولاد کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، محمد بن حنفیہ، ابوبکر، عمر، عثمان، عباس، جعفر، عبداللہ، عبید اللہ، یحیٰی وغیرہ، بارہ بیٹے اور اٹھارہ یا انیس بیٹیاں (باختلافِ روایات) سب اہل بیت سے خارج ہیں۔ شیعہ، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہلِ بیت میں سے نکال دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ کی بیٹیوں، زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کو اہل بیت میں سے نہیں سمجھتے۔ یہ لطیفہ بھی خوب ہے، ایسا ہی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو بھی اہل بیت میں داخل نہیں سمجھتے۔ اسی پر بس نہیں، اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہر اس اولاد کو اہلِ بیت سے خارج کر دیتے ہیں جو ان کے بے بنیاد مسلک کی پیروی، اور ان کی من چاہی باتوں پر چلنے سے انکار کرتا ہو۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بہت سے افراد پر انہوں نے جھوٹا، فاسق و فاجر اور کافر و مرتد ہونے کے فتوے لگائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائیوں، پھوپھیوں اور ان کی اولاد کو گالیاں دی جاتیں اور کافر تک کہا ہے، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو طالب کی دوسری اولاد کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا ہے۔

یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ شیعہ حضرات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کے تین بیٹوں، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن اور ان کی اولاد کو بھی اہلِ بیت میں شامل نہیں سمجھتے۔ ہم نہیں سمجھ پائے کہ یہ کیسی تقسیم ہے اور کیونکر یہ تقسیم کی گئی ہے۔ کس بنیاد پر وہ ایسا کہتے ہیں؟

زیادہ ٹھیک اور واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ حضرات کے ہاں اہلِ بیت کا

تصور...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آدھی شخصیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آدھی شخصیت، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی آدھی شخصیت، حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر حسن عسکری تک نو اماموں اور دسویں خیالی وموہوم امام، جو نہ پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا...... سے قائم ہے۔

یہ مفہوم ہے شیعہ کے نزدیک اہل بیت کا۔ اگر ہم اس بحث کو مزید پھیلانا چاہیں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ ہم صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں جو بات اور مسئلہ سمجھنے میں کافی ہو۔

لفظ ''شیعہ'' کے بارے میں مشہور دان زبیدی کہتا ہے: ''ہر وہ گروہ جو کسی ایک چیز پر متفق ہو جائے، اسے شیعہ کہا جائے گا۔ جو بھی کسی دوسرے آدمی کی مدد کرے یا اس کے گروہ میں شامل ہو جائے، اسے کہا جائے گا ''شیعة له''۔ ''شیعہ مشایعۃ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی اطاعت گزاری اور اتباع کرنے کے ہیں۔'' [1]

مشہور عربی دان ابنِ منظور افریقی لکھتا ہے: ''شیعہ، لوگوں کے اس گروہ کو کہا جاتا ہے، جو کسی ایک چیز پر اتفاق رکھتے ہوں لیکن اب زیادہ تر ان کے بارے میں بولا جانے لگا ہے جو علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہلِ بیت کے پیروکار ہیں۔'' [2]

مشہور شیعہ امام، نوبختی [3] ''فرق الشیعة'' میں لکھتا ہے کہ ''شیعہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے شیعہ علی کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے قائل ہیں۔ شیعہ تین فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایک فرقہ کہتا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ امام ہیں، ان کی اطاعت فرض ہے...... اور ان کے بعد بھی امامت کا سلسلہ جاری ہے۔'' ایک فرقہ کہتا ہے کہ: ''علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اور حق دار تھے'' ...... دونوں فرقے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

---

[1] تاج العروس جلد ٥ صفحه ٤٠٥.

[2] لسان العرب، جلد ٨ صفحه ١٨٨۔

[3] نوبختی کا پورا نام ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی ہے۔ اس کا شمار تیسری صدی ہجری کے بڑے اور معتمد شیعہ علماء میں ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے خود اقتدار ان کے سپرد کیا تھا اور اس بات پر خوش تھے۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر نہیں، بلکہ خوش دلی سے دونوں کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔'' ❶

مشہور شیعہ مصنف محسن امین اپنی کتاب میں از ہری سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''شیعہ اس گروہ کا نام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو بہت عزیز رکھتا اور ان کی پیروی کرتا ہے۔'' ❷

اس کے بعد تاج الدین الحسینی کی عبارت نقل کرتا ہے کہ ''شیعة الرجل ، کسی آدمی کے پیروکاروں اور معاونین کو کہا جاتا ہے، عربی میں کہا جاتا ہے: شـــايعة ، اس کا معنیٰ ہے، اس نے اس کی پیروی کی، اور مشایع کا مطلب ہے پیروی کرنے والا اور دراصل شیعہ اپنے اماموں کے معاونین و متبعین تھے، انہیں شیعہ کے نام سے اسی لیے پکارا جاتا ہے کہ جب خلافت بنو ہاشم سے بنو امیہ کے پاس چلی گئی اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے معاویہ بن صخر نے اقتدار لے لیا اور یکے بعد دیگرے بنو امیہ میں سے خلیفہ بنتے چلے گئے...... اس وقت مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد، جن میں مہاجر بھی تھے اور انصار بھی، بنو امیہ سے بد دل ہو کر بنو ہاشم کو پسند کرنے لگے۔ اس وقت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد موجود تھی۔ یہ ان سے جا ملے۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ بنو ہاشم بنو امیہ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے بنو ہاشم کی مدد کی اور ان کا ساتھ دیا۔ ان کے معاونین و متبعین بنے۔ اسی وجہ سے انہیں شیعہِ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جانے لگا۔ اس وقت تک بنو علی اور بنو عباس کے درمیان فکر و مذہب کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جب بنو عباس کا دورِ حکومت آیا اور عباسی درندوں نے بنو امیہ سے اقتدار چھین لیا تو شیطان نے ان میں پھوٹ ڈال دی اور بنو عباس اولادِ علی پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ اس وقت ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا جو بنو عباس کی حرکتوں کو سخت ناپسند کرتا تھا اور اولادِ علی کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ یہ لوگ اولادِ علی کو خلافت کے زیادہ اہل اور حق دار سمجھتے

---

❶ "فرق الشيعة" ابو محمد حسن بن موسىٰ نوبختي صفحه ٣٩ تا ٤٢، مطبع الحيدريه ١٩٥٩م.

❷ "اعيان الشيعة" جلد ١ صفحه ١١، بحث اوّل: طبع: بيروت ١٩٦٠ء۔

تھے۔ اس وقت سے اس کا نام شیعہ ہو گیا۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں امامیہ کی امامت کا سلسلہ قائم مہدی محمد بن حسن تک برقرار ہے۔ یہ اپنے اکابر کی طرح علی اور عباس کی اولاد کے پیروکار نہیں۔" ❶

ایک دوسرا معاصر شیعہ کہتا ہے: "شیعہ اپنے اصلی اور لغوی معنیٰ کے اعتبار سے کسی آدمی کے متبعین اور معاونین کو کہا جاتا ہے، لیکن زیادہ تر یہ لفظ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہلِ بیت کے پیروکار حضرات پر بولا جاتا ہے۔" ❷

ہم بتا چکے ہیں کہ شیعہ تمام اہلِ بیت کو چھوڑ کر، صرف چند آدمیوں کو اہلِ بیت سمجھتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں، بلکہ اہلِ بیت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی اصلی تعلیمات آگے بیان کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز

مشہور مصنف مغنیہ کہتا ہے: "شیعہ وہ ہیں جو علی رضی اللہ عنہ سے ان کے متبعین سے، ان سے، محبت کرنے والوں اور ان کے ماننے والوں سے محبت کریں۔" ❸

شیعہ مصنف محمد حسین آل کاشف الغطاء لکھتا ہے: "یہ لفظ (یعنی شیعہ) علی رضی اللہ عنہ اور اولادِ علی ❹ کے متبعین پر، اور ان کے ماننے والوں پر اس کثرت سے بولا جانے لگا کہ ان کا

---

❶ "اعیان الشیعة" صفحہ ۱۳، ۱۴ منقول از کتاب "غایة الاختصار فی اخبار البیوتات العلمیة المحفوظة من الغبار".

❷ سید امیر محمد کاظمی کی کتاب "الشیعہ فی عقائدهم و احکامهم" صفحہ ۱۶ طبع بیروت۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر علی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ فرق نمایاں ہے!

❸ "الشیعة فی المیزان" صفحہ ۱۷، ۱۹.

❹ اس قول اور سید محسن امین کے نقل کردہ ازہری کے قول میں صریح تضاد ہے۔ محسن امین نے لکھا ہے کہ "شیعہ وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو بہت عزیز رکھتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں" بڑی حیرت کی بات ہے کہ شیعہ نے خود اپنی کتابوں میں لفظِ شیعہ کے متضاد معنیٰ بیان کیے ہیں اور مصنفین شیعہ میں سے کسی نے بھی تشیع کے واضح، صاف صاف، اور جامع مانع، معنیٰ بیان نہیں کیے۔ سب اپنے اپنے مطلب کی کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ بات ہمارے موضوع سے غیر متعلقہ نہ ہوتی تو ہم شیعہ کی اپنی کتب سے عجیب و غریب متضاد و متناقض باتیں نقل کرتے۔

نام ہی شیعہ پڑ گیا۔''❶

یہ گروہ متبعین علی رضی اللہ عنہ اور اولادِ علی رضی اللہ عنہ کی مدح وتعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے تمام حدوں سے گزر گیا، اس پر انہوں نے اپنے دین و مذہب کی بنیاد رکھی اور یہی ان کا مستقل دین ہو گیا۔ ایک ایسا دین، جو اس دین سے یکسر بے تعلق اور الگ ہے، جو سچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ موضوع احادیث گھڑ لیں اور کہنے لگے: ''دین صرف علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں، ان کی اولاد اور ان سے محبت کرنے والوں کا ہے۔'' جتلاتے پھرتے ہیں کہ ہمیں ان سے بڑا تعلق اور محبت ہے۔ ان کے لیے بڑا احترام کرتے اور ان کے فرمانبردار ہیں۔ ان کی طرف جھوٹی نسبتیں کرتے ہیں۔ اپنی کتاب ❷ ''الکافی'' میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

> ''برید بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں منٰی میں فسطاط کے مقام پر ابو جعفر علیہ السلام کے پاس موجود تھا، انہوں نے کٹی ہوئی ٹانگوں والے زیاد الاسود کو دیکھا۔ اس پر ترس آیا تو اس سے پوچھا: ''تمہاری ٹانگوں کو کیا ہوا؟'' اس نے جواب دیا: ''میں اپنے اونٹ سے گر پڑا تھا'' تو حضرت ابو جعفر نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اسی دوران زیاد نے کہا کہ ''مجھے اپنے گناہوں پر بعض اوقات بہت ندامت ہوتی ہے، حتیٰ کہ مجھے خیال گزرتا ہے کہ میں تباہ و برباد ہو چکا ہوں لیکن جب میں سوچتا ہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے تو میری ندامت ختم ہو جاتی ہے۔'' تو ابو جعفر علیہ السلام نے کہا: ''دین محبت ہی کا نام ہے......'' ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا لیکن نمازیوں سے محبت کرتا ہوں۔ خود روزہ نہیں رکھتا لیکن روزہ داروں سے محبت کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے، اور

---

❶ ''اصل الشیعۃ واصولھا'' مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء۔

❷ کتاب الکافی از کلینی۔ شیعہ کی اہم ترین حدیث کی کتاب ہے۔ ان کی صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے۔ شیعہ کے نزدیک یہ کتاب اسی پائے کی ہے جو اہل سنت کے نزدیک صحیح بخاری کا درجہ ہے۔

تجھے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا۔'' اس کے بعد (ابوجعفر) نے کہا: ''تم کیا چاہتے ہو، اگر آسمان سے کوئی مصیبت نازل ہو تو ہر قوم اپنی اپنی پناہ گاہوں کی جانب لپکے گی اور ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے ہاں پناہ لیں گے اور تم ہمارے ہاں پناہ لو گے۔'' ❶

اسی طرح کی ایک روایت شیعہ کی مشہور کتاب ''الاصول من الکافی'' میں بھی موجود ہے: ''شیعہ کے پانچویں امام حضرت جعفر نے کہا: ہماری محبت ایمان ہے اور ہم سے بغض کفر ہے۔'' ❷

ایک اور روایت میں ہے ''جو بھی ہم سے محبت کرے اور ہماری پیروی کرے، اللہ اس کا دل پاک کر دیتا ہے، اور اللہ اس وقت تک کسی آدمی کا دل پاک نہیں کرتا، جب تک کہ وہ ہمارا فرمانبردار نہ بن جائے اور تابع نہ ہو جائے۔ اگر اس نے ہماری اطاعت قبول کر لی تو اللہ اسے سخت حساب سے بچالے گا اور سخت ڈروالے (قیامت کے) دن اس کی حفاظت کرے گا۔'' ❸

کافی میں ایک اور روایت منقول ہے، جس کے متعلق ان کے امام غائب کا کہنا ہے کہ ''یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لیے کافی ہے۔'' ❹

اس کافی میں وہ ابوحمزہ سے نقل کرتے ہیں کہ ''اس نے کہا، مجھ سے ابوجعفر علیہ السلام نے کہا: اللہ کی عبادت وہی کرتا ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے جو اللہ کی معرفت نہیں رکھتا وہ بے خبری و گمراہی میں عبادت کرتا رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی معرفت کا کیا مطلب ہے؟ ابوجعفر نے کہا: اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی آل اور علی رضی اللہ عنہ کے

❶ ''کتاب الروضة من الکافی'' تصنیف ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۱۹ ھ، باب وصیة النبی لامیرالمومنین جلد ۸ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تهران۔

❷ الاصول من الکافی کتاب الحجة جلد ۱ ص ۱۸۸۔

❸ الاصول من الکافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۴۔

❹ منتهی الآمال صفحہ ۲۹۸، صافی جلد ۱ صفحہ ٤، مستدرك الوسائل جلد ۳ صفحہ ۵۳۲، ۵۳۳ منقول از معاشر الاصول صفحہ ۳۱، نهایة الدرایه صفحہ ۲۱۹، روضات الجنات صفحہ ۵۳۳۔

متبعین کی تصدیق کرنا اور ان کی پیروی و اقتدا کرنا۔ ائمہ علیہ السلام کی پیروی کرنا اور اللہ کے دشمنوں سے اللہ کو پاک سمجھنا، اس طرح اللہ کی معرفت حاصل کی جاتی ہے۔" ❶

ان کے ائمہ کا بھی ان کے نزدیک جو مقام و منصب ہے، وہ نبوت و رسالت سے کسی طرح کم نہیں۔ چنانچہ ایران کے موجودہ حکمران خمینی اپنی کتاب "ولاية الفقيه او الحكومة الاسلامية" میں کہتے ہیں: "یہ بات بھی ہمارے مذہب کے لوازمات میں سے ہے کہ ائمہ کو ان روحانی و معنوی مقامات پر فائز سمجھیں جن پر کوئی مقرب فرشتہ، نبی اور رسول بھی فائز نہیں ہوتا۔ ہماری روایات میں بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کے وجود پذیر ہونے سے پہلے ائمہ عرشِ خداوندی کے سائے تلے نور کی شکل میں موجود تھے۔ اور ائمہ نے کہا ہے کہ ہماری خدا کے ساتھ کچھ ایسی حالتیں ہیں، جن تک نہ کسی فرشتے کی پہنچ ہے، اور نہ کسی نبی و رسول کی۔ یہ وہ اساسی اور بنیادی اعتقادات ہیں، جن پر ہمارا مذہب قائم ہے۔" ❷

جنابِ خمینی کی یہ بات نئی یا حیران کن نہیں بلکہ پوری شیعہ قوم کا اپنے ائمہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ ابنِ بابویہ قمی، جس کا لقب صدوق ہے، اپنی کتاب (جو ان کی صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے) میں اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور روایت نقل کرتا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک دن سوال کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا یہ حال ہے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔ اور آپ کے بعد جو وصی پیدا ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش و متفکر کھڑے رہے اور پھر فرمایا: "اے جابر تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے۔ اور اس کا متحمل وہی ہوسکتا ہے، جسے بہت زیادہ رحمت سے نوازا گیا ہو۔ یقیناً انبیاء اور اوصیاء عظمتِ خداوندی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں، خدا انہیں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں ودیعت کرتا ہے، ان کی حفاظت خدا کے فرشتے کرتے ہیں، ان

❶ الاصول من الكافي جلد ١ صفحه ١٨٠ كتاب الحجة باب معرفة الامام و الرد عليه.

❷ اصل کتاب فارسی میں ہے، جس کا نام "ولایتِ فقیہ در خصوص حکومتِ اسلامی" ہے۔ امام خمینی کے نائب نے مرتب کی ہے۔

کی پرورش خدا کی حکمت سے کی جاتی ہے، علمِ خداوندی کی غذا دی جاتی ہے۔ ان کی پوری تعریف نہیں کی جاسکتی، ان کے احوال تم نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ وہ زمین پر خدا کے ستارے ہیں، کائنات میں اس کی نشانیاں ہیں۔ اس کے بندوں پر حکمران ہیں، ان کے نور سے شہر روشن ہیں، اس کی مخلوق پر حجت ہیں۔ اے جابر! یہ مخفی علم وخزینہ ہے، اسے اس کے اہل کے سوا سب سے پوشیدہ رکھنا۔'' ❶

شیعہ مصنف کلینی لکھتا ہے کہ ''منصبِ امامت ونبوت، رسالت اور خلت سے بھی بالاتر ہے۔'' اپنے چھٹے امام جعفر بن محمد باقر کی طرف جھوٹی نسبت کر کے یہ روایت بیان کی کہ ''خدا نے ابراہیم کو پہلے عبد بنایا پھر نبی بنایا، پہلے نبی بنایا، پھر رسول بنایا، پہلے رسول بنایا، پھر خلیل بنایا، اور پہلے خلیل بنایا تب امام بنایا۔'' ❷

مشہور شیعہ محدث حر عاملی ❸ نے اپنی کتاب میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے ''بارہ امام انبیاء، اوصیاء اور فرشتوں وغیرہ تمام مخلوقات سے افضل ہیں، اور انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں۔'' اس باب میں اس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ جعفر نے کہا: خدا نے اولو العزم رسول پیدا کیے اور انہیں علم کی فضیلت بخشی، ہمیں ان کے علم کا وارث بنایا اور ان پر علم میں برتری دی۔ رسول اللہ ﷺ کو وہ علم دیا گیا جو ان کو نہیں دیا گیا تھا، اور ہمیں ان کا علم بھی دیا گیا ہے۔'' ❹

کلینی ابو عبداللہ سے ایک اور روایت بیان کرتا ہے: ''جو علی علیہ السلام لے کر آئے ہیں،

---

❶ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ٤ صفحہ ٤١٤ و ٤١٥، باب النوادر فی احوال الانبیاء والاوصیاء فی الولادۃ.

❷ کتاب ''الحجۃ من الاصول'' جلد ١ صفحہ ١٧٥۔ ایسی ہی روایت اپنے والد سے بھی کی ہے۔

❸ حر عاملی کا نام محمد بن حسن مشغری، عاملی ہے۔ ۱۰۳۲ھ میں، جبل العامل کی ایک بستی مشغر میں پیدا ہوا۔ شیعوں کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے، متعدد کتب کا مصنف ہے۔ ان میں سے ایک کتاب وہ ہے، جس کا حوالہ دیا گیا۔ اور ایک ''وسائل الشیعہ الی التحصیل مسائل الشریعۃ'' ہے جس میں اس نے احکامِ شرعیہ سے متعلق شیعہ حضرات کی حدیثیں ستر کتابوں سے نقل کی ہیں، جو زیادہ مشہور ہیں۔ رمضان ۱۱۰۴ھ میں خراسان کے مقام پر فوت ہوا۔

❹ ''الفصول المہمۃ'' فی معرفۃ الائمۃ از حر عاملی صفحہ ١٥٢۔

اسے اپنا لو۔ اور جس سے انہوں نے منع کیا ہے، رک جاؤ۔ ان (علی) کو ایسی فضیلت دی گئی ہے، جیسی فضیلت محمد ﷺ کو دی گئی ہے۔ اور محمد ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ علی کے احکامات میں سے کسی چیز پر بھی نکتہ چینی کرنا ایسا ہے، گویا اللہ اور اس کے رسول پر نکتہ چینی کرنا۔ ان کی کسی چھوٹی یا بڑی بات کو رد کرنا خدا کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام ایک ایسا دروازہ ہیں کہ اسی سے گزر کر نبی کے پاس پہنچا جا سکتا ہے۔ جو ان کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلا، ہلاک ہوا۔ اسی طرح ایک کے بعد دوسرے آنے والے تمام انبیاء کو فضیلت دی گئی ہے۔ خدا نے انہیں زمین کے ستون بنایا ہے، جس پر اہل زمین بستے ہیں۔ وہ زمین کے اوپر اور پاتال کے نیچے خدا کی حجت ہیں۔ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ اکثر کہا کرتے تھے، میں جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں فاروق اکبر ہوں اور میں ہی صاحبِ عصا (حضرت موسیٰ کا لقب) اور میں ہی صاحبِ میسم ہوں۔ [1] میرے بارے میں تمام فرشتوں، جبرائیل اور تمام رسولوں نے وہی اقرار کیا ہے، جو اقرار محمد ﷺ کے لیے کیا تھا۔ مجھ پر ویسی ہی چیز نازل کی گئی ہے، جیسی محمد ﷺ پر نازل کی گئی تھی، جو رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے تو عطا کیا جاتا تھا۔ میں دعا کرتا ہوں تو عطا کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس کے کلام سے گفتگو کرتے تھے، میں بھی اس کے کلام سے گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے ایسی خوبیاں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے آفتوں اور مصیبتوں کا علم دیا گیا ہے۔ انساب اور فصلِ خطاب کا علم دیا گیا ہے، جو میری نظروں سے اوجھل ہے۔'' [2]

شیعہ کا امام المفسرین ابراہیم قمی جس کی تفسیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''اس کی تفسیر بہت سی تفاسیر کے لیے اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اصل میں صادقین علیہما السلام

---

[1] یعنی کافر اور مومن کے درمیان تمیز کرنے والا ہوں گویا کہ میرے ہاتھ میں ''میسم'' ہے جس سے میں کافر کی پیشانی پر نشان لگاتا ہوں۔

[2] "الأصول من الكافي" جلد ١ صفحه ١٩٦، ١٩٧.

(جعفر اور باقر) کی تفسیر ہے۔ امام عسکری کے زمانے میں مؤلف نے اسے تالیف کیا۔ ان روایات کو بیان کرنے والا امام رضا علیہ السلام کا صحابی تھا، جس نے اپنے بیٹے سے یہ روایات بیان کیں۔" ❶

اس تفسیر میں "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ" کے ضمن میں کہتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اپنے نبی محمد ﷺ کے بارے میں عہد لیا۔"

اس کے بعد لکھتا ہے:

"خدا نے آدم سے لے کر بعد میں آنے والے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ جب وہ دنیا میں جائیں گے تو امیر المومنین علیہ السلام کی مدد کریں گے۔ "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ" یعنی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔ اور "وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" یعنی امیر المومنین کی مدد کریں گے۔" ❷

مزید وضاحت کرتے ہوئے شیعہ مفسر عیاشی ❸ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے: "آدم سے لے کر اب تک کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جو دنیا میں بھیجا گیا ہو، اور جس نے امیر المومنین علی کے سامنے جنگ نہ کی ہو۔" ❹

ائمہ کے بارے میں شیعہ عقائد ہم پوری تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "الشیعہ والسنہ"

---

❶ مقدمہ تفسیر قمی صفحہ ۱۵ ۔ از سید طیب موسوی جزائری شیعی۔

❷ تفسیر قمی جلد ۱ صفحہ ۱۰٦ مطبوعہ مطبعۃ النجف ۱۳۸٦ھ۔

❸ عیاشی کا پورا نام ابو النضر محمد بن مسعود عیاشی سلمی سمرقندی ہے، تیسری صدی ہجری کے شیعہ علماء میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ نجاشی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ثقہ اور صدوق ہے، اس جماعت کے ممتاز ترین اور اکابر علماء میں سے ہے (رجال النجاشی صفحہ ۲٤۷ مطبوعہ: قم، ایران) ابن الندیم کہتا ہے: "شیعہ امامیہ کے فقہاء میں شمار ہوتا ہے، اپنے زمانے میں یکتا تھا" (اعیان الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۵٦) جہاں تک اس کی تفسیر کا تعلق ہے، وہ اہلِ بیت پر نازل شدہ احادیث پر مبنی ہے۔ اس کی تفسیر کچھ علی بن ابراہیم کی تفسیر جیسی ہے، (روضات الجنات جلد ٦ صفحہ ۱۱۹) ایک ہزار سال سے، بلکہ گیارہ صدیاں گزر چکی ہیں، کسی نے بھی اس کے کسی پہلو پر تنقید نہیں کی۔ مقدمہ تفسیر صفحہ "ج" از محمد حسین طباطبائی۔

❹ تفسیرِ عیاشی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، "البرهان" جلد ۱ صفحہ ۲۹۵ "الصافی" جلد ۱ صفحہ ۲۷٤۔

میں بیان کر چکے ہیں۔ ❶

یہ تصور ہے ائمہ کا شیعہ کے ہاں اور یہ وہ گروہ ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ اہلِ بیت ہیں جن کی پیروی کرنے، ان کے افکار و خیالات کو اپنانے، ان کے اقوال و افعال پر عمل کرنے اور ان کے احکامات اور فتاویٰ کی اتباع کرنے کی وجہ سے لوگ ان سے ناخوش ہیں۔

یہ تمام اقوال، روایات اور دعوے شیعہ حضرات کی اپنی کتب اور ان کے اپنے الفاظ میں نقل کیے گئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شیعہ ایک ایسا گروہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اولادِ علی رضی اللہ عنہ میں سے گیارہ آدمیوں کی پیروی کا دعویٰ کرتا ہے۔ انہیں اللہ کے نبیوں اور رسولوں جیسا معصوم، بلکہ ان سے اور اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی زیادہ افضل سمجھتا ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا مذہب انہی (اہلِ بیت) کے افکار و خیالات پر مبنی ہے۔ اس بحث میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اہلِ بیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہرگز مراد نہیں۔ خود ان لوگوں نے اس بات کی نفی کی ہے۔

جہاں تک دعویٰ اہل بیت علی رضی اللہ عنہ، ان میں سے چند مخصوص حضرات کی پیروی و اطاعت کا تعلق ہے، ہم آئندہ ابواب میں ان دعووں کی صحت و صداقت پر غور کریں گے:

''لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ'' تاکہ (اللہ تعالیٰ) حق کو حق ثابت کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے، خواہ مجرموں کو یہ بات ناپسند ہو۔''

---

❶ اس کے لیے دیکھیے کتاب ''الشیعة والسنة صفحه ٦٥ تا ٧٦ مطبوعه اداره ترجمان السنة لاهور.

باب دوم:

شیعہ اور اہلِ بیت کی مخالفت

شیعہ حضرات لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اہل بیت النبی ﷺ کے پیروکار ہیں اور مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے حق و صواب کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے عزیزوں اور ان کے متعلقین سے خاص تعلق کی وجہ سے سب سے برتر اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہیں۔

ہم پوری تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ ان کے نزدیک اہلِ بیت سے نبی کریم ﷺ کے اہلِ خانہ ہرگز مراد نہیں، اور نہ ہی یہ لوگ ان کی پیروی اور ان سے محبت کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک، یہ لفظ باقی سب کو چھوڑ کر، صرف علی رضی اللہ عنہ اور ان کی کچھ اولاد پر بولا جاتا ہے۔

اس باب میں ہم یہ بتائیں گے کہ شیعہ نہ اہلِ بیت النبی ﷺ سے دعوائے پیروی و محبت میں سچے ہیں اور نہ اہل بیت علی رضی اللہ عنہ سے محبت و پیروی کے دعویٰ میں کوئی سچائی ہے۔ ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہیں اور نہ ان کے خیالات کے مطابق اپنی زندگی نہیں گزارتے۔ ان کے احکامات و تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے برعکس چلتے اور قولی و عملی طور پر کھلم کھلا ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ بالخصوص نبی ﷺ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اور آپ کے نیک طینت صحابہ رضی اللہ عنہم کی، جنھوں نے اس دین کو اور آپ ﷺ کی رسالت کو، دوسرے انسانوں اور کائنات کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ جو اللہ کے دین کو پھیلانے والے، اس کے علمبردار اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے والے ہیں۔ جنھوں نے اللہ کے راستے میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق تھا۔ اس کی رضا کی خاطر اپنی ہر متاعِ گراں مایہ کو نچھاور کر دیا۔ جو اس کی رحمت کے جویاں اور اس کے عذاب سے لرزاں تھے۔ رات ہوتی تو شب زندہ دار تھے، دن ہوتا تو روزہ دار۔

جن کے بارے میں خود ربِ تعالیٰ نے اپنی کتابِ محکم میں فرمایا، جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ (حم السجده: ٤٢)

''جس پر باطل اثر انداز نہیں ہوسکتا، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ یہ اتارا گیا ہے حکمت والے قابلِ تعریف ذات کی طرف سے۔''

اس کتاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۘ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ (سجده: ١٦)

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو ڈرتے ہوئے اور جنت کی طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، اور ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ (آل عمران: ١٩١)

''وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوئے ہوں، اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے ہوں) اور زمین و آسمان کی پیدائش کے متعلق سوچتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے اسے بیکار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

ایک جگہ رب تعالیٰ نے جو سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے، اُپنے برگزیدہ رسول ﷺ کے ساتھیوں کی ان الفاظ میں تعریف کی:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الفتح : ۲۹)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ایماندار ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان ہیں۔ تم ان کو رکوع و سجود کرتے دیکھتے ہو۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کی نمازوں کے اثر سے ان کے چہروں میں ہے۔ یہی اوصاف ان کے تورات میں مرقوم ہیں اور انجیل میں ان کے اوصاف ایک کھیتی کی طرح مرقوم ہیں، جس سے ایک سوئی نکلی، پھر وہ مضبوط ہوئی، پھر موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ کفار ان کی وجہ سے جلتے ہوں گے۔ اللہ نے ایمانداروں سے اور جو ان میں سے نیک اعمال کرتے ہیں، ان سے بخشش اور بڑے بدلہ کا وعدہ کیا ہوا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کے شرکاء کے بارے میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (التوبہ : ۱۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر اور مہاجروں اور انصار پر توجہ کی، جو مشکل وقت میں جبکہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگا چکے تھے، نبی ﷺ کے ساتھ رہے۔ وہ ان پر بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے لیے ارشاد ہے۔

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ (الفتح : ۱۸،۱۹)

''اللہ تعالیٰ ایمانداروں سے راضی ہوا، جب وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے۔ جو ان کے دلوں میں تھا، اللہ کو سب معلوم تھا۔ اور ان پر تسلی اتاری۔ اور ان کو ایک قریبی فتح دی، اور کئی غنیمتیں، جن کو مسلمان لیتے رہے۔ اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾

(آلِ عمران : ۱۹۵)

''پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے، ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کروں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اللہ کی طرف سے یہ ان کو بدلہ ملے گا (علاوہ اس کے) اللہ کے ہاں اور بھی نیک بدلہ ہے۔''

اللہ نے ان کے سچے اور حقیقی ایمان کی یہ کہہ کر گواہی دی:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾

(الانفال : ۷٤)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عمدہ رزق ہے۔''

سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابہ اور انصار رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور سبقت لے جانے والے پہلے مومن مہاجرین و انصار میں سے، اور وہ لوگ جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے!''

ایک اور جگہ تمام مہاجرین و انصار کے متعلق یہ فرما کر ان کی فلاح و کامرانی کی ضمانت دے دی:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (الحشر: ۸-۹)

''ان فقیر مہاجرین کے لیے، جو اپنے گھروں اور اپنے مال و دولت سے نکالے گئے۔ وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور رضا مندی، اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ان

کے پہنچنے سے پہلے گھر اور ایمان بنایا۔ جو لوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں، وہ ان سے دلی محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو اللہ کی طرف سے ملا ہے، اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے۔ ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان کو سخت حاجت ہو۔ اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں، وہی نجات یاب ہوں گے۔"

فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ أُولٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ (الحدید: ۱۰)

"تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، ان سے درجات کے اعتبار سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بلا فصل کیا ہے، ایک جگہ فرمایا:

﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (آل عمران: ٦٨)

"بے شک ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریبی لوگ وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے۔"

ایک جگہ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (المائدة: ٥٥)

"بلاشبہ تمہارا دوست اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایماندار مومن۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ﴾

(التوبه: ١٠٥)

"اور کہہ دیجیے، عمل کرو پس اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور مومن۔"

ایک جگہ یوں فرمایا:

﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ﴾ (التوبة: ٨٨)

"لیکن رسول اللہ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے۔"

ایک مقام پر فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

(المنافقون: ٨)

"اور اللہ کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے۔"

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ ﴾

(الفتح: ١٢)

"بلکہ تم نے گمان کر لیا کہ ہرگز نہیں لوٹیں گے رسول اور ایماندار اپنے گھروں کو۔"

ایک آیت میں فرمایا:

﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الفتح: ٢٦)

"پس اللہ نے اپنی تسلی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مومنوں پر۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی امت کے اولین اور صحیح معنوں میں ایمان لانے والے مؤمنین کا ذکر، جن میں سے افضل و اعلیٰ نبی علیہ السلام کے ساتھی ہیں، اپنے نبی ﷺ کے ذکر کے ساتھ ہی کیا اور فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ﴾

(الفتح : ١٠)

''بے شک وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں آپ کی، سوائے اس کے نہیں کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔''

اسی طرح جب اپنے نبی ﷺ کی ہجرت کا ذکر کرتا ہے تو ساتھ ہی آپ کے ساتھیوں کا مکہ سے نکالا جانا بھی بیان فرماتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللهِ رَبِّكُمْ ﴾

(الممتحنه : ١)

''وہ نکالتے ہیں رسول کو اور تمہیں، اس واسطے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھی اور یارِ غار کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

﴿ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ ﴾

(التوبة : ٤٠)

''جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی کو غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اپنا اطمینان نازل فرما دیا۔''

آپ ﷺ کی پاک بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهٰتُهُمْ ﴾

(الاحزاب : ٦)

''نبی (ﷺ) زیادہ حق دار ہے مومنوں کا ان کے نفسوں سے، اور اس کی

بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾ (الاحزاب : ۳۲)

''اے نبی (ﷺ) کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔''

قرآنِ پاک کی آیات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہتی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات اس مضمون کی قرآنِ پاک میں موجود ہیں۔

آیئے اب اہلِ بیت کی پیروی اور محبت کے دعویداروں کو اور ان کے معصوم ائمہ کو دیکھتے ہیں، جو بقول ان کے آلِ بیت ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں سے نفرت کرتے تھے، انہیں گالیاں بکتے یا اس سے بڑھ کر ان جھوٹے دعویداروں کی طرح انہیں کافر کہتے اور ان پر لعنت بھیجتے تھے؟ یا اس کے برعکس وہ ان کی فرمانبرداری اور اُن سے محبت کیا کرتے تھے، ان پر مہربانیاں کرتے اور ان کی مشکلوں میں مدد کیا کرتے تھے، اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیتے، اور ان کے دکھ درد بانٹا کرتے تھے۔ انہیں اپنے دعویٰ، دنیاوی اور ملکی وحکومتی معاملات میں شریک کیا کرتے تھے، ان کے حکم و اقتدار کی بیعت کیا کرتے تھے۔ اُن کے جھنڈے تلے جہاد کرتے اور اس مالِ غنیمت میں سے لے لیا کرتے تھے جو اس کے ذریعہ حاصل ہوتا تھا۔ ان سے سسرالی تعلقات قائم کرتے، ان کے ہاں سے خود شادیاں کرتے اور وہ ان کے ہاں سے شادیاں کرتے، ان کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام رکھتے اور ان کی یاد سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ اپنی مجلسوں میں ان کے تذکرے کرتے، مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے، ان کی بزرگیوں اور اچھائیوں کے تذکرے کرتے اور سب کے زہد و پاکیزگی کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ فضیلت والوں کی فضیلت، علم والوں کے علم، اور تقویٰ والوں کے تقویٰ کو تسلیم کرتے تھے؟

یہ تمام چیزیں ہم بیان کریں گے اور اس التزام کے ساتھ کہ جو کچھ کہیں گے، خود شیعہ کی اپنی کتابوں سے شاید حق ظاہر اور سچائی نکھر کر سامنے آجائے۔ باطل دب جائے اور جھوٹ

مٹ جائے۔ اگر کہیں کوئی بات شیعہ کی کتابوں کے علاوہ کہیں سے ذکر کریں گے تو مثال و تائید کے لیے استدلال اور اصل کے طور پر کوئی بات بھی شیعہ کی کتابوں کے علاوہ ذکر نہیں کریں گے۔ ہم فریقِ مخالف پر جو بات بھی ثابت کریں گے، ان کی اپنی کتابوں سے، ان کے اپنے الفاظ اور ان لوگوں کی زبان سے جنہیں یہ بزعمِ خود اپنے امام بنائے پھرتے ہیں، حالانکہ وہ ان سے بری ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، اور حق وہ جس کا مخالف بھی اقرار کرے۔'' ہم صرف اس بات کو واضح اور صاف کرنا چاہتے ہیں کہ ائمہ حق اور اہلِ بیت کا اس قوم سے، تھوڑا یا زیادہ کوئی تعلق نہیں۔ شاید اس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ہدایت کا سامان کر دے جو محبتِ اہلِ بیت میں دھوکہ کھا گئے اور سمجھتے رہے کہ ان کے مزعومہ عقائد کو ائمہ اہلِ بیت ہی نے وضع کیا ہے۔ ان بنیادوں کے رکھنے والے اور ان اصول وقواعد کے بانی ائمہ ہی ہیں۔ یہ سمجھ کر وہ ائمہ سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کرتے رہے، جو ان کے خیال میں اہل بیت کے دشمن ان کے حق کو غصب کرنے والے اور انہیں نبی ﷺ کی وراثت سے محروم کرنے والے ہیں اور ان کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔

اس بحث سے ان شاء اللہ یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ شیعہ کا اہلِ بیت سے اور اہلِ بیت کا شیعہ سے کیا تعلق ہے؟

ہمارے چوتھے خلیفہٴ راشد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو ان کے نزدیک پہلے معصوم امام اور اہلِ بیت کے سربراہ ہیں، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہوئے ان کی انتہائی تعریف کرتے اور ان کی مدح وثناء میں کہتے ہیں:

> ''میں نے محمد ﷺ کے ساتھیوں کو دیکھا ہے، مجھے تم میں ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا، وہ صبح کرتے تھے تو پراگندہ و پریشان۔ راتیں گزارتے تو سجدہ و قیام میں اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو سجدہ میں جھکائے ہوئے کھڑے ہیں تو اپنی آخرت کی یاد میں پتھر کی طرح ساکت! سجدوں میں جاتے تو لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے یوں لگتا جیسے پتھر کی کوئی چٹان ان کے سامنے ہے۔ جب اللہ کو یاد کرتے

تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں اوران کے دامن تک تر بہ تر ہو جاتے، عذاب کے ڈراور ثواب کی امید میں یوں جھکتے اور بے قرار و مضطرب رہتے تھے جیسے تیز آندھیوں اور جھکڑوں میں درخت ہلتے ہیں۔'' ❶

یہ اہلِ بیت کے سربراہ ہیں، جو نبی ﷺ کے ساتھیوں کی تعریف کر رہے ہیں۔ اپنے اس گروہ اور ساتھیوں پر انہیں ترجیح دے رہے ہیں جس نے جنگوں اور لڑائیوں میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دشمن کے ساتھ مقابلہ کا وقت آیا تو بزدلی کا ثبوت دیا اور سربراہِ اہلِ بیت کو اکیلا چھوڑ کر الگ ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا تھا، چند لقموں پر گزارہ کرتے اور دکھوں اور پریشانیوں میں صبر کرتے تھے، دشمن کے ساتھ پوری کوشش سے جہاد کرتے، ہمارا اور دشمن کا آدمی دو سانڈوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور جھپٹتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو موت کا پیالہ پلانا چاہتے تھے۔ کبھی دشمن ہم پر غالب آ جاتا اور کبھی ہم دشمن پر غالب آ جاتے۔ جب اللہ نے ہماری سچائی دیکھی تو ہمارے دشمنوں پر ذلت و رسوائی اور ہم پر فتح و کامرانی نازل کی، حتیٰ کہ اسلام خوب مستحکم ہوگیا اور ملکوں میں پھیل گیا۔ میری زندگی کی قسم! اگر ہم وہ کرتے جو تم کرتے ہو تو دین ہرگز پختہ نہ ہوتا اور نہ ہی ایمان میں پختگی آتی، خدا کی قسم ہم دودھ دوہتے تو خون نکلتا اور ندامت و پریشانی ہم پر طاری رہتی۔'' ❷

اپنے منافق اور دھوکے باز گروہ کے مقابل ان کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے چلے جانے

---

❶ نهج البلاغة صفحه ١٤٣ مطبوعه دارالكتاب بيروت ١٣٨٧، بتحقيق صبحي صالح.

❷ نهج البلاغة ، تحقيق صبحي صالح صفحه ٩١ ـ ٩٢ مطبوعه بيروت.

پر افسوس کے عالم میں کہتے ہیں: ''کہاں ہیں وہ جنہیں اسلام کے لیے پکارا گیا تو انہوں نے لبیک کہا، قرآن پڑھا تو اس کے مطابق سب کچھ کیا؟ انہیں جنگ کی طرف چلنے کو کہا گیا تو یوں بے تابانہ دوڑے جیسے اونٹنی اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہے۔ تلواروں کو میانوں سے کھینچ لیا اور زمین کے اطراف و اکناف کو صف بصف ہو کر گھیر لیا، کچھ مارے گئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ بچ جانے والوں کو مبارکباد دیتے اور نہ مرنے والوں کی تعزیت کرتے، وہ جن کی آنکھیں بہت رونے سے کمزور ہو گئیں، روزے رکھنے سے پیٹ خالی ہو گئے، دعائیں مانگ مانگ کر ہونٹ خشک ہو گئے۔ راتوں کو بیدار رہ کر ان کے رنگ پیلے ہو گئے۔ ان کے چہروں پر اللہ سے ڈرنے والوں کا نور تھا۔ وہ چلے جانے والے میرے بھائی تھے۔ ہمیں حق ہے کہ ان کے شیفتہ و مشتاق ہوں اور ان کے فراق اور جدائی میں اپنے ہاتھ کاٹ کھائیں۔'' [1]

جب انہیں یاد کرتے ہیں جو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازے گئے اور جنہیں خدا کے کرم و احسان کا ایک کثیر حصہ عطا کیا گیا تو کہتے ہیں: ''اے خدا کے بندو! جان لو یقیناً متقی دنیا میں موجودہ نعمتیں بھی اور آخرت کی نعمتیں بھی پا گئے۔ دنیا والوں کو انہوں نے اپنی دنیا میں تو شریک کیا، اپنی آخرت میں شریک نہیں کیا، دنیا گزاری تو سب سے بہتر انداز میں گزاری، سب سے اچھا کھایا، دنیا کی تمام آسائشوں سے لطف اندوز ہوئے جن سے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ متکبر اور جابر لوگ دنیا میں جو حاصل کر سکتے ہیں، سب انہیں ملا۔ پھر جب انہوں نے دنیا سے منہ موڑا تو نفع مند تجارت کی اور بہت سا نفع حاصل کیا۔ دنیا کو چھوڑنے کی لذت انہوں نے اپنی دنیا ہی میں پالی۔ انہیں کامل یقین ہے کہ کل جب ان کی آخرت ہو گی تو وہ خدا کے مقرب ہوں گے، جہاں نہ ان کی کوئی بات رد کی جائے گی اور نہ ہی ان کی لذت و انبساط میں کوئی کمی ہو گی۔ [2]

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے جواب میں مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم

---

[1] نهج البلاغة، تحقيق صبحي صالح صفحه ١٧٧ ـ ٧٨ مطبوعه بيروت.

[2] "نهج البلاغة" صفحه ٣٨٣ تحقيق صبحي صالح.

کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"سبقت لے جانے والے اپنی سبقت کی وجہ سے فلاح و کامرانی کو پہنچے اور سب سے اوّل ہجرت کرنے والے فضیلت کو پا گئے۔" ❶

مزید فرمایا:

"آپ جانتے ہیں کہ مہاجرین میں خیرِ کثیر ہے۔ اللہ ان کو بہترین جزا دے۔" ❷

اسی طرح محمد ﷺ کے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف ان الفاظ سے فرماتے ہیں کہ "بخدا اسلام ان کی دولت مندی کی وجہ سے اس طرح پھلا پھولا، جیسے بچھیرا پھلتا پھولتا ہے۔ ان کی زبانیں فصیح اور ہاتھ پرقوت ہیں۔" ❸

صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے حد تعریف و توصیف کرتے ہوئے اپنے شیعہ کا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کا موازنہ ان الفاظ سے فرماتے ہیں: "اما بعد! بخدا شہروں میں تمہارے شہر والوں کی تعداد عرب میں انصار کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کو جو بھی حکم دیا وہ اس سے باز رہے؟ یہاں تک کہ رسول ﷺ نے خدا کے تمام احکامات پہنچا دیے، سوائے دو قبیلوں کے، جو ایک چھوٹی سی جگہ میں پیدا ہوئے، نہ وہ عرب میں سب سے بڑے اور نہ تعداد کے لحاظ سے کثیر ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کی آل، اور آپ کے صحابہ کو پناہ دی اور اللہ اور اس کے دین کی مدد کی، عرب نے انہیں ایک ہی کمان سے تیر مارے۔ یہودی بھی ان کے حلیف ہو گئے۔ یہودیوں اور سب قبائل، ایک کے بعد ایک نے اُن سے جنگ کی۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کی نصرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ کو گرفتار کر کے ان پر قابو پالیا۔ یہودیوں سے معاہدے کر کے انہیں فتح کر لیا۔ بخدا، تہامہ، مکہ، یمامہ، حزن اور سہل والوں کے لیے دین کے چشمے جاری کیے۔ جلادوں کے تیروں تلے اپنے

---

❶ "نهج البلاغة" صفحه ٣٨٣ تحقيق صبحي صالح .

❷ نهج البلاغة ، ايضاً، ايضاً.

❸ // ٥٥٧ //

صبر کا مظاہرہ کیا۔ تا آنکہ عرب رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل کے سامنے جھک گیا اور رسول اللہ وفات پا جانے سے پہلے ہی ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن چکے تھے۔ اس وقت عرب میں ان لوگوں کی جو تعداد تھی، اب اس وقت لوگوں میں تمہاری تعداد ان سے زیادہ ہے۔ ❶

شیعہ کے اپنے مطابق سیّد الرسل ﷺ، اپنے انصار صحابہ کی مدح ان الفاظ سے فرماتے ہیں: ''یا اللہ انصار، انصار کی اولاد، ان کی اولاد کی اولاد کو بخش دے۔ اے جماعتِ انصار! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور مال و دولت لے جائیں اور تمہارے نصیب میں خود اللہ کا رسول ﷺ آ جائے۔'' ❷

ایک اور موقعہ پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''انصار میری جماعت ہے، اگر لوگ کسی ایک جانب چلیں اور انصار ایک جانب تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔'' ❸

مجلسی ❹ نے طوسی سے ایک معتبر روایت بیان کی ہے، جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ

---

❶ "الغارات" جلد ۲ صفحہ ٤٧٩، ٤٨٠.

❷ تفسیر "منهج الصادقين" جلد ٤ صفحه ٢٤٠، "كشف الغمة" جلد ١ صفحه ٢٢٤.

❸ ایضاً.

❹ مجلسی کا پورا نام ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی ہے۔ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۱۱۰ھ میں فوت ہوا، اہلِ سنت کے شدید ترین مخالفین میں سے ہے، متاخرین شیعہ میں اس جیسا بدگو، گندی زبان والا اور فحش گو کوئی نہیں۔ جب بھی بات کرے گا، اس کے منہ سے گندی بات ہی نکلے گی۔ اسے "خاتمة المجتهدين" اور "امام الائمة في المتاخرين" کہا جاتا ہے۔ قمی کہتا ہے: ''مجلسی شیخ الاسلام والمسلمین ہے، دین و مذہب کو عام کرنے والا امام، علامہ اور محقق ہے۔ جتنی توفیق اس پرعزم شیخ، سخیوں کے سردار، اور چٹان کی مانند حوصلہ رکھنے والے کو ملی، خدا نے اتنی توفیق کسی کو نہیں دی۔ اس نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیا، مذہب کو پھیلایا، بدعتیوں کے حملوں کو روکا، ملحدین کی بے بنیاد باتوں کا قلع قمع کیا، دینِ مبین کی سنتوں کو زندہ کیا، ائمہ مسلمین کی بہت سی پاکیزہ، صاف ستھری اور ہمیشہ باقی رہنے والی حدیثیں مختلف طریقوں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلائیں۔''

خوانساری کہتا ہے کہ وہ اصفہان کا شیخ الاسلام تھا، دینی و دنیاوی ریاست کا رئیس تھا، جمعہ اور جماعت میں امام تھا...... ہمارے اس شیخ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب ''بحار الانوار'' ہے جس میں آپ نے تمام علوم جمع کر دیے ہیں۔ یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی عربی اور فارسی میں کئی کتابیں ہیں۔'' (روضات الجنات جلد ۲، صفحه ٧٨ وما بعد)

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارے میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں گالیاں مت دینا، اس لیے کہ وہ تمہارے نبی کے ساتھی ہیں۔ وہ ان کے ساتھی ہیں، جنہوں نے نہ خود دین میں کوئی بدعت جاری کی اور نہ ہی کسی بدعتی کو عزت دی۔ ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ نصیحت کی ہے۔''[1]

مہاجرین اور انصار دونوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''امام کے تعین و انتخاب کا اختیار انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی قرنِ اول میں مسلمانوں میں حل و عقد کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی کو یہ حق نہیں تھا کہ ان کی کسی بات کو رد کرے یا ان کے بغیر کوئی کام کرے یا ان کی کسی بات سے منہ پھیرے۔ اس لیے کہ وہی مسلمانوں میں اہل ترین لوگ تھے۔ اور یہی بات معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے امیرِ شام کو مومنین کی حکومت اور مسلمانوں پر حکمرانی کے دعوے کے جواب میں لکھی۔ امام وہ ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی امام بنائیں۔'' اسی ضمن میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امامت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ یہ بات خود شیعہ حضرات کی کتاب میں موجود ہے:

> ''مجلسِ شوریٰ مہاجر اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہوگی۔ وہ جس پر متفق ہو جائیں اور جسے امامت کے لیے نامزد کر دیں۔ اسی میں اللہ کی مشیت و رضا ہوگی۔ اگر ان (صحابہ) میں سے کسی پر کسی قسم کی کوئی قابلِ اعتراض بات یا بدعت پائی جائے تو اسے خارج کر دیا جائے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔''[2]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اس قول کے بارے میں شیعہ کیا موقف اختیار کرتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں:

---

[1] "حیات القلوب" للمجلسی جلد ۲ صفحہ ۶۲۱۔

[2] "نہج البلاغة" جلد ۳ صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت، تحقیق محمد عبدہ صفحہ ۳۶۷ تحقیق صبحی صالح۔

(۱)......مجلسِ شوریٰ نبی ﷺ کے مہاجر اور انصار صحابہ پر مشتمل ہوگی۔ اور شیعہ حضرات کے عقیدے کے برعکس تمام اختیارات انہی کے ہاتھوں میں ہوں گے۔

(۲)......صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی شخص پر متفق ہو جانا اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے۔ اور اس پاک و برتر ذات کی رضا کی علامت ہے۔

(۳)......ان کے زمانے میں امامت، ان کے انتخاب اور مرضی کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی تھی۔ ❶

(۴)......کوئی بھی صحابہ کی بات کو رد نہیں کرتا اور نہ ان کے حکم سے انحراف کرتا ہے۔ سوائے اس کے جو بدعتی، باغی اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر کسی اور راہ پر چل نکلا ہو۔

(۵)......صحابہ رضی اللہ عنہم کے مخالف کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔

(۶)......اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں اور ان سے محبت کرنے والے مہاجر اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم، اور انہی کے نقشِ قدم پر چلنے والی علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے ہاں پکڑ ہوگی۔

حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی، جن کا لقب زین العابدین ہے اور جو شیعہ قوم کے چوتھے امام ہیں، اپنے وقت میں اہل بیت کے سربراہ تھے۔ نبی ﷺ کے ساتھیوں کو یاد کرتے اور نمازوں میں ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے توحید کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں نبی کریم ﷺ کی مدد کی۔ وہ کہتے ہیں: ''یا اللہ! ان کے لیے میں تجھ سے تیری رضا اور مغفرت کی دعا مانگتا ہوں۔ خاص طور پر محمد ﷺ کے ان ساتھیوں کے لیے جنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسنِ سلوک کیا، جنہوں نے ان کی مدد میں مصیبتیں جھیلیں۔ ان کی نصرت کی اور ان کا استقبال کرنے کے لیے

❶ اس سے شیعہ حضرات کا یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے کہ اسلام میں امامت و خلافت کی تعیین، وصیت یا کسی کو نامزد کر دینے سے عمل میں آتی ہے، جیسا کہ یہ حضرات اپنے معصوم ائمہ کی تردید کرتے ہوئے سمجھتے ہیں، بلکہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں امامت و خلافت شوریٰ اور انتخاب ہی کے ذریعے عمل میں آتی ہے۔

دوڑے، ان کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت لے گئے۔ آپ ﷺ کی رسالت کا اعلان سنتے ہی اسے قبول کرلیا۔ آپ ﷺ کے پیغام کو پھیلانے کے لیے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ ان کی نبوت کے استحکام کی خاطر اپنے باپوں اور بیٹوں کو قتل کردیا۔ جب ان کی جماعت سے تعلق قائم ہوگیا تو ان لوگوں نے اپنے قبیلوں کو چھوڑ دیا۔ جب آپ ﷺ کی قرابت کے زیرِ سایہ جگہ مل گئی تو تمام رشتہ داریاں ختم کردیں، یا اللہ! تجھے اور تجھ سے محبت کرنے والوں کو نہیں چھوڑا۔ ان سے راضی ہو جا جو تیرے حق کے لیے لڑتے رہے۔ سب کچھ انہوں نے تیرے لیے اور تیری خوشنودی کی خاطر کیا۔ ان کا تیری وجہ سے اپنے دیاروں کو چھوڑنا اور اپنی معاش کی وسعت و فراوانی سے نکل کر تنگی میں مبتلا ہونا قبول کر۔ انہوں نے تیرے دین کو استحکام بخشا۔ یا اللہ تابعین پر بھی اپنی رحمت و مغفرت نازل فرما، جو یہ دعائیں مانگتے ہیں: ''رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ'' جو انہی کی سمت چلے۔ اسی طرف گئے، جس طرف وہ گئے۔ اگر وہ انہی کے نقشِ قدم پر چلے تو ان کی نصرت میں کوئی شک نہیں۔ وہی (یعنی صحابہ) ان کے لیے منارِ ہدایت ہیں۔ یہ انہی کے معین و مددگار ہیں۔ انہی کے دین کے پیرو اور انہی کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنے والے ہیں، ان سے اتفاق رکھتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو ان تک پہنچایا، اس میں ان پر کوئی الزام نہیں دیتے۔ [1]

ان کی اولاد میں سے حسن بن علی، جو حسن عسکری کے نام سے مشہور اور شیعہ کے گیارھویں امام ہیں، اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: ''موسیٰ کلیم اللہ نے اپنے رب سے پوچھا: کیا دوسرے انبیاء کے صحابہ آپ کے نزدیک میرے صحابہ سے زیادہ عزت والے ہیں؟'' اللہ نے فرمایا: ''اے موسیٰ کیا تو نہیں جانتا کہ محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دوسرے تمام رسولوں کے صحابہ پر وہی برتری حاصل ہے، جو محمد ﷺ کو دوسرے تمام نبیوں اور رسولوں پر ہے۔'' [2]

---

[1] صحیفہ کاملہ لزین العابدینؒ، صفحہ ۱۳ مطبوعہ کلکتہ، ہند ۱۲۴۸ھ۔

[2] تفسیر حسن عسکری صفحہ ۶۵ مطبوعہ ہند "البرھان جلد ۳ صفحہ ۲۲۸۔ یہ عبارت البرہان سے ماخوذ ہے۔

اس کے بعد حسن عسکری کی تفسیر میں لکھا ہے: ''جو آدمی بھی آلِ محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے ساتھ بھی بغض رکھے، اللہ اس کو ایسا عذاب دے گا کہ اگر اسے تمام مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔'' [1]

اسی لیے ان کے دادا، اور شیعہ کے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے جب اس حدیث "اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم" [2] اور ایک دوسری حدیث "دعوا الی اصحابی" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا "هذا صحیح" ''یہ صحیح ہے۔ [3]

اس کے ساتھ ہی ہم نبی ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی، فقیہ اہل بیت اور جنہیں علی رضی اللہ عنہ نے اپنا عامل مقرر کیا تھا، یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بیان نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ''بیشک اللہ بڑی بزرگی و عزت اور پاک ناموں والا ہے، اس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ایسے صحابہ دیے، جنھوں نے اپنے جان و مال آپ پر نچھاور کر دیے۔ آپ ﷺ کے سوا سب کو چھوڑ دیا۔ اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: (رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ) جنھوں نے دین کے راستے بتائے، مسلمانوں کو جہاد کے لیے ابھارا حتی کہ دین کے راستے واضح ہو گئے، اسبابِ دین پختہ ہو گئے۔ اللہ کی مدد ظہور میں آئی اور اللہ کا دین مستحکم ہو گیا، دینِ خداوندی کے نشانات خوب روشن ہو گئے جن سے شرک دب گیا۔ شرک کے سرچشمے نابود اور اس کے مرکز مٹ گئے۔ اللہ کا کلمہ بلند تر اور کافروں کی بات پست تر ہو گئی۔ ان پاکیزہ نفوس اور پاکیزہ و اعلیٰ روحوں پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ جو اپنی زندگیوں میں اللہ کے ولی اور موت کے بعد بھی زندہ ہیں۔ جو مخلوقِ خدا کے سچے خیر خواہ ہیں، جو آخرت میں جانے سے پہلے ہی آخرت کی طرف کوچ کر چکے تھے جو دنیا سے جا چکے، لیکن ابھی تک دنیا میں ہیں۔'' [4]

---

[1] تفسیر حسن عسکری صفحہ ١٩٦.

[2] ملحوظ رہے کہ یہ عبارت، جسے ہم نے نقل کیا ہے، خود شیعہ حضرات کی اپنی روایت ہے۔ جو ان کے خلاف حجت ہے۔

[3] رضا کی اس عبارت کو ابنِ بابویہ قمی نے جس کا لقب صدوق ہے، نبی ﷺ کے اس ارشاد کے تحت نقل کیا ہے: "اصحابی کالنجوم" (عیون اخبار الرضا) جلد ٢ صفحہ ٨٧.

[4] "مروج الذهب" ج ٣ ص ٥٢-٥٣ مطبوعه دارالاندلس، بیروت.

علی بن زین العابدین کا بیٹا محمد باقر ایک روایت بیان کرتا ہے، جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے نفاق کی نفی کرتا ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ صحابہ ایمان والے اور اللہ عزوجل سے محبت کرنے والے ہیں۔ عیاشی اور بحرانی نے اپنی اپنی تفاسیر میں آیت: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ'' کے ضمن میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ [1]

سلام روایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: میں ابوجعفر کے پاس تھا، اسی دوران حمران بن اعین آیا اور آپ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ جب حمران اٹھنے لگا تو ابوجعفر سے کہنے لگا: ''میں تمہیں بتاتا ہوں، خدا تمہیں لمبی عمر دے اور ہم اس سے فائدہ حاصل کریں۔

ہم جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جو کچھ تمہارے ہاں سے ہمیں ملتا ہے اس سے ہمارے دلوں پر رقت طاری ہو جاتی ہے، ہمارے دل دنیا سے بھر جاتے ہیں۔ لوگوں کے پاس مال و دولت ہمیں بہت حقیر نظر آتا ہے۔ پھر جب ہم تمہارے پاس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، تاجروں اور دوسرے لوگوں سے ملتے ہیں تو دنیا ہمیں اچھی لگنے لگتی ہے۔ اس پر ابوجعفر نے کہا: ''دلوں کا حال یہی ہوتا ہے۔ ان کی کیفیتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں!'' پھر ابوجعفر کہنے لگا: اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے کہا تھا: ''یا رسول اللہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم میں نفاق نہ پایا جاتا ہو؟'' آپ ﷺ نے پوچھا! کیوں؟ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے: ''جب ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس موجود ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں آخرت سے ڈراتے رہتے ہیں، ہم لوگ دنیا کو بھول جاتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھے بیٹھے یوں لگتا ہے، جیسے ہم اپنی آنکھوں سے آخرت، جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب

[1] بحرانی کا پورا نام ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل ہے۔ گیارہویں صدی کے وسط میں ''توبلی'' نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوا۔

خوانساری اس کے بارے میں کہتا ہے: فاضل، عالم، ماہر، محقق اور مفسر، عربیت اور علم رجال کا ماہر تھا، فاضل محدث تھا، اس نے ان تمام احادیث کو تلاش کر کے جمع کیا جو اس سے پہلے ہمارے شیخ مجلسی کے سوا کسی نے جمع نہیں کیں، اس کی مشہور ترین تصنیفات میں ''البرهان فی تفسیر القرآن'' بھی ہے۔ (روضات الجنات جلد ۸ صفحہ ۱۸۱ ایضاً اعیان الشیعة)

آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں، اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، اپنے اہل وعیال اور مال و دولت کو دیکھتے ہیں تو ہم میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ اور وہ کیفیت جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہم پر طاری ہوئی تھی، اس طرح ختم ہو جاتی ہے کہ گویا ہم پر کبھی وہ کیفیت گزری ہی نہیں۔ کیا آپ ﷺ کو یہ خدشہ تو نہیں کہ ہم نفاق میں مبتلا ہیں؟'' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''ہرگز نہیں یہ تو شیطان کی چالیں ہیں جو تمہیں دنیا کی رغبت دلانا چاہتا ہے، بخدا اگر ہر وقت تم پر وہی حال و کیفیت طاری رہے جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تم پر طاری ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں اور تم پانی پر چلنے لگو۔ اگر تم گناہ کر کے اللہ سے استغفار نہ کرتے تو اللہ ایک اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ سے معافی مانگتی اور پھر اللہ انہیں معاف کر دیتا۔ یقیناً مومن گناہ میں مبتلا ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ'' (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے) اس کے بعد فرمایا: ''اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَيْهِ'' (اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو)۔'' [1]

باقر کے بیٹے جعفر المعروف صادق، صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے بارہ ہزار صحابہ تھے، آٹھ ہزار مدینے کے، دو ہزار مکہ کے اور دو ہزار طلقاء۔ ان میں کوئی قدری (فرقہ قدریہ کا پیرو) نہ تھا، کوئی مرجئ (فرقہ مرجئہ کا پیرو) نہ تھا، کوئی حروری (فرقہ حروریہ کا پیرو) نہ تھا، کوئی معتزلی (فرقہ معتزلہ کا پیرو) نہ تھا اور نہ ہی کوئی صاحبِ رائے (قرآن و حدیث کے خلاف اپنی رائے کی پیروی کرنے والا) تھا۔ ان میں سے ہر فرقہ اپنے مخصوص عقائد رکھتا تھا) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم شب و روز روتے اور دعا مانگا کرتے تھے کہ ''یا اللہ! خمیر کی روٹی کھانے سے پہلے ہی ہماری روحیں قبض کر لینا۔'' [2]

شیعہ کے ایک اور امام علی بن موسیٰ رضا، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

---

[1] ''تفسير عياشي'' جلد ١ صفحه ١٠٩، ''البرهان'' جلد ١ صفحه ٢١٥.

[2] ''كتاب الخصال'' للقمي صفحه ٦٤٠ مطبوعه مكتبة الصدوق، طهران.

آپ فرمایا کرتے تھے: ''جس نے میری زندگی میں مجھے دیکھا یا میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔'' ❶

''تمام مخلوقات کے سردار، صادق و امین اور اللہ کے رسول ﷺ نے خود اپنے صحابہ کے بارے میں جنت وسعادت سے بہرہ ور ہونے کی شہادت دی ہے۔''

اس روایت کو شیعوں کے محدث اور امام قمی ❷ نے جنہیں قومِ شیعہ نے صدوق (سچا) کا لقب دے رکھا ہے، اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب خود شیعہ حضرات ہی کی شائع کردہ ہے۔ ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔'' ❸

اسی جیسی ایک اور روایت حمیری قمی ❹ نے جعفر بن باقر سے نقل کی ہے وہ اپنے والد

---

❶ ''عیون اخبار الرضا'' از ابنِ بابویہ قمی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵.

❷ اس کا پورا نام ابوجعفر محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قمی (صدوق) ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوا اور ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ قم میں نشوونما پائی۔ رے کے مقام پر اس کی قبر ہے، اس کا شمار شیعہ کے اکابرین اور بڑے محدثین میں ہوتا ہے۔ اس کی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' ان چار کتابوں میں سے ایک ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں حدیث کی اہم اور صحیح ترین کتب ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس کی متعدد تصنیفات ہیں۔ جنہیں بنیادی مصادر کی حیثیت حاصل ہے۔ شیعوں کا کہنا ہے کہ اہلِ قم میں سے اس جیسا حافظہ اور وسیع علم کسی کا نہیں۔'' (اعیان الشیعة جلد ۱ صفحہ ۱۰٤ ''الخلاصة'' للحلی)

کہتے ہیں آپ اور آپ کے بھائی، حسین بن رُوح کی دعا سے پیدا ہوئے۔ آپ حسین بن روح اور ابنِ بابویہ قمی کے درمیان واسطہ تھے۔ (روضات الجنات للخوانساری جلد ٦ صفحہ ١٣٦)

مجلسی نے اس کے بارے میں کہا ہے: ''اس کی کتاب کی تمام حدیثوں کو صحیح قرار دے کر تمام اصحاب نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جو بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، اسے بلا تامل صحیح سمجھا جائے گا بلکہ وہ ارکانِ دین میں سے ایک رکن ہے۔ (منقول از خوانساری جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

❸ ''کتاب الخصال لابنِ بابویہ'' جلد ۲ صفحہ ۳٤۲.

❹ اس کا پورا نام ابوالعباس عبداللہ بن جعفر بن حسن حمیری القمی ہے۔ اہلِ قم کا شیخ اور قم کا ایک ممتاز فرد تھا۔ ثقہ ہے۔ محمد عسکری کے ساتھیوں میں سے ہے۔ سن دوسوستر میں کوفہ آیا۔ اہلِ کوفہ میں سے بہت سے افراد نے اس سے روایات سنیں۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے ایک کتاب ''قرب الاسناد'' ہے (الکنی والالقاب جلد ۲ صفحہ ۱۷۷) نیز یہ کلینی کے اساتذہ میں سے تھا۔ کافی میں اس کی بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں۔ ابوالحسن کے ساتھ اس کی مکاتبت رہی۔ (مقدمہ قرب الاسناد صفحہ ۲)

سے نقل کرتے ہیں کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے زندگی میں یا وفات کے بعد میری زیارت کی، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں شیعہ حضرات کا مؤقف

خدا کی مخلوق میں بہترین اور کائنات کے اعلیٰ ترین افراد، یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں اہلِ بیت کا نقطہ نظر اور مؤقف یہ تھا جو ابھی ہم نے مختلف حوالوں کے ساتھ بیان کیا۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے جو اہل بیت کی محبت و پیروی کے دعویدار ہیں، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر اس سے یکسر مختلف اور جدا ہے۔ یہ لوگ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا حال سن کر جلتے ہیں، جن میں وہ ہمیشہ مصروف رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان عظیم الشان فتوحات کا ذکر سن کر کڑھتے ہیں جنہوں نے ان کے آباء واجداد کو ذلیل کر کے رکھ دیا تھا، ان کی شان وشوکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا تھا، ان کی بستیوں اور کفر کے شاخسانوں کو روند ڈالا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے وہ ساتھی جنہوں نے شرک اور شرک کرنے والوں کو خستہ وخراب کر کے رکھ دیا تھا۔ پتھر کے ان خود ساختہ معبودوں اور تراشی مورتیوں کو جن کے روبرو یہ جھکتے اور پوجا کرتے، نیست و نابود کر کے چھوڑا تھا۔ ان کے اثر واقتدار کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ان کے محلات، عمارتیں اور محفوظ پناہ گاہوں کو اجاڑ کے رکھ دیا۔ فنا رسیدہ و برباد کر دیا۔ اور وہاں اللہ کی توحید اور اسلام کا پرچم بلند کیا۔ مجوسیوں (آگ پرستوں) اور یہودیوں نے اپنی جمعیتیں اکٹھی کیں۔ مفسدین و تخریب کاروں کو ساتھ ملایا کہ اس پھیلتی ہوئی روشنی کے آگے بند باندھیں، اس سیلاب تند وتیز کا راستہ روکیں۔ سب کینہ رکھنے والوں، حسد کرنے والوں اور انتقام کی آگ میں جلنے والوں نے جمع ہو کر آلِ بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ حالانکہ آلِ بیت کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور پھر اپنی قلم اور زبانوں کی تلواریں ان مجاہدین کے خلاف سونت کر کھڑے ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ کے

دوست اور آپ ﷺ کی محبت میں سرشار، آپ کے محبوب ساتھی تھے۔ جنہیں آپ ﷺ کی پیروی اتباع میں موت بھی عزیز تھی جو آپ ﷺ کے لیے ہر عمدہ و گراں مایہ چیز کو ترک کر دینے اور آپ ﷺ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی اولاد، ماں باپ اور اپنی جانیں قربان کر دیا کرتے تھے، جو آپ ﷺ ہی کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور آپ ﷺ ہی کے بتائے ہوئے طریق پر گامزن رہے۔ (رضوان اللہ علیھم اجمعین)

ایک کم بخت شیعہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ صرف چار آدمیوں کے سوا، نبی کریم ﷺ کے بعد سب کے سب مرتد ہو گئے۔ (کتاب سلیم بن قیس العامری ص ۹۲ طبع دارالفنون، بیروت) اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔

محمد بن یعقوب کلینی جسے شیعہ حضرات کے ہاں امام بخاری رحمہ اللہ جیسا مقام حاصل ہے، اس سے بھی بڑھ کر لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد صرف تین آدمی مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب کے سب مرتد تھے۔ ❶

---

❶ عجیب بات ہے کہ یہ ناپاک یہودیت کی اولاد خود تو ایسی ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں، جن میں شروع سے آخر تک اس امت کے بہترین افراد، اہلِ خیر القرون کو گالیاں بکی گئی ہیں، ان پر بہتان لگائے گئے ہیں۔ اور پھر ان کتابوں کے جواب میں لکھی گئی کتابوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مصنف کی کتاب "الشیعہ والسنہ" جس میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس امتِ مرحومہ کے محسنین کے متعلق کیا نظریات اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، کے بارے میں کہتے ہیں: ''اس وقت جبکہ مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت ہے، مناسب نہیں کہ ایسی کتابیں لکھی اور شائع کی جائیں، ہم نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ کیسا اتحاد و اتفاق چاہتے ہیں؟''

ہم ان لوگوں کو گالی دیتے ہیں نہ ان کے بڑوں کو کوستے ہیں۔ ہم نے صرف لوگوں کو یہ دکھایا ہے کہ ان لوگوں نے کل کیا کیا ہے اور آج کیا کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں یہ لوگ کس چیز سے خوفزدہ ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو وسیع الظرف، کشادہ دل، صلح جو اور اہلِ سنت کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے خواہاں کہتے ہیں، کیا وہ واقعی بھولے ہیں یا دھوکہ دے رہے ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ لوگ، جب ہم حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرتے ہیں تو ہمیں کیوں روکتے ہیں؟ ہم ان لوگوں کا دفاع کیوں نہ کریں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم گائے کے پجاری ہوتے یا ستاروں، لات، منات، عزیٰ، پتھروں اور درختوں کی پرستش کرنے والے۔ اگر یہ لوگ اسلام کا پرچم بلند نہ کرتے، توحید کا پھریرا نہ لہراتے تو ہم اپنے رب بزرگ و برتر کو جان سکتے نہ اپنے نبی قائد محمد ﷺ کو پہچان سکتے۔ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ۔ اگر یہ نہ ہوتے تو ہمیں ہرگز اس چیز کا علم نہ ہوتا جو اللہ نے اپنے بندے اور محبوب پر اتاری۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ ⇦ ⇦

یہی بات مجلسی بھی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صرف تین آدمیوں، ابوذر، مقداد اور سلمان کے علاوہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

کاش کوئی ان بدبختوں سے پوچھے کہ نبی ﷺ کے اہلِ بیت کہاں گئے؟ اہلِ بیت میں سے نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ، بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسولِ اللہ ﷺ کے دونوں نواسے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کہاں گئے؟

کیا تمہیں خداوندِ ذوالجلال سے بھی شرم نہیں آتی؟

اسی پر بس نہیں، کلینی نے اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی بڑھ کر ایک اور بات کہی ہے، لکھتا ہے: ''لوگ گھبرا جاتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام، مرتد ہو گئے، یا اس کے بعد کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ زمانہ جاہلیت کی طرف پلٹ آئے۔ انصار الگ ہو گئے (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) اور کسی اچھی بات پر الگ نہیں ہوئے (یعنی ان کا انتخاب حق کے لیے یا باطل کے انکار کے لیے نہیں تھا، بلکہ انہوں نے تعصب وحمیت کی وجہ سے ایک باطل کی جگہ دوسرا باطل منتخب کر لیا۔ حاشیہ نویس ملعون نے اس روایت کے ضمن میں یہی لکھا ہے) لوگ سعد کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کی طرح رجز پڑھنے لگے (بالکل اور سراسر جھوٹ) اے سعد! تجھ ہی سے

⇦⇦ کی سنت وحکمت کا علم نہ ہوتا۔ ہم قرآن کو نہ پہچان سکتے جو تمام جہانوں کے لیے رحمت وہدایت اور سراپا نور ہے۔

ہاں اس سے ان روشن دماغوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ کتاب سلیم بن قیس العامری سے انہیں دکھ نہیں ہوتا، جس میں ان کے جعفر نے کہا ہے۔ جی ہاں ان کا جعفر، وہ جعفر نہیں جسے ہم جانتے ہیں کہ وہ صادق ہے...... اس نے کہا ہے: ''ہمارے شیعہ اور ہمارے محبت کرنے والوں میں سے جس کے پاس کتاب سلیم بن قیس العامری نہ ہو گویا اس کے پاس ہماری کوئی چیز نہیں۔ یہ کتاب محمد کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔'' اس کتاب کا کوئی ورق بلکہ کوئی صفحہ ہم نے ایسا نہیں پایا جو واہیات، بکواسات اور گالی گلوچ سے پُر نہ ہو۔ ایک کتاب سلیم بن قیس ہی نہیں، اس جیسی کئی کتابیں ہیں ان لوگوں کی، جو حساب وشمار سے باہر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ہم ان بے حمیت لوگوں سے کہتے ہیں کہ تمہاری وسیع ظرفی اور روشن دماغی تمہیں مبارک! ہم کبھی اور کبھی یہ برداشت نہیں کریں گے۔ جب تک ہماری رگوں میں خون، جسم میں جان اور منہ میں زبان ہے، ہم خاموش نہیں رہیں گے۔

امیدیں ہیں، تیرے بال کنگھی کیے ہوئے اور تو بہت طاقتور ہے۔'' ❶

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک بھی باقی نہ بچا؟ نہ ابوذر، نہ سلمان اور نہ مقداد؟

ایک ہمعصر شیعہ مصنف نے اس سے بالکل مختلف ایک بات کہی ہے۔ باقی سب حضراتِ شیعہ تو نعوذ باللہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گئے۔ لیکن ان کینہ پروروں کا ایک مصنف سرے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے داخلِ اسلام ہونے ہی کا منکر ہے۔ وہ ہمیں جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم ...... بقول اس کے ......شیعہ حضرات پر یہ تہمت لگا کر انصاف نہیں کرتے کہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور عین اس وقت جب وہ یہ جواب دیتا ہے اس بات کا اقرار واثبات بھی کرتا ہے، جو ہم نے بیان کی:

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

لکھتا ہے: ''اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ عرب اس وقت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، جب تک کہ دعوتِ اسلامیہ نے ان کے کان اچھی طرح کھٹکھٹائے نہیں۔ ❷

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی، پس وہی ایمان لایا جو ایمان لایا۔ ان میں سے کچھ پیچھے ہٹ گئے اور اسلام کی دعوت قبول نہ کی، ایسے بھی تھے جنہوں نے بہت دیر کر دی، کچھ ایسے تھے جو اسلام میں داخل ہوئے لیکن اندر سے منافق تھے۔ بعض ایسے لوگ داخل ہوئے جن پر خوف اور ڈر کی وجہ سے زمین تنگ ہو چکی تھی، اور کسی آدمی نے بھی اسلام عقلی طور پر قبول نہیں کیا۔ صرف ایک شخصیت تھی جس نے اپنی مرضی اور بصیرت سے اسلام قبول کیا، جو اپنے شہر سے حق کی طلب میں نکلا۔ خطرات ومصائب سے دوچار ہوا۔ اور بالآخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا (یعنی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ)۔'' ❸

---

❶ "كتاب الروضة من الكافي" جلد ٨ صفحه ٢٤٥.

❷ دیکھیے کس طرح کینہ ان کے منہ سے نکل رہا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، عرب قوم جس نے سب سے اول، اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام پر لبیک کہا اور اسے پوری دنیا تک پہنچایا۔ ان کے خلاف کتنا بغض ہے ان کے دلوں میں۔

❸ یہاں تک کہ علیؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کو بھی نکال دیا کہ سلمانؓ کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں کیا۔

قمی، ارشادِ خداوندی ''وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ'' کی تفسیر کے تحت لکھتا ہے:

''قرآن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں بتا رہا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے (وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ) یعنی انہیں آزمایا نہیں جائے گا اور نہ اللہ انہیں امیر المومنین کے ذریعہ امتحان میں ڈالے گا ''فَعَمُوْا وَصَمُّوْا'' پس وہ اندھے اور بہرے ہوگئے) رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان موجود تھے (پھر وہ اندھے اور بہرے ہوگئے) جس وقت رسول اللہ ﷺ کو دنیا سے اٹھالیا گیا اور امیر المومنین کو ان پر قائم کردیا گیا، پس وہ قیامت تک کے لیے ان (علی رضی اللہ عنہ) کے معاملے میں اندھے اور بہرے ہوگئے۔'' [1]

اسی طرح کی اور بہت سی خرافات ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم نے خود ان کی اپنی کتابوں سے کئی حوالے نقل کرکے آپ کو دکھایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضراتِ شیعہ کا تصور اور نقطۂ نظر کیا ہے؟ پچھلے باب میں ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اہلِ بیت صحابہ رضی اللہ عنہم کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلِ بیت کا نقطۂ نظر

مجموعی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں دونوں نقطہ ہائے نظر بیان کرنے کے بعد اب ہم آپ کو بتائیں گے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، جن کی شان میں اللہ نے فرمایا ''ثَانِيَ اثْنَيْنِ

[1] ''كتاب الشيعة والسنة في الميزان'' صفحہ ۲۰۔ ۲۱ یہ کتاب بیروت سے شائع ہوئی ہے اور مصنف نے اپنے نام کی جگہ صرف س۔خ لکھا ہے۔ کسی غیر معروف مصنف نے یہ کتاب ہماری کتاب ''الشیعہ والسنۃ'' کے ردّ میں لکھی ہے، لیکن پوری کتاب میں سے ایک عبارت اور اس کے مصادر و مآخذ میں سے کسی ایک کو بھی غلط ثابت نہیں کرسکا۔ کسی ایک مسئلہ کو یا ہمارے اخذ کردہ نتائج میں سے کسی ایک نتیجہ کو بھی غلط ثابت نہیں کرسکا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ اللہ عزوجل ہی نے ہمیں اس بات کی توفیق دی کہ ہم نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات، جو اسلام میں ایک مقدس مقام رکھتی ہیں، ان کا اور اس ملت بیضاء کے سچے محبین کا دفاع کرسکیں۔ یا اللہ ہمیں سیدھا اور ہدایت کا راستہ دکھا۔ یا اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنادے جو حق کو پہچان کر اسی کی پیروی کرتے ہیں: ''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔''

إِذْهُمَا فِي الْغَارِ" کے متعلق حضرات اہل بیت کیا نقطہ نظر رکھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی، آپ ﷺ کے داماد، اور آپ کے دونوں نواسوں کے والد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس وقت کو یاد کر کے، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اور ایک ہجوم کر دیا، آپ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اس بیعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر کے ان حالات میں اٹھا کہ باطل مٹ چکا اور دب چکا تھا۔ اور دین خدا کا بول بالا ہو چکا تھا، "وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام امور اپنی نگرانی میں لے لیے اور سب امور آسانی، درستگی، میانہ روی اور عمدہ طریقے پر سرانجام دینے لگے، میں خیر خواہانہ طور پر آپ کے ساتھ رہا اور ان امور میں، جن میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے، میں پوری طرح اطاعت کرتا رہا۔" [1]

ایک اور خط میں جسے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کے ہاتھ اہلِ مصر کے نام بھیجا، جب انہیں وہاں کا عامل مقرر کیا گیا، لکھتے ہیں "اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط اللہ کے بندے، علی امیر المومنین کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام ہے جس تک پہنچے، سلامتی ہو تم پر، میں تمہارے لیے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اما بعد! یقیناً اللہ نے اپنے اعلیٰ نظام اور بہترین تدبیر و تقدیر کے ساتھ اپنے لیے، اپنے فرشتوں اور رسولوں کے لیے اسلام کو بطورِ دین منتخب کیا، رسولوں کے ذریعہ اپنے بندوں تک پہنچایا اور اپنے برگزیدہ و منتخب بندوں کو عطا کیا، پس سب سے زیادہ فضیلت و بزرگی اور عزت کی جو چیز اللہ نے اس امت کو مرحمت کی، وہ محمد ﷺ کی بعثت ہے۔ محمد ﷺ نے امت کو کتاب و حکمت اور سنت و فرائض کی تعلیم دی، انہیں ادب سکھایا کہ وہ ہدایت یاب ہوں، انہیں متفق کیا کہ ان میں تفریق نہ رہے، انہیں پاک کیا تا کہ وہ

[1] "الغارات" جلد ۱ صفحہ ۳۰۷ زیرِ عنوان "رسالة علی علیه السلام الیٰ اصحابه بعد مقتل محمد بن ابی بکر"

ستھرے اور صاف ہو جائیں۔ جب وہ اپنا فرض پورا کر چکے، جو ان کے ذمہ تھا، تو اللہ نے انہیں اٹھالیا۔ اللہ کی رحمتیں اور سلام ہو ان پر، اللہ انہیں اپنی رحمت و رضا عطا کرے۔ بیشک وہ عزت و بزرگی والا ہے۔

ان کے بعد مسلمانوں نے ان دو کو اپنا خلیفہ بنایا، جو بہت صالح و پارسا اور اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والے تھے، جو بہترین سیرت و کردار کے مالک اور سنت کے مطابق کام کرنے والے تھے، پھر وہ دونوں بھی فوت ہو گئے۔ اللہ کی رحمت ہو ان دونوں پر۔ [1]

ایک اور جگہ حضرت صدیقِ اکبر کی خلافت اور آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے درمیان میں سے اس آدمی کو چنا، جو کسی خوف کے بغیر جہاں تک ممکن تھا، درست اور ٹھیک راستے پر چلتا رہا۔'' [2]

مسلمانوں نے کیوں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور اپنا امام منتخب کیا؟

علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہم نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، وہی صاحبِ غار اور دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بھی معلوم تھی اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں آپ رضی اللہ عنہ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔'' [3]

گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اشارہ کر گئے تھے۔

یہی بات دوسرے الفاظ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے جواب میں اس وقت کہی، جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت کے مطالبہ پر برانگیختہ کر رہے تھے۔ ابنِ ابی

---

[1] "الغارات" جلد ۱ ص ۲۱۰ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی روایت شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید میں بھی موجود ہے نیز ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحه ۲٤۱ مطبوعه ایران۔ اور "بحار الانوار" للمجلسی۔

[2] شرح نهج البلاغة للمیثم البحرانی صفحه ٤۰۰.

[3] "شرح نهج البلاغة" لابنِ ابی الحدید الشیعی جلد ۱ صفحه ۳۳۲.

الحدید ❶ لکھتا ہے: ابوسفیان حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا آپ نے خلافت قریش کے کمزور ترین گھر کے سپرد کردی۔ بخدا اگر آپ چاہیں تو میں انسانوں اور گھوڑوں کی بہت جمعیت آپ کو فراہم کردوں۔ اس پر علی علیہ السلام نے کہا: عرصۂ دراز تک تم اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکا کرتے رہے، لیکن تم اسلام اور اہلِ اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ ہمیں تمہارے افراد اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم ابوبکر کو خلافت کا پوری طرح اہل نہ دیکھتے تو ہم خلافت کبھی نہ چھوڑتے۔'' ❷

---

❶ اس کا نام عزالدین عبدالحمید بن ابی الحسن بن ابی الحدید المدائنی ہے۔ نہج البلاغۃ کا شارح ہے، اکابر فضلاء اور عظیم وتبحر علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اہل بیت کی عصمت وطہارت کا پیروکار ہے۔ دین میں اس کا کتنا بلند مقام ہے اور علی کی ولایت میں کس قدر غالی، اس کے لیے اس کی شرح دیکھ لینا ہی کافی ہے، جس میں اس نے ہر اچھی اور عمدہ چیز کو جمع کردیا ہے۔ اس کی شرح تمام عمدہ اور پاکیزہ چیزوں پر مشتمل ہے۔ ۵۸۶ھ میں ذی الحجہ کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوا۔ اس کی تصانیف میں بیس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب ''شرح نهج البلاغة'' ہے۔ یہ شرح اس نے وزیر مؤید الدین محمد بن علقمی کی لائبریری کے لیے لکھی۔ جب لکھ چکا تو اپنے بھائی موفق الدین ابی المعالی کے ہاتھ اس کے پاس بھیجی۔ اس نے اس کو ایک لاکھ دینار، خلعت اور گھوڑا بھیجا۔'' (روضات الجنات جلد ٥ صفحه ٢٠ـ٢١)

مدائن میں پیدا ہوا۔ زیادہ تر اہلِ مدائن انتہائی غالی شیعہ تھے۔ یہ بھی انہی کی رو میں بہہ گیا اور ان کا مذہب قبول کرلیا۔ اس نے انہی کے طریقہ پر عقائد کو نظم میں بیان کیا ہے ان اشعار میں غلو اور افراط بہت زیادہ ہے۔ ایک نظم میں کہتا ہے:

''غیب کی چیزوں کا علم اس کے پاس بغیر روک ٹوک کے جاتا ہے۔ روشن صبح سفر کرنے والی ہے اسے روکا نہیں جاتا۔ آخرت کے دن اس کے پاس ہمارا حساب ہوگا۔ وہی کل ہمیں لذت دے گا اور ڈرانے والا ہے۔ میں نے دینِ اعتزال کو دیکھا اور میں ہر شیعہ کو تیری وجہ سے چاہتا ہوں۔ میں جان چکا ہوں کہ تمہارے مہدی کے بغیر اس دن چھٹکارا نہیں (میں چھٹکارے) کی توقع رکھتا ہوں۔ بخدا میں حسین اور اس کے جسم کو نہیں بھول سکتا۔ کہ گھروں کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے ننگا پڑا تھا۔ افسوس اس خون پر جو امید کے ہاتھوں ناحق بہا اور ضائع ہوگیا۔''

ابوالعباس انکار کرتا ہے کہ وہ: ''وہی ہے جس نے اس مصیبت پر ابھارا اور برانگیختہ کیا۔ جب ہر کجی درست ہورہی تھی۔ زبان فرمانبردار اور جوانی آسودہ حال تھی۔ تلوار تیز اور دل پر جوش تھا۔''

اس کے بعد یہ بغداد چلا گیا اور اعتزال کی جانب مائل ہوگیا۔ اور جیسا کہ صاحب نسمۃ السحر نے کہا ہے، غالی شیعہ ہونے کے بعد یہ پھر معتزلی ہوگیا۔ ۶۵۵ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ آیت اللہ علامہ حلی نے اس کی روایات نقل کی ہیں۔ (الكنىٰ والالقاب جلد ١ صفحه ١٨٥)

❷ ''شرح ابن ابی الحدید'' جلد ١ صفحه ١٣٠.

خود شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں اس بات کو مختلف پیرایہ ہائے اظہار کے ساتھ متعدد مقامات پر نقل کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اُن کے ان گنت فضائل و مناقب کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے خلافت کا سب سے زیادہ حق دار و مستحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابنِ ملجم کے نیزہ مارنے کے بعد آپ کی وفات کے قریب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد امام وخلیفہ کون ہوگا؟ ابووائل اور حکیم علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ کسی کے لیے وصیت نہیں کریں گے؟ اس پر آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں کی تو کیا میں وصیت کروں گا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت تو نہیں کی) لیکن آپ نے فرمایا: اگر خدا ان کے لیے بہتری چاہتا ہوگا تو انہیں اپنے نبی کے بعد سب سے بہتر فرد پر متفق کردے گا۔'' [1]

اس جیسی ایک اور روایت شیعہ راوی ''علم الہدیٰ'' [2] نے اپنی کتاب شافی میں نقل کی ہے:

''امیر المومنین سے روایت ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ وصیت نہیں

[1] ''تلخيص الشافي'' للطوسي جلد ۲ صفحه ۳۷۲ مطبوعه نجف.

[2] اس کا پورا نام علی بن حسین بن موسیٰ ہے۔ علم الہدیٰ کے لقب اور السید مرتضیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۵۵ھ میں پیدا ہوا اور ۴۳۶ھ میں وفات پائی۔ مذہبِ شیعہ کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کے بانیوں میں سے ہے۔ شیعہ حضرات نے اس کی تعریف میں بے حد مبالغہ آرائی کی ہے۔ اس کے بھائی شریف رضی صاحب نہج البلاغۃ نے اس کی بے حد تعریف کی ہے۔ خوانساری اس کے بارے میں کہتا ہے: شریف مرتضیٰ علم وفہم اور کلام وشعر کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں یکتا تھا۔ وجیہ اور عزت والا تھا۔ جہاں تک اس کی تصانیف کا تعلق ہے تو وہ سب کی سب اصول وتاسیس کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس سے پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔ بطورِ مثال ''كتاب الشافي'' امامت میں ایک ایسی کتاب ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کتاب اپنے نام کی طرح شافی وکافی ہے۔ (روضات الجنات جلد ٤ صفحه ۲۹٥ ومابعد)

قمی کہتا ہے، وہ علماء امت کا سردار ہے۔ آثارِ امت کو زندہ کرنے والا ہے۔ اس کو دو شرف حاصل ہیں...... اس نے وہ تمام علوم جمع کیے، جنہیں کسی نے جمع نہیں کیا تھا۔ اسے اس بارے میں ایسا شرف حاصل ہے، جس میں وہ واحد ویکتا ہے۔ تمام مخالف وموافق اس کے فضل پر متفق ہیں...... اس کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں۔ ''الشافی'' امامت میں ایک ایسی کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ آیت اور علامہ نے کہا ہے...... اس سے امامیہ نے فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ اُن کا رکن اور انہیں جمع کرنے والا ہے۔ (الكنى والالقاب جلد ۲ صفحه ۳۹۔۴۰)

کریں گے؟ تو آپ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے وصیت نہیں کی تو میں بھی نہیں کروں گا، لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے خیر وخوبی چاہتے ہوں گے تو انہیں لوگوں میں سے بہترین فرد پر متفق وجمع کردیں گے، جیسے اللہ نے لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین فرد پر جمع کردیا تھا۔'' ❶

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی جماعت اور متبعین کے لیے چاہتے ہیں کہ اللہ انہیں توفیق دے کہ وہ کسی بہتر و پارسا آدمی پر متفق ہوجائیں، جیسا کہ امتِ مسلمہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ایک صالح اور بہترین آدمی پر متفق ہوگئی تھی، یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر، جو نبی ﷺ کے بعد ساری مخلوق میں سے بہترین فرد تھے، جنہیں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، کے شوہر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے امام الہدیٰ، شیخ الاسلام، قریشی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مقتدائے امت کے نام سے موسوم کیا تھا۔ چنانچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے، لکھتا ہے: ''جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش میں سے ایک آدمی امیر المومنین کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے ابھی ابھی آپ خطبہ میں یہ دعا مانگ رہے تھے؟ خدایا ہماری اصلاح بھی اس چیز سے کر جس سے تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح کی، وہ دو کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا، وہ دو میرے پیارے اور محبوب تھے، وہ دو تیرے چچا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ دونوں امام الہدیٰ، شیخ الاسلام، قریشی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مقتدائے امت ہیں۔ جس نے ان دونوں کی اقتدا کی محفوظ رہا۔ جو ان کے نقشِ قدم پر چلا، صراطِ مستقیم پر چلا۔'' ❷

اس کے علاوہ اس کتاب میں بارہا یہ جملہ دہرایا گیا ہے ''علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں کہا: اس امت میں نبی کے بعد بہترین افراد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔'' اگر یہ نہ بھی کہا ہوتا تب بھی ان سے یہ روایت موجود ہے کہ ''ہم نبی ﷺ کے ساتھ حرا پہاڑی پر تھے، اچانک

---

❶ الشافی صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ نجف.

❷ "تلخیص الشافی" جلد ۲ صفحہ ۴۲۸.

پہاڑی ہلنے لگی، حضور ﷺ نے فرمایا: رک جا کہ تجھ پر نبی ﷺ، صدیق اور شہید کھڑے ہیں۔" [1]

غور کیجیے! حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے۔

ہاں! حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد اور حضراتِ شیعہ کے پہلے امامِ "معصوم" جن کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ جس نے ان کی ولایت کا انکار کیا، وہ کافر ہوگیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ان کی اتباع کرنے والے ہی کے لیے نجات ہے، ان سے عداوت رکھنے والا کافر اور ہلاک و برباد ہونے والا ہے۔ جو ان کے علاوہ کسی اور کا سہارا پکڑے، مشرک اور گمراہ ہے۔" [2]

شیعہ حضرات اپنے ائمہ سے نقل کرتے ہیں کہ "خدا نے یہ بات ممنوع کردی ہے کہ قیامت کے دن کوئی قوم اس قوم کی دوست بنے، جس کے اعمال اس قوم کے اعمال سے مختلف ہوں۔ ربِ کعبہ کی قسم، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ [3]

اس قوم پر، جو علی رضی اللہ عنہ اور علی کے دو بیٹوں کی پیروی کے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں، فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے دوستوں اور ساتھیوں کے بارے میں بھی ان کے خیالات و اعتقادات کی پیروی اور احترام کریں۔ بالخصوص آپ ﷺ کے رفیقِ غار کے بارے میں، جن کے متعلق ابھی ہم نے سربراہِ اہل بیت، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرمان، ان کی رائے اور عقیدے کو، خود حضراتِ شیعہ کی اپنی کتابوں اور ان کے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اگلی فصل میں ہم ان شاء اللہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیگر اہل بیت کی رائے پیش کریں گے۔

---

[1] "الاحتجاج" للطبرسی وبحار الانوار از مجلسی.

[2] "فرق الشیعة" للنوبختی صفحه ٤١ مطبوعه نجف ١٩٥١ء۔ "تفسیر قمی" جلد ١ ص ٥٦ بضمن آیت "إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا".

[3] "کتاب الروضة من الکافی" للکلینی، جلد ٨ صفحه ٢٥٤.

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی رائے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عامل، جن کے بارے میں جعفر بن باقر کہتے ہیں: ''جب ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور انہیں نکالا گیا، لوگوں نے دیکھا کہ ان کے کفن سے ایک سفید پرندہ نکل کر فضا کی طرف اڑ گیا۔ اور اڑتے اڑتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ یہ دیکھ کر جعفر کہنے لگے ''میرے والد ان سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔'' [1]

شیعہ مشہور شیخ مفید [2] آپ رضی اللہ عنہ کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

> ''امیر المومنین ایک رات کا کھانا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس کھایا کرتے تھے، ایک رات حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک رات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس۔'' [3]

یہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] ''رجال الکشی'' زیرِ عنوان عبداللہ بن عباسؓ، صفحہ ٥٥ مطبوعہ کربلا۔

[2] اس کا پورا نام محمد بن محمد بن نعمان العکبری البغدادی ہے۔ ٣٣٨ھ میں پیدا ہوا اور ٤١٣ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ السید مرتضیٰ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی، یہ مفید کے نام سے مشہور ہے۔ اس لیے کہ بقول ان کے ''امام غائب نے اسے یہ لقب دیا تھا۔'' (معالم العلماء ص ١٠١) شیعہ حضرات کے اکابر اور بڑے مشائخ و اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔ متاخرین میں سے سب نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ فقہ، کلام، اور حدیث میں اس کی فضیلت مشہور و مسلم ہے۔ اپنے زمانہ میں سب سے ثقہ اور سب سے بڑا عالم تھا۔ اس کے دور میں امامیہ کی ریاست ختم ہوگئی تھی ۔ اس کی تقریباً دو سو چھوٹی بڑی تصنیفات ہیں۔ (روضات الجنات جلد ٦ صفحہ ١٥٣) کہتے ہیں امامِ وقت (مزعومہ امام غائب) نے اپنے خط میں اسے ''الاخ السدید'' اور ''المولیٰ الرشید'' کہہ کر مخاطب کیا ہے ''اے ہمارے مخلص آقا، ہمارے مددگار، اے وہ جسے حق کا الہام ہوتا ہے اور جو حق کی دلیل ہے، اے نیک بندے، حق کے حامی، کلمۂ حق کے ساتھ اس کی دعوت دینے والے۔ (المقدمة للارشاد صفحه ٤)

[3] ''الارشاد'' از شیخ مفید صفحه ١٤.

''اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، آپ رضی اللہ عنہ فقیروں پر رحم کرنے والے، قرآن کی تلاوت کرنے والے، بری بات سے روکنے والے، دین کے پہچاننے والے، اللہ سے ڈرنے والے، برائی سے روکنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، رات کو اللہ کے حضور کھڑا ہونے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے، آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سے تقویٰ و طہارت میں برتر مقام کے حامل، اور زہد و پاکیزگی میں سب سے بلند تر تھے۔'' ❶

امیر المومنین کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ! جی ہاں وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ جنہیں قومِ شیعہ دوسرا معصوم امام مانتی ہے۔ اور بقول ان کے خدا نے پوری امت پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ حسن رضی اللہ عنہ کی اتباع کرے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے اپنے جسم کی طرح عزیز ہیں۔'' ❷

حسن بن علی رضی اللہ عنہما، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا اس حد تک احترام و توقیر کیا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی دیگر شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ ''وہ لوگوں کے تمام فیصلے و احکامات، اللہ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ''خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم'' کی سیرت کے مطابق کیا کریں۔ اور ایک نسخہ میں ''خلفاء صالحین'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔'' ❸

شیعہ حضرات کے چوتھے امام علی بن حسن بن علی، ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ عراق کے چند لوگ آپ کے پاس آئے اور آ کر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہنے لگے۔ جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو علی بن حسن نے ان

---

❶ "ناسخ التواریخ" جلد ٥ کتاب ٢ ص ١٤٣ ـ ١٤٤ مطبوعہ، طھران.

❷ "عیون الاخبار" جلد ١ صفحہ ٣١٣ "معانی الاخبار" صفحہ ١١٠ مطبوعہ ایران.

❸ "منتھی الآمال" صفحہ ٢١٢ جلد ٢ مطبوعہ ایران.

سے پوچھا: مجھے بتاؤ، کیا تم وہ ہو جن کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے:

﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الحشر: ۸)

انہوں نے کہا: ''نہیں'' پھر پوچھا ''کیا وہ ہو جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

کہنے لگے کہ: ''نہیں'' یہ سن کر علی بن حسن کہنے لگے کہ ''تم نے دونوں گروہوں سے اپنے آپ کو بری قرار دیا ہے، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

اللہ تمہیں تباہ کرے، میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ [1]

حضرات شیعہ کے نزدیک پانچویں معصوم امام زین العابدین کے بیٹے محمد بن علی بن حسین، جن کا لقب باقر ہے، ایک دفعہ ان سے تلوار مزین کرنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ علی بن عیسیٰ اربلی [2] نے اپنی کتاب ''کشف الغمہ'' میں یہ روایت نقل کی ہے: ابوعبداللہ جعفی

[1] ''كشف الغمة'' للاربلی جلد ۲ صفحه ۷۸۔ مطبوعه: تبریز، ایران.

[2] اربلی کا پورا نام بہاؤ الدین ابوالحسن علی بن حسین فخر الدین عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں موصل کے قریب اربل نامی ایک شہر میں پیدا ہوا اور ۶۹۳ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ قمی اس کے بارے میں کہتا ہے: اربلی امامیہ کے اکابر علماء میں سے تھا۔ عالم، فاضل، شاعر، ادیب اور بہترین کاتب تھا۔ ماہر محدث اور بزرگ وثقہ آدمی تھا۔ بے شمار فضائل ومحاسن کا مالک: ''كشف الغمة فی معرفة الائمة'' کا مصنف ہے۔ ۶۸۷ھ میں اپنی تصنیف کی تکمیل سے فارغ ہوا۔ ائمہ کی تعریف میں اس نے بہت سے اشعار کہے ہیں، جن میں کچھ ''كشف الغمة'' میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کی کتاب ''كشف الغمة'' ایک نفیس، جامع اور ایک عمدہ کتاب ہے'' ⇦

عروہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے ابوجعفر محمد بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ "تلوار مزین و آراستہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟" تو انہوں نے کہا کہ "اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کو مزین کیا ہے۔" راوی کہتے ہیں، میں نے کہا: "کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟" یہ سن کر آپ ایک دم اچھل پڑے۔ قبلہ کی جانب منہ کرلیا اور کہنے لگے: "ہاں ہاں، میں انہیں صدیق کہتا ہوں۔ جو انہیں صدیق نہ کہے، خدا کرے کہ دنیا و آخرت میں کبھی سچا نہ ہو۔" [1]

آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کیوں نہ کہتے کہ آپ کے دادا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بزبانِ وحی گفتگو کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا تھا۔ شیعہ مصنف بحرانی اپنی تفسیر "البرھان" میں علی بن ابراہیم سے روایت نقل کرتا ہے، کہتا ہے: "مجھ سے میرے والد نے بعض راویوں کے حوالہ سے ابوعبداللہ کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: "مجھے یوں لگتا ہے گویا میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو سمندر میں تیرتا دیکھ رہا ہوں، انصار کی طرف دیکھو۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، "یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! "مجھے بھی دکھایئے۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور آپ رضی اللہ عنہ بھی انہیں دیکھنے لگے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انت الصدیق"۔ [2]

⇐ دیکھئے (الکنیٰ والالقاب جلد ۳ صفحہ ۱۴۔ ۱۵ ط۔ قم، ایران) خوانساری کہتا ہے: شیعہ علماء کے اکابر محدثین میں سے تھا۔ ساتویں صدی کے عظیم ترین علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے...... تمام امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ علی بن عیسیٰ ان کے عظیم ترین علماء میں سے ہے اور اپنے علماء میں ایک منفرد اور ایک ممتاز فرد ہے۔ اس کی نقل (روایت) کو مامون سمجھا گیا اور اس پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (روضات الجنات جلد ٤ صفحہ ٣٤١۔ ٣٤٢)

[1] "کشف الغمة" جلد ۲ صفحہ ۱٤۷.

[2] "البرھان" جلد ۲ صفحہ ۱۲۵.

ایک روایت میں طبرسی ❶ باقر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: ''نہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا منکر ہوں نہ عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا لیکن افضیلت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھے۔'' ❷

لقب صادق سے معروف باقر کے بیٹے ابوعبداللہ جعفر۔ جو شیعہ کے ہاں چھٹے امام معصوم سمجھے جاتے ہیں...... سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا، خیال رہے کہ اس روایت کو نقل کرنے والا انتہائی متعصب اور غالی شیعہ قاضی نور اللہ شوشتری ❸ ہے، جسے ۱۰۱۹ھ میں قتل کر دیا گیا تھا، لکھتا ہے ''ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا، اے اولادِ رسول، آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امام صادق نے کہا: دونوں امام عادل، اور انصاف کرنے والے تھے، دونوں حق پر تھے، اور حق ہی پر ان کی موت آئی، اللہ قیامت تک ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا رہے۔'' ❹

---

❶ اس کا نام ابوالمنصور احمد بن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ طبرستان کا رہنے والا تھا۔ یہ آدمی ہمارے متقدمین میں سے فاضل ترین آدمی تھا۔ اس کی کتاب ''الاحتجاج'' قوم کے ہاں مشہور و معروف ہے۔ ''امل الآمل'' میں بھی اس کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ عالم، فاضل، محدث اور ثقہ آدمی تھا۔ اس کی کتاب ''الاحتجاج'' بہت عمدہ اور بہت سے فوائد کی حامل ہے۔ (روضات الجنات جلد ۱ صفحہ ٦٥)

طبرسی کہتا ہے: شیخ، عالم، فاضل، کامل اور ماہر تھا۔ فقیہ و محدث اور بزرگ و ثقہ تھا۔
(الکنیٰ والالقاب جلد ۲ صفحہ ٤٠٤)

❷ ''الاحتجاج'' للطبرسی صفحہ ۲۳۰ زیرِ عنوان ''احتجاج ابی جعفر بن علی الثانی فی الانواع الشتی من العلوم الدینیة'' مطبوعہ مشہد، کربلاء۔

❸ اس کا نام نور اللہ بن شرف الدین الشوشتری تھا۔ ہندوستان کے مشہور شیعہ علماء میں سے تھا۔ مغل بادشاہ جہانگیر کے عہدِ حکومت میں لاہور کا قاضی تھا۔

محدث، متکلم، محقق، فاضل اور اعلیٰ نسب والا تھا۔ بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنے مذہب کی تائید اور مخالفین کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں، گیارہویں صدی میں جہانگیر کے دورِ حکومت میں اکبر آباد کے مقام پر رافضی ہونے کے الزام میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اسے شہید ثالث کہا جاتا ہے۔ ''مجالس المومنین''، ''احقاق الحق'' اور مصائب النواصب اسی کی کتابیں ہیں۔ اس کے علمی تبحر، فضل، علوم پر دسترس اور لکھنے کی اعلیٰ صلاحیت کے لیے اس کی کتاب ''احقاق الحق'' کو پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ یہ شیخ بہائی کا ہمعصر تھا۔ اکبر آباد ہندوستان میں شیعہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ (الکنی والالقاب جلد ۳ صفحہ ٤٥)

❹ ''احقاق الحق للشوشتری ج ۱ ص ۱٦ مطبوعہ مصر۔''

کلینی نے آپ سے روایت کرتے ہوئے ''الفروع'' میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب جب آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کر جائیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں پانچ آدمیوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اور پانچ آدمی بہت ہیں، اللہ تعالیٰ پانچ ہی پر راضی ہے، چنانچہ آپ نے پانچ کے بارے میں وصیت کی۔ بعد میں ان کی موت کے قریب رب نے ان پانچ کو بھی تین کر دیا۔ اگر آپ کو علم ہوتا کہ تین ہی بہتر ہیں تو آپ تین ہی کے بارے میں وصیت کرتے۔ پھر تم جانتے ہو کہ ایک شخص کے بعد پرہیزگاری و بزرگی میں سلمان اور ابوذر رضی اللہ عنہما کا مقام ہے۔

آپ سے کہا گیا: اے ابوعبداللہ آپ اس قدر پرہیزگار ہو کر یہ کرتے ہیں، حالانکہ آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ آپ نے آج مرنا ہے یا کل مرجانا ہے؟ آپ کا جواب یہ تھا کہ جیسے تمہیں میری موت کا خدشہ ہے ایسے ہی تم میری زندگی کے لیے امید کیوں نہیں رکھتے؟ جاہلو! کیا تمہیں خبر نہیں کہ انسان کا نفس اس وقت تک پراگندہ رہتا ہے جب تک کہ اسے قابلِ اعتماد معاش کا سہارا نہ ہو، جب قابلِ اعتماد معاش مل جائے تو نفس بے فکر و مطمئن ہو جاتا ہے۔ جہاں تک ابوذر رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، اس کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں تھیں، جن کا دودھ دوہتے اور جب ان کے اہلِ خانہ کا گوشت کھانے کو جی چاہتا یا ان کے ہاں کوئی مہمان آ جاتا تو ان میں سے کسی کو ذبح کر لیتے۔ یا کسی ضرورت مند محتاج کو دیکھتے تو اس کے کھانے کے لیے بکری وغیرہ ذبح کر دیتے۔ اس کا گوشت کر کے اسے سب میں تقسیم کر دیتے اور اپنے لیے بھی اتنا ہی حصہ رکھتے، کسی سے زیادہ نہ لیتے، ان سے بڑھ کر زاہد کون ہوگا؟ انہی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے، فرمایا ہے۔'' [1]

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ زہد میں وہ مقام رکھتے ہیں جو پوری امت میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ کا مقام بھی زہد میں آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہی آتا ہے۔

---

[1] ''کتاب المعیشة'' الفروع من الکافی جلد ٥ ص ٦٨.

شیعہ مورخ اربلی آپ کے بارے میں کہتا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے "ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دو دفعہ جنم دیا" اس لیے کہ "آپ کی والدہ امِ فروہ، قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں اور آپ کی نانی اسماء عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں۔ ❶

سید مرتضیٰ اپنی کتاب "الشافی" میں جعفر بن محمد کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ کی قبر مبارک پر آتے تو رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ دونوں پر بھی سلام پڑھتے۔ ❷

یہ اتنی اچھی اور خوبصورت باتیں ہیں کہ جی چاہتا ہے آدمی بیان کرتا چلا جائے، لیکن بات زیادہ لمبی ہو جائے گی، ہم صرف اختصار کے ساتھ آپ کو ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں۔ آیئے دیکھیں قومِ شیعہ کے آخری امام، حسن بن علی، جنہیں حسن عسکری کہا جاتا ہے، شیعہ حضرات کے نزدیک گیارہویں معصوم امام ہیں...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ واقعہ ہجرت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دینے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اے ابوبکر! کہ تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ رہو اور وہی طلب کرو جو میں طلب کروں، کیا تمہیں علم ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کتنے آلام و مصائب جھیلنا پڑیں گے؟" یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تک یہ کائنات باقی ہے اور پوری زندگی میں مجھے سخت ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے، کرب و اذیت کا ایسا عالم ہو کہ نہ پوری طرح موت آئے اور نہ ایک لمحہ سکون میسر آئے، بخدا آپ ﷺ کی محبت میں مجھے ایسی زندگی اس زندگی سے عزیز تر ہے کہ آپ ﷺ کا مخالف ہوتے ہوئے عیش وعشرت کی زندگی بسر کروں اور دنیا کے کل بادشاہوں کے خزانوں کا مالک ہو جاؤں۔ میں، میرا مال اور میری اولاد آپ ﷺ پر قربان۔" یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک رب نے تیرے دل پر

---

❶ كشف الغمة: ٢/ ١٦١.

❷ "كتاب الشافى" صفحه ٢٣٨ "شرح نهج البلاغة" جلد ٤ ص ١٤٠ مطبوعه بيروت.

اپنی خاص تجلی ڈالی ہے جس کی وجہ سے تیری زبان پر یہ جاری ہوا۔ اللہ نے تجھے میرے لیے آنکھ اور کان جیسا کیا ہے، میری ذات میں تجھے وہی مقام و منزلت حاصل ہے جو جسم میں سر اور بدن میں روح کو حاصل ہوتی ہے۔'' ❶

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ ہم نے تمام روایات، اور ہر روایت حوالہ کے ساتھ شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کچھ روایات، سرکارِ دو جہاں، رسولِ جن وانس سے منقول ہیں۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! اور پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے لے کر جو بقول ان کے پہلے امامِ معصوم ہیں، آخری امام ظاہر تک سے منقولہ روایات پیش کی گئی ہیں۔

اب اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اور قارئین کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اہلِ بیت سے منقول مزید دو روایتیں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ یہ روایتیں بھی انہی حضرات کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے جو محمد باقر کے سگے بھائی اور جعفر صادق کے چچا تھے، منقول ہے۔ اس راوی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''وہ قرآن کے حلیف تھے۔'' ❷

بہت سے شیعہ ان کے بارے میں امام ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، اس اعتقاد کی وجہ یہ ہے کہ وہ تلوار لے کر نکلے تھے۔ ❸

مشہور شیعہ مصنف ابوالفرج اصفہانی، ❹ اشنانی سے عبداللہ بن جریر کی روایت نقل کرتا

---

❶ "تفسير الحسن العسكرى" صفحه ١٦٤ـ ١٦٥ مطبوعه ايران.

❷ "الارشاد" للمفيد صفحه ٢٦٨ بعنوان "ذكر اخوته" (باقر کے بھائیوں کے ذکر کے ضمن میں)۔

❸ ایضاً.

❹ اس کا نام ابوالفرج علی بن حسین بن محمد ہے۔ اصفہان میں ۲۸۴ھ میں پیدا ہوا۔ پھر بغداد چلا گیا اور وہیں پلا بڑھا اور مناصب حاصل کیے ۳۵۶ھ میں وفات پائی۔ بنی بویہ کا محبوب اور مقرب تھا۔ شاید اس وجہ سے اس کی عزت اور قدر دانی کی گئی کہ وہ شیعہ کے ساتھ متفق تھا۔ شعر و ادب میں اس کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں، جن میں سب سے مشہور "الاغانی" اور "مقاتل الطالبین" ہے۔ محسن امین نے اسے شیعہ شعراء اور مورخین کے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔
(اعيان الشيعه ج ١ ص ١٧٥)

ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے جعفر بن محمد (یعنی جعفر صادق) کو زید بن علی کی سواری کے ساتھ اس کی رکابیں تھامے اور اس کی زین کا کپڑا درست کرتے دیکھا ہے۔'' ❶

شیعہ مصنف، صاحب ناسخ التواریخ ❷ کی روایت کے مطابق انہیں یعنی زید بن زین العابدین بن حسین سے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تھا، روایت میں ہے کہ کوفہ کے بہت سے ممتاز اور معزز لوگوں نے ایک دن حاضر ہو کر زید کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ سے پوچھنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ زید نے کہا: میں خود بھی ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی میں نے اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ کہتے سنا ہے۔ نہ انہوں نے کبھی ہم پر ظلم کیا نہ کسی اور پر، دونوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کیا۔'' ❸

اس کے بعد کہتے ہیں: ''جب لوگوں نے آپ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ باتیں سنیں تو آپ سے الگ ہو گئے اور ان کا میلان باقر کی طرف ہو گیا۔ چنانچہ زید نے کہا: ''رفضونا الیوم'' آج یہ لوگ ہم کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ رَفَضَ کے معنی چھوڑ دینا اور پھینک دینے کے ہیں۔ اسی لیے اس گروہ کو رافضی کہا جاتا ہے۔'' ❹

دوسری روایت اس شخصیت سے ہے جس کے متعلق شیعہ نے بے شمار من گھڑت کہانیوں کے جال بن رکھے ہیں، یعنی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، جن کے بارے میں کہا گیا ہے: ''سلمان محمدی ہمارے اہلِ بیت میں سے ایک فرد تھے۔'' اور ایک جگہ کہا گیا ہے کہ ''یقیناً

---

❶ ''مقاتل الطالبین'' للاصفهانی ص ۱۲۹ مطبوعه دارالمعرفه بیروت.

❷ ''نـاسـخ التواریخ'' سپر کی تصنیف، جو شاہ ناصر الدین اور اس کے بیٹے مظفر الدین کا معاصر تھا۔ اس کی کتاب ''نـاسـخ التواریخ'' ایسی چھپی ہے کہ ابھی تک اس جیسا کام نہیں کیا جا سکا۔ (''اعیـان الشیـعة'' بـعـنـوان طبقات المورخین قسم ۱ جلد ۲ صفحه ۱۳۲)

❸ ''ناسخ التواریخ'' ج ۲ صفحه ۵۹۰ زیرِ عنوان ''احوال الامام زین العابدین''

❹ ایضاً۔

سلمان ہم اہلِ بیت میں سے تھے۔" ❶

ایک روایت میں ہے: "نبی ﷺ کے بعد سوائے تین آدمیوں کے سب کے سب مرتد ہوگئے تھے، وہ تین مقداد، ابوذر اور سلمان ہیں۔ خدا کی رحمت اور برکتیں ہوں ان پر۔" ❷

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: "بے شک سلمان زمین پر خدا کا دروازہ تھے، جس نے اسے پہچان لیا وہ مومن ہے، جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔" ❸

اب سنیے! یہی سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو تم سے بلند مقام حاصل کیا ہے، تو نماز اور روزہ کی بنا پر نہیں، بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں موجود تھی۔" ❹

اس کے علاوہ دیکھیے کہ نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس حد تک چاہتے تھے کہ جنگ بدر میں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے مقابلے میں، جو سوار اور پوری طرح مسلح تھا، نکلنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ کو روک دیا: "اپنی تلوار اٹھا کر اپنی جگہ واپس چلے جاؤ اور ہمیں اپنی ذات سے نفع اٹھانے کا موقع دو۔" ❺ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کو نبی کریم ﷺ کی نفع رسانی کے لیے وقف کر دیا۔ ہم اس بحث کو اسی پر تمام کرتے ہیں۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت

نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام مخلوقات میں سے بہترین فرد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہم آپ کو نبی ﷺ کے اہل بیت کے خیالات و اعتقادات بتا چکے ہیں، اب ہم بتائیں گے کہ نبی ﷺ کی خلافت اور مسلمانوں کی امارت و امامت کے مسئلہ میں بھی اہل بیت اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اہلِ بیت نے بھی اسی طرح

❶ "رجال الكشي" ص ١٨ ـ ٢٠ مطبع الاعلمي، كربلاء.

❷ "الروضة من الكافي" ج ٨ ص ٢٤٥. ❸ "رجال الكشي" ص ٧٠.

❹ "مجالس المومنين" از شوشتری ص ٨٩. ❺ "كشف الغمة" جلد ١ صفحه ١٩٠.

آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے، جس طرح دوسرے تمام لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اہل بیت قدم بقدم آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے رہے، مسلمانوں کے دکھ درد بانٹتے رہے، آپ رضی اللہ عنہ کی بہتری و بہبود میں پورے پورے شریک رہے۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے قریبی مشیرین میں سے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ سرکاری معاملات اور لوگوں کے مسائل کا حل کرنے میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے اور اپنی فہم و فراست سے انتہائی نفع مند اور قیمتی مشوروں سے نوازتے، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتے۔ کوئی روکنے والا انہیں نہ روک سکا اور نہ کوئی باز رکھنے والی قوت انہیں اس سے باز رکھ سکی۔ آپ صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نمازیں ادا کرتے، ان کے احکامات کی تعمیل کرتے اور ان کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کرتے۔ ان کے احکامات کو دلیل سمجھتے اور ان کی بات کو سند کا درجہ دیتے۔ خلوص، محبت و تعلق کا اظہار اور برکت کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھے۔

اہلِ بیت کو آپ رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہلِ بیت نے آپ سے اور آپ کی اولاد سے سسرالی تعلقات قائم کیے۔ خود ان کے ہاں شادیاں کیں اور اپنے ہاں ان کی شادیاں کروائیں۔ سب حضرات آپس میں ایک دوسرے کو تحائف دیتے اور لیتے رہے۔ آپ کے اور اہل بیت کے تعلقات اس طرح کے تھے جیسے بہت ہی محبت رکھنے والے عزیزوں اور انتہائی قریبی رشتہ داروں میں ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ تھا اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا کہ سب ایک ہی شجرِ پُر بہار کی شاخیں اور ایک ہی نخلستانِ پُر ثمر کے پھل تھے۔ وہ ویسے نہیں تھے جیسا مکار یہودیوں کی اولاد نے انہیں سمجھا ہے۔ بخدا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پر عظمت امت کے خلاف بغض رکھنے والوں، مسلمانوں پر حسد کرنے والوں اور اللہ کا کلمہ و پرچم بلند کرنے والوں کے خلاف دل میں نفرت رکھنے والوں نے آپ کو غلط سمجھا ہے۔

جہاں تک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے کا تعلق ہے، اس ضمن میں اتنا

عرض کردینا کافی ہے کہ خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ امیر شام حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میرے ہاتھ پر بھی قوم کے انہی افراد نے بیعت کی ہے، جنھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس کے بعد نہ موجودہ افراد کو کوئی اختیار باقی رہتا ہے اور نہ دور والے اسے رد کرسکتے ہیں۔ شوریٰ مہاجرین اور انصار سے ترتیب پائی تھی، وہ جس آدمی پر بھی متفق ہوکر اسے امام بنا دیتے، اسی میں اللہ کی رضا شامل ہو جاتی۔ بیعت کے بعد کوئی آدمی بھی امام کی اطاعت سے خارج نہیں، سوائے اس صورت کے کہ امام میں کوئی طعن یا بدعت پائی جائے۔ اس صورت میں امام کو اس چیز سے روکا جائے گا۔ اگر وہ نہ مانے تو مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے خلاف جدوجہد کی جائے گی اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا جائے گا۔''[1]

ایک جگہ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''تم لوگ میری بیعت اس چیز پر کررہے ہو، جس پر مجھ سے پہلے خلفاء (ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) کی بیعت کی گئی۔ لوگوں کو اختیار صرف اس وقت تک ہے، جب تک وہ بیعت نہیں کرتے۔ جب بیعت کرچکیں، ان کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔''[2]

ان الفاظ میں کوئی اشکال اور ابہام نہیں، بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ خلافت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مسلمان کسی آدمی پر متفق و متحد ہو جائیں، اور عصرِ اوّل میں خاص طور پر انصار و مہاجرین کا کسی آدمی پر متفق ہونا ضروری تھا۔ انصار اور مہاجرین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پر متفق ہوچکے تھے۔ اب نہ وہاں موجود افراد کو کوئی اختیار باقی رہتا ہے اور نہ غیر

---

[1] ''نهج البلاغة'' ص ٣٦٦۔٣٦٧ مطبوعه بيروت تحقيق صبحي صالح.

[2] ''ناسخ التواريخ'' جلد ٣ جزء ٢.

موجود افراد اسے رد کر سکتے ہیں۔ ہم پچھلی فصل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایتیں ذکر کر چکے ہیں، جنہیں ثقفی نے "غارات" میں نقل کیا ہے۔ ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے کہ لوگ بیعت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور ان پر ایک ہجوم کر دیا۔ کسی صاحب عدل وانصاف کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت کے صحیح ہونے کا اقرار واعتراف کر لیا جائے۔ [1]

شیعہ کی کتاب "غارات" میں مذکور ایک اور روایت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت وامامت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا ہے، آپ کہتے ہیں: "ہم اللہ کے فیصلے پر خوش ہیں، اور اللہ کا کام اسی کے سپرد کرتے ہیں...... میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں بیعت کرنے سے پہلے ہی ان کی اطاعت کا عہد اپنے گلے میں ڈال چکا تھا۔" [2]

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا تو آپ رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور جس طرح مہاجرین اور انصار نے بیعت کی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ وہ آج امیر المومنین اور مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے تھے۔ وہ لوگ (حضرات صحابہ) قومِ شیعہ کے عقیدے کے مطابق تقیہ نہیں کرتے تھے، اسی بات کا اظہار کرتے جو ان کے دل میں ہوتی، ان کے دل تقیہ کی آلودگی سے پاک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پرانی یادوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اس موقع پر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان

[1] اس کا نام ابواسحاق ابراہیم ثقفی کوفی اصفہانی ہے۔ سن ۲۰۰ھ میں یا اس سے دو سال پہلے پیدا ہوا۔ ۲۸۳ھ میں اصفہان میں وفات پائی۔ شیعہ حضرات کے اکابر مؤلفین اور راویوں میں شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ نوری طبرسی نے بیان کیا ہے: "ابراہیم ثقفی مشہور ہے اور اس پر تمام اصحاب نے اعتماد کیا ہے۔ جیسا کہ اس کے احوال سے معلوم ہوتا ہے وہ بڑے مؤلفین اور راویوں میں سے ہے۔ بڑے بڑے راویوں نے اس سے روایت کی ہے۔ (مستدرك الوسائل جلد ۳ ص ۵۴۹۔ ۵۵۰) خوانساری نے "روضات الجنات" میں اسے "الشیخ المحدث"، "المروج الصالح السدید" کے نام سے پکارا ہے۔ "الغارات" کا مصنف ہے...... "البحار" میں اس سے بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں۔" اس کی تقریباً پچاس عمدہ تصانیف ہیں۔" (اعیان الشیعة قسم ۲ ص ۱۰۳)

[2] "نہج البلاغة" ص ۸۱ خطبه ۳۷ مطبوعه بیروت بتحقیق صبحی صالح.

کی بیعت کر کے ان کی معاونت کی...... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام امور اپنی نگرانی میں لیے اور سب امور آسانی، درستگی، میانہ روی اور عمدہ طریقہ پر سرانجام دینے لگے۔ میں خیر خواہانہ جذبے کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ اور ان امور میں جن میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے، میں دل و جان سے آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتا رہا۔'' ❶

ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے ابھارنا چاہا تو آپ نے انہیں دوٹوک جواب دیا۔ اس لیے کہ جیسا ہم بیان کر چکے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو جانے کے بعد اب آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق نہیں رہا۔

امیرِ شام معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں بھی آپ نے خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور آپ رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال فرما جانے کے بعد علی رضی اللہ عنہ آپ کے لیے اللہ سے مغفرت و احسان کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور ان کے دنیا سے اٹھ جانے پر اظہارِ غم اور افسوس کیا کرتے تھے، لکھتے ہیں: ''اللہ نے مسلمانوں میں سے بہت سے افراد کو اپنی تائید و مدد کے لیے چن لیا تھا۔ اسلام میں جو کوئی جس منزلت کا حامل ہوتا ہے، اللہ بھی اپنے ہاں اسے وہی مقام و عزت بخشتا ہے۔ ان میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے بلند تر مقام کے حامل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔'' ''بے شک وہ دونوں اسلام میں عظیم مقام پر فائز ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے، انہیں اسلام کی وجہ سے بہت تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں۔ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے۔'' ❷

طوسی ❸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب

---

❶ "منار الهدیٰ" لعلی البحرانی الشیعی ص ۳۷۳ "ناسخ التواریخ" ج ۳ ص ۳۲ھ۔

❷ ابن میثم شرح نہج البلاغة ط: ایران ص ۴۸۸۔

❸ ''اس کا نام محمد بن حسن بن علی طوسی ہے۔ ۳۸۵ھ میں پیدا ہوا اور ۴۶۰ھ میں نجف میں فوت ہوا...... اسے ''شیخ الطائفہ'' کا لقب دیا گیا ہے۔'' (تنقیح المقال ص ۱۰۵ ج ۳)
''وہ شیعہ حضرات کا ستون تھا، شیعہ کے علم کو بلند کرنے والا تھا۔ غرض یہ کہ شیخ الطائفہ تھا۔ وہ شیعہ کا ⇦

علی رضی اللہ عنہ جنگِ جمل میں شکست کھانے والوں سے ملے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور میرے ساتھ انصاف کیا تھا۔ جیسے تم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے، میں نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ تم نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، میں نے بھی عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور اسے نبھایا ہے۔ تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، میں بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکا ہوں، اس کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ تم میرے پاس آئے۔ تم میں سے کسی کو بلایا یا مجبور نہیں کیا گیا تھا۔" ❶ "تم نے میری بیعت بھی اسی طرح کی، جس طرح ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کو میری بیعت سے زیادہ نبھاتے اور پورا کرتے ہو۔" ❷

اگر آپ رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد ہوتا تو آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعتقاد نہ رکھتے۔ آپ کے مشیروں میں شامل نہ ہوتے۔ اور وہ باتیں نہ کہتے، جو آپ نے اہلِ جمل سے کہی تھیں۔ ہم پیچھے آپ کی اس روایت کو نقل کر چکے ہیں کہ "پھر تم لوگ میرے پاس اس حال میں آئے کہ تمہیں بلایا نہیں گیا تھا" اگر آپ اللہ کی طرف سے امام ہوتے تو آپ انہیں اپنی امامت کی

⇐ سردار تھا جس کے سامنے گردنیں جھک جایا کرتی تھیں، اس نے اسلام کے تمام علوم پر لکھا ہے۔ وہ امام اور سند کا درجہ رکھتا تھا، اس کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ شیخ مفید اور السید مرتضیٰ وغیرہ کا شاگرد تھا (الکنی و الالقاب ج ۳ ص ۳۵۷) یہ صحاح اربعہ میں سے دو کتابوں "التھذیب" اور "الاستبصار" کا مصنف ہے۔
"اس نے اسلام کے ہر فن پر کتاب لکھی ہے، وہ عقائد اور اصول و فروع کو درست کرنے والا ہے۔ تمام فضائل اس میں پائے جاتے تھے۔" (روضات الجنات ج ٦ ص ٣١٦)

❶ کیا خلافت منصوص (نص سے ثابت) ہے؟
اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ علی بن ابی طالب نہیں سمجھتے تھے کہ خلافت و امامت صرف نص ہی سے منعقد ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ "امامت خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ایک عہد ہے جو ایک کے بعد دوسرے سے کیا جاتا ہے۔" (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۷۷) اور یہ کہ "یہ رسول اللہ کی طرف سے عہد ہے جو ایک آدمی کے بعد دوسرے سے کیا جاتا ہے۔" (الاصول من الكافي ج ١ ص ٢٧٧)
اس کی تفصیل کے لیے شیعہ حضرات کی یہ کتابیں دیکھیے! "اصل الشيعة واصولها" لمحمد حسين آل كاشف الغطاء "الاعتقادات" لابنِ بابويه قمي "الالفين" للحلي اور "بحار الانوار" للمجلسي وغیرہ۔

❷ "بحار الانوار" للمجلسي جلد ٢٣ ص ٣٩٠ منقول از شیخ مفید۔

دعوت دیتے رہتے، اور جب لوگوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو آپ ہرگز یہ نہ کہتے کہ ''مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو ڈھونڈو'' ہمیں ایسی صورتِ حال کا سامنا ہے جس کے کئی پہلو اور گوشے ہیں، دل اس پر نہیں ٹھہرتے، عقلیں اس پر قائم نہیں رہتیں۔ اس کے بعد کہا: ''اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی تم جیسا ایک فرد ہوں۔ شاید تم جس کے سپرد اپنا معاملہ کردو وہ تمہاری بات زیادہ سنے، زیادہ مانے۔ میں تمہارا وزیر بنوں، یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر بنوں۔'' (یہ خطاب علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا، جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد لوگوں نے آپ کی بیعت کرنا چاہی)۔ (نهج البلاغة خطبه ۹۲ ص ۱۳۶، مطبوعه بیروت)

کیا آپ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے بڑھ کر اور کوئی دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ خلافت کے خواہاں نہیں تھے؟ شیعہ حضرات تو منکرِ خلافت کو یہود، مجوس، نصاریٰ اور مشرکین سے بھی بڑھ کر کافر سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان کے مفید نے کہا ہے:

''امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ ائمہ میں سے کوئی بھی اگر امامت سے انکار کرے اور امام کی اطاعت نہ کرے جس کی اطاعت اللہ نے فرض کردی ہے، اور وہ اس چیز سے انکار کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ واجب کردی ہے، تو وہ کافر ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھا جائے۔''

ان کا سب سے بڑا محدث کلینی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِلْكَافِرِين (بولایه علی) لیس له دافع'' (پوچھنے والے نے علی کی ولایت سے انکار کرنے والوں پر ہونے والے عذاب کے متعلق پوچھا جس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے) بخدا اسی طرح یہ آیت جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوئے تھے۔ [1]

محمد باقر کی طرف جھوٹی نسبت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''خدا کی عبادت وہی کرتا ہے، جسے خدا کی معرفت حاصل ہے۔ جسے خدا کی معرفت حاصل نہیں، وہ یوں ہی

[1] کتاب "الحجة من الکافی" جلد ۱ ص ۴۲۲.

گمراہ ہوکر عبادت کرتا رہتا ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان، خدا کی معرفت کیا ہے؟ آپ نے کہا: خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق، علی کی محبت، ان کی امامت اور دوسرے تمام ائمہ ہدایت علیہم السلام کی امامت کی تصدیق اور اس کے دشمنوں سے خدا کے روبرو اپنی براءت کا اظہار۔'' ❶

ابنِ بابویہ قمی صدوق اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے: ہمارا عقیدہ ہے کہ جس نے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور آپ کے بعد دوسرے ائمہ کی امامت کا انکار کیا، گویا اس نے تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کیا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس نے امیر المومنین کی امامت کا اقرار کیا، لیکن دوسرے ائمہ میں سے کسی اور امام کا انکار کیا، تو گویا اس نے تمام انبیاء کا اقرار کرلیا۔ لیکن ہمارے نبی محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کردیا۔'' ❷

جب خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی امامت کا انکار کردیں تو کیا کیا جائے؟ یہ عبارت خود ان لوگوں کی سب سے مقدس کتاب میں موجود ہے۔ ان کے نزدیک سب سے مقدس کتاب یہی ہے۔ کیونکہ قرآن کا تو وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں تحریف اور تغیر و تبدل ہوچکا ہے۔ یہ مسئلہ ہم اپنی کتاب ''الشیعہ والسنۃ'' میں واضح ❸ دلائل کے ساتھ خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے بیان کرچکے ہیں۔

جی ہاں! ان کی سب سے مقدس کتاب ''نہج البلاغۃ'' جس میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود کہہ رہے ہیں کہ میں مقتدی بنوں، یہ اس سے بہتر ہے کہ میں امام بنوں۔ ہم دوبارہ آپ کی بات آپ کو سنائے دیتے ہیں، آپ کہتے ہیں: ''مجھے چھوڑ دو، میرے سوا کسی اور کو ڈھونڈو، میں تم میں سے ہی ہوں۔ شاید وہ تمہاری بات زیادہ سنے اور مانے، جس کے سپرد تم اپنا معاملہ کرو

---

❶ باب معرفة الامام والرد اليه من "الاصول في الكافي" ج ۱ ص ۱۸۰۔

❷ "الاعتقادات" للقمي ص ۱۳۰۔

❸ اس موضوع پر علامہ شہید رحمہ اللہ نے مستقل کتاب الشیعہ والقرآن تصنیف فرمائی جس کا ترجمہ مستقبل قریب میں منظر عام پر لایا جارہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ حنیف

گے۔ میں تمہارا وزیر بنوں، یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر بنوں۔'' ❶

اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اپنی ولایت کے مسئلہ کو اس نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس نظر سے یہ دیکھتے ہیں، جیسا کہ ابنِ ابی الحدید نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

''رسول اللہ کے مرضِ وفات میں علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے اٹھ کر لوگوں کی طرف آئے، لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ آپ نے کہا: الحمد للہ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے، عباس رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا: اے علی، تو عصا کا بندہ ہے، تین قسمیں کھانے کے بعد کہا، میں نے رسول اللہ کے چہرے کو دیکھا ہے، میں بنی عبدالمطلب کے چہروں سے موت پہچان لیتا ہوں۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے اور ان سے یہ بات بیان کی کہ اگر ہم میں سے ہے تو ہمیں بتا دیجیے۔ اور اگر ہمارے علاوہ کوئی ہے تو ہمیں اس کی وصیت کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، بخدا اگر آج میں نے روک دیا تو پھر اس کے بعد لوگ اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ راوی کہتا ہے: چنانچہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔'' ❷

ابنِ ابی الحدید نے سقیفہ اور بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

جان لیجیے کہ اس باب میں آثار و روایات بہت ہیں۔ جو بھی ان پر غور کرے اور انصاف کرے وہ جان لے گا کہ اس مسئلہ میں قطعی اور واضح نص ایسی موجود نہیں ہے جس سے تمام شکوک کا خاتمہ ہو جائے اور دوسرا کوئی احتمال باقی نہ رہے۔'' ❸

علی رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا تھا کہ ''بخدا مجھے خلافت سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی ولایت میں میرے لیے کوئی کشش ہے، مگر تم نے مجھے اس کی دعوت دی اور اس پر تیار کیا۔'' ❹

---

❶ "الامالی" لشیخ الطائفه الطوسی ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعه نجف

❷ "شرح نهج البلاغة" ج ۱ ص ۱۳۲. ❸ ایضاً.

❹ "نهج البلاغة" ص ۳۲۲.

اس جیسی ایک اور روایت بھی نصر بن مزاحم شیعی ❶ نے بیان کی ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حبیب بن مسلمہ فہری، شرحبیل بن سمط اور معن بن یزید کو بھیجا کہ وہ قاتلین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کریں، علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے اللہ کی حمد اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

''اما بعد! اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، جنہوں نے لوگوں کو گمراہی سے دور کیا، ہلاکت سے بچایا اور منتشر ہو جانے کے بعد جمع کیا، پھر اللہ نے انہیں اٹھالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جو کچھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، دونوں اعلیٰ سیرت والے تھے، دونوں نے امت سے انصاف کیا...... پھر لوگوں کا معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسے کام کیے جن کی وجہ سے لوگوں نے آپ میں عیب نکالے، لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا، پھر لوگ میرے پاس آئے، میں انہیں چھوڑ دینا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کہنے لگے: بیعت کر لیجیے، میں نے انکار کیا، وہ مجھے کہنے لگے: بیعت کر لیجیے لوگ آپ کے سوا کسی پر راضی نہیں، ہمیں خدشہ ہے کہ آپ نے بیعت نہ کی تو لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ چنانچہ میں نے ان سے بیعت کر لی۔'' ❷

شیعہ مورخ لکھتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا، یہ دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بنایا تو لوگ اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔

(تاریخ روضة الصفا فارسی ص ٢٠٦ ط بمبئی)

طبرسی نے بھی محمد باقر سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ بات قطعی اور حتمی طور پر

❶ اس کا نام ابوالفضل نصر بن مزاحم تمیمی کوفی اور لقب عطار ہے ''یہ متقدمین راویوں میں سے ہے، بلکہ تابعین کے درجہ اور اوائل ائمہ طاہرین کے تیسرے طبقہ میں سے ہے۔'' (روضات الجنات جلد ٨ صفحه ١٦٦)
نجاشی نے کہا ہے: صحیح راہ پر چلنے والا، راست معاملہ اور ''صفین''، ''جمل'' اور ''مقتل الحسین'' وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے۔ (النجاشی ص ٣٠١-٣٠٢)

❷ ''کتاب صفین'' مطبوعه ایران ص ١٠٥.

ثابت ہو جاتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر امارت و خلافت کی بیعت کی ...... طبرسی بیان کرتا ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (جہاد کے لیے) جانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ جب اسامہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی اطلاع پہنچی، آپ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ پلٹ آئے۔ مدینہ میں آ کر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں، یہ دیکھ کر اسامہ رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے اور ان سے پوچھا: یہ سب کچھ کیا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہی کچھ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا آپ نے بھی بیعت کر لی ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔" [1]

شیعہ حضرات کے متاخرین ائمہ میں سے محمد حسین آل کاشف الغطاء نے بھی یہ کہہ کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہانِ فانی سے اس دارِ قرار کی طرف کوچ کر گئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے خلیفہ نہ بنایا جائے کہ آپ عمر میں چھوٹے تھے یا اس لیے بھی کہ قریش کو یہ بات ناگوارِ خاطر تھی کہ نبوت اور خلافت، دونوں شرف بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں۔" اس کے بعد کہتا ہے: "جب علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ خلیفۂ اول اور ثانی دونوں حضرات نے کلمہ توحید پھیلانے، اسلامی لشکر تیار کرنے، اور فتوحات کا دائرہ بڑھانے میں اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کر دی ہیں، نہ لوگوں کو قید و بند کی مشقت میں ڈالا اور نہ ان پر ظلم و استبداد کیا ہے، تو انہوں نے بھی بیعت کر کے مصالحت کر لی۔" [2]

ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے بیعت میں چند روز کی تاخیر کیوں کی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے ابنِ ابی الحدید لکھتا ہے کہ: "پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، لوگوں سے خطاب کیا اور ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا: میری بیعت اچانک اور غیر متوقع

[1] "الاحتجاج" للطبرسی ص ۵۰ مطبوعہ: مشهد عراق.

[2] "اصل الشيعة واصولها" مطبوعہ: دارالبحار بیروت ۱۹۶۰ء ص ۹۱.

طور پر ہوئی ہے، مجھے فتنہ کا اندیشہ تھا جس سے اللہ نے ہمیں بچالیا۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہیں کی۔ مجھ پر اتنی بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میری جگہ آ جائے، جو مجھ سے بہتر اس ذمہ داری کو نبھا سکے۔ آپ نے لوگوں سے معذرت کرنی شروع کردی۔ مہاجرین نے آپ کی معذرت قبول کر لی، یہ دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہمیں صرف مشورہ کے وقت ذرا غصہ آ گیا تھا، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس وقت لوگوں میں خلافت کا سب سے زیادہ حق دار ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ صاحبِ غار ہیں، آپ کی عمر مبارک بھی ہمیں معلوم ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں آپ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔'' [1]

ابنِ ابی الحدید نے اس کی شرح میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: ''خالد بن سعید ان عاملین میں سے تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں متعین کیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما چکے تو آپ مدینہ آئے، اس وقت لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ آپ کچھ دن رکے رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔'' [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھنا اور اُن سے تحائف قبول کرنا

اب ہم یہ بات ثابت کریں گے کہ علی رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر خوش اور خلافت کے معاملات اور اہم فیصلوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے شریک رہا کرتے تھے۔ آپ سے تحائف قبول کرتے، آپ کے پاس شکایات لے کر جاتے، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے، آپ کے ساتھ محبت واخوت کا برتاؤ کرتے۔ آپ کے حقیقی محسن، اور آپ سے نفرت کرنے

[1] "شرح نهج البلاغة" لابن ابی الحدید جلد ۱ صفحه ۱۳۲.

[2] "شرح نهج البلاغة" ج ۱ ص ۱۳٤، ۱۳٥.

والوں سے نفرت رکھتے تھے۔

اس بات کو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدترین دشمنوں اور ان کے پیروکار اور متبعین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے ایک روایت ہم آپ کو سنا دینا چاہتے ہیں، لوگوں نے جب چاہا کہ آپ خلیفہ و امیر بنیں تو آپ نے قوم سے کہا: ''میں تمہارا امیر بنوں، تمہارے لیے اس سے بہتر یہ ہے کہ میں تمہارا وزیر بنوں۔'' ❶

متعصب اور غالی ترین شیعہ مؤرخ یعقوبی، ❷ صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے اس زمانہ کا تذکرہ کرتا ہے جب علی رضی اللہ عنہ کو آپ حضرات کے ہاں ایک اہم اور ذی اثر و اقتدار مشیر کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کا ایک واقعہ لکھتا ہے کہ:

''جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کی جماعت سے مشورہ کیا، بعض حضرات نے اسی وقت اور بعض حضرات نے کچھ تاخیر کا مشورہ دیا۔ آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو آپ نے کر گزرنے کا مشورہ دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا میں اس معرکہ میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو خیر کی خوشخبری دیتا ہوں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں حکم دیا کہ روم جانے کی تیاریاں کریں۔'' ❸

---

❶ ''نہج البلاغۃ'' ص ١٣٦ تحقیق صبحی صالح۔

❷ اس کا نام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی ہے، یہ شیعہ تھا۔ اس کا دادا ابوالمنصور کے غلاموں میں سے تھا۔ یہ سیاح تھا اور سفر کرنا اس کا مشغلہ تھا، اس نے تمام مشرقی، مغربی، اسلامی ممالک کی سیاحت کی اور ۲۶۰ھ میں آرمینیہ میں داخل ہوا۔ پھر رمنہ کا سفر کیا اور پھر مصر اور مغربی ممالک کا رخ کیا، سیاحت کی ایک کتاب ''کتاب البلدان'' لکھی ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کی مشہور کتاب ''تاریخ الیعقوبی'' اور دیگر دوسری کتب تصنیف کیں۔ ۲۸۴ھ میں وفات پائی (الکنی والالقاب جلد ٣ صفحہ ٢٤٦) ''صاحب الاعیان نے اسے شیعہ مؤرخین کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔'' (اعیان الشیعۃ)

❸ تاریخ الیعقوبی ص ١٣٢۔ ١٣٣ جلد ٢ مطبوعہ بیروت ١٩٦٠ء۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ کیونکر یہ خوشخبری سنا رہے ہیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری دیتے ہوئے سنا ہے۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن، آپ نے مجھے خوش کر دیا اس چیز سے، جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اللہ آپ کو خوش رکھے۔'' ❶

یعقوبی مزید لکھتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جن بزرگوں سے فقہ کے مسائل معلوم کیے جاتے تھے، ان میں علی بن ابی طالب، عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کا نام آتا ہے۔ ❷

سیّدنا علی اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کے آپس میں تعلق و محبت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے مشورے اور فیصلے کو تمام صحابہ کے مشوروں پر ترجیح دی۔

ہماری تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انتہائی متعصب اور غالی شیعہ محمد بن نعمان عکبری نے بھی، جسے شیخ مفید کہا جاتا ہے، اپنی کتاب ''الارشاد'' میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ''امیر المومنین علیہ السلام کے فیصلے'' کے نام سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

اس باب میں اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ ❸ کے دورِ خلافت میں علی رضی اللہ عنہ کے کیے گئے متعدد فیصلے ذکر کیے ہیں، ایک فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی، آپ نے اس پر حد قائم کرنا چاہی تو وہ کہنے لگا: میں نے شراب اس وقت پی جب مجھے اس کے حرام ہونے کا علم نہیں تھا، اس لیے کہ میں ایک

---

❶ "تاريخ اليعقوبی" جلد ۲ کتاب ۲ ص ۱۵۸ زیرِ عنوان "عزم ابی بکر"

❷ "تاريخ اليعقوبی "ص ۱۳۸ ج ۲.

❸ اس مضمون کی بہت سی روایات ہمارے ہاں موجود ہیں کہ ابوبکرؓ نے کئی مسائل و مشکلات میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ آپ کے مشیروں میں ایک سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے ساتھیوں کی رائے پر آپ کی رائے کو ترجیح۔ "البداية والنهاية" لابنِ كثير "رياض النضرة" لمحب الطبری، "كنز العمال" "تاريخ الملوك والامم" للطبری، "تاريخ ابن خلدون" کے علاوہ بھی دوسری کئی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے، ہم ان کا حوالہ اس لیے نہیں دیتے کہ ہم نے عہد کر رکھا ہے کہ ان کی اپنی ہی کتابوں سے حوالے ذکر کریں گے۔

ایسی قوم میں پلا بڑھا ہوں جس کے ہاں اسے حلال سمجھا جاتا ہے، مجھے اب تک اس کی حرمت کا علم نہیں تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اس صورتِ حال میں فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین سے اس مسئلے کے بارے میں حکم دریافت کرلیا جائے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا، امیر المومنین نے کہا: مسلمانوں میں سے دو ثقہ و معتبر آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ اسے لے کر مہاجرین اور انصار کی مجلسوں کا چکر لگائیں اور اعلان کرتے جائیں کہ کیا کسی نے اس آدمی کو حرمتِ شراب والی آیت سنائی یا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ذکر کی ہے؟ اگر ان میں سے دو آدمی اس بات کی گواہی دے دیں تو اس پر حد قائم کی جائے اور اگر کوئی بھی اقرار نہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، مہاجرین اور انصار میں سے کسی نے بھی اس بات کا اقرار نہ کیا کہ اس نے حرمتِ شراب والی آیت اسے سنائی یا شراب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث اس کے سامنے بیان کی ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اتفاق کرتے ہوئے اس کی توبہ قبول کی اور اسے چھوڑ دیا۔'' [1]

علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کفار کا ایک وفد مدینہ منورہ آ گیا، اس وقت چونکہ مسلمان جہاد، مرتدین کا فتنہ فرو کرنے اور سرکشوں اور باغیوں کے سرکچلنے کے لیے مختلف اطراف و جوانب میں جاچکے تھے، اس لیے مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ کہیں مسلمانوں کے دارالخلافہ میں کوئی شرارت نہ کریں، یہ سوچ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی نگرانی کا حکم دیا اور نگرانوں کو حکم دیا کہ وہ رات کو چھپ کر ان کے لشکر کی نگرانی کریں، آپ نے سیّدنا علی، زبیر، طلحہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کی نگرانی کا حکم دیا اور یہ حضرات اس وقت تک نگرانی کرتے رہے جب تک ان کی طرف سے محفوظ نہیں ہو گئے۔'' [2]

---

[1] "الارشاد للمفید" ص ۱۰۷ مطبوعہ ایران.

[2] "شرح نہج البلاغة" ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ تبریز.

ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کے والد اور سید اہل بیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اس قدر باہمی محبت، تعلق اور الفت و اعتماد تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تحفے تحائف اسی طرح بسر و چشم قبول کرتے، جس طرح بھائی بھائی اور آپس میں انتہائی محبت رکھنے والے ایک دوسرے سے تحائف قبول کرتے ہیں۔ صہبا لونڈی جو جنگ عین التمر میں گرفتار کر کے لائی گئی اور جس کے بطن سے آپ رضی اللہ عنہ کے دو بچے، عمر اور رقیہ پیدا ہوئے، آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیش کی تھی۔ ''عمر اور رقیہ دو بچے بنی تغلب کی ایک لونڈی صہبا کے بطن سے تھے، جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں عین التمر میں گرفتار کیا گیا تھا۔'' ❶

''اس کا نام امِ حبیب بنت ربیعہ تھا۔'' ❷

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک اور لونڈی، خولہ بنت جعفر بنت قیس بھی آپ کو ہبہ کی جو جنگِ یمامہ کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئی تھی۔ انہی سے حسنین رضی اللہ عنہما کے بعد آپ کے سب سے افضل بیٹے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔

''انہیں مرتدین میں گرفتار کیا گیا تھا، اور انہی کی طرف علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن حنیفہ کو منسوب کیا جاتا ہے۔'' ❸

اس کے علاوہ بھی کئی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد نے مالی تحائف، خمس اور مالِ غنیمت ❹ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے لیا ہے...... بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

---

❶ "شرح نهج البلاغة" جلد ۲ ص ۷۱۸، "عمدة الطالب" ط: نجف ص ۳٦۱.

❷ "الارشاد" ص ۱۸٦.

❸ "عمدة الطالب" فصل ثالث، صفحه ۳۵۲ "حق اليقين" ص ۲۱۳.

❹ ابوداؤد میں علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے کہا: میں عباس، فاطمہ اور زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوگئے، میں نے کہا: یا رسول اللہ، اگر کتاب اللہ کے مطابق اس خمس میں آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق بھی ہے تو اسے اپنی زندگی ہی میں تقسیم کر دیجیے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مجھ سے نہ لڑے، راوی کہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی ہی میں اسے تقسیم کر دیا، اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ والی بنے تا آنکہ عمر رضی اللہ عنہ کا ⇐⇐

عہد خلافت میں خمس اور مالِ غنیمت کے متولی ونگران اور تقسیم کرنے والے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوا کرتے تھے: ''تمام اموال علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں رہا کرتے تھے، ان کے بعد حسن رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حسین رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن اور ان کے بعد زید بن حسن کی زیرِ نگرانی رہا کرتے تھے۔ ❶

آپ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پانچوں نمازیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا کیا کرتے تھے تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ علی رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی ومتفق اور ان سے محبت والفت رکھتے ہیں۔ ❷

طوسی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: ''بظاہر وہ (یعنی صدیق رضی اللہ عنہ) مسلمان ہی لگتے تھے۔'' ❸

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کرانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوششیں

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ کی شادی میں واسطہ بنے اور اس سلسلے میں آپ کی پوری پوری مدد واعانت کی۔ اور پھر خود ہی علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر گواہ بھی بنے۔ ابوجعفر طوسی نے، جسے شیعہ حضرات اپنا عظیم ترین عالم اور شیخ الطائفہ

⇦⇦ آخری دور آیا تو آپ کے پاس بہت سا مال آیا۔ آپ نے ہمارا حق (حصہ) علیحدہ کرکے میرے پاس بھیجا، میں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں دوسرے مسلمانوں کو ضرورت ہے، انہیں دے دیجیے۔ چنانچہ دوسرے مسلمانوں کو دے دیا گیا۔'' (ابوداؤد، کتاب الخراج، مسند احمد، مسنداتِ علی)

❶ شرح نهج البلاغة لابن ابی الحديد جلد ٤ صفحه ١١٨.

❷ "الاحتجاج" للطبرسی ص ٥٣، كتاب سليم بن قيس ص ٢٥٣، "مرآة العقول" للمجلسی ص ٢٨٨ ط ايران.

❸ "تلخيص الشافی" ص ٣٥٤ مطبوعه ايران.

کے نام سے پکارتے ہیں، ضحاک بن مزاحم سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:
میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے اور کہنے
لگے: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بات
کریں، علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے دیکھا تو ہنس پڑے اور کہنے لگے: اے علی رضی اللہ عنہ ، تمہیں کیا خواہش یہاں لے کر آئی ہے
اور تمہیں کیا چاہیے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رشتہ داری، اپنا سب سے
پہلے اسلام لانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا اور جہاد کرنا یاد دلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے
علی! تم نے سچ کہا، تم جو کہتے ہو تمہارا مقام اس سے بھی افضل ہے، اس پر میں نے کہا: یا
رسول اللہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ میری شادی کر دیجیے۔'' [1]

مجلسی، انتہائی غلیظ الفاظ و القاب اور گندی گندی گالیوں کے بغیر جیسے ''لعنتی چہروں
والے، شیطان'' العیاذ باللہ (ان کا ذکر اپنی جگہ آئے گا)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، بالخصوص
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر کر ہی نہیں سکتا۔ یہ بدزبان اسی
واقعے کو مزید وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ''ایک دن ابوبکر
رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، اور سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے اور باہم فاطمہ علیہا السلام
[2] کی شادی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''قریش کے اشراف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ کے عقد کی خواہش کی تھی لیکن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ معاملہ میں نے اللہ کے سپرد کر رکھا ہے ...... اور ہم سمجھتے ہیں کہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی کے لیے ہیں...... جہاں تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا
تعلق ہے، آپ نے ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فقر و تنگدستی کی وجہ سے اپنی اس

---

[1] ''الامالی'' للطوسی جلد ۱ ص ۳۸.

[2] رسول صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کس قدر نیک اور غمگسار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات کے بارے میں سوچا کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و وفا کی وجہ سے وہ بھی اس بات میں فکرمند ہو جاتے تھے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند ہوتے۔ کیا اتباع تھی، کیا اطاعت تھی!

خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔'' پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آ ؤ ہم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس خواہش کے اظہار پر آمادہ کریں کیونکہ وہ صرف فقر کی وجہ سے خاموش ہیں۔ ہم اس مسئلے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔'' ❶ سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: ''کتنی اچھی بات آپ نے سوچی'' پھر یہ سب حضرات امیر المومنین علیہ السلام کے گھر چلے گئے، ان سے ملے تو وہ پوچھنے لگے، ''آپ اس وقت کس لیے تشریف لائے؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے ابوالحسن! خوبی کی کوئی بات ایسی نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے گئے ہوں......تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے آپ اظہارِ خواہش کیوں نہیں کرتے؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ بات سن کر علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے، کہنے لگے: ''تم نے میرے زخموں کو کریدا ہے، میرے جذبات کو جھنجوڑا ہے، میرے ان خوابوں کو بیدار کیا ہے جنہیں میں ایک مدت سے چھپائے بیٹھا تھا۔ ❷ کون ان سے شادی کا خواہش مند نہیں ہوگا؟ صرف میری غربت میرے آڑے آتی ہے، ❸ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنی اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خواہش کا

---

❶ ان لوگوں کے خیالات کے برعکس صحابہ کس قدر باہم رحمدل، محبت کرنے والے اور مہربان تھے۔

❷ ان لوگوں کو ایسے واہیات قصے گھڑتے ہوئے حیا بھی نہیں آتی، اس قدر گھٹیا اور حیاء سوز عبارت اور پھر اسے ان مقدس شخصیات کی طرف منسوب کرتے ہیں؟ یہ کب باز آئیں گے؟

❸ آپ کا فقرہ کیسا تھا، انتہائی غالی شیعہ جیسے قمی اور مجلسی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے کرنے کا ارادہ کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کر لیجیے۔ لیکن میں نے قریش کی عورتوں کو علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اندر کو دھنسے ہوئے پیٹ والا، لمبی لمبی کلائیوں اور موٹے موٹے جوڑوں والا ہے۔ کنپٹیوں سے گنجا اور موٹی موٹی آنکھوں والا ہے۔ اس کے کندھے اونٹ کی طرح ملتے ہیں۔ ہنسی سے دانت نکلے رہتے ہیں، اس کے پاس مال بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی گئی ان چیزوں سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق کہا کہ: اے فاطمہ! کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ نے دنیا پر نظر ڈالی تو پوری دنیا کے مردوں میں سے مجھے چن لیا، پھر دیکھا تو پوری دنیا کی عورتوں میں سے تجھے چن لیا۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! جب خدا مجھے رات کو آسمانوں پر لے گیا تو میں نے بیت المقدس کے اوپر لکھا ہوا دیکھا کہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ'' میں نے پوچھا میرا وزیر کون ہے؟ تو خدا نے فرمایا، علی بن ابی طالب (تفسیر القمی جلد ۲ ص ۳۳۶ "جلاء العیون" ص ۱۸۵ ج ۱)

اظہار کروں۔" ❶

صرف یہی نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی پر تیار کیا، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے عملی طور پر اس سلسلے میں پورا پورا تعاون کیا۔ آپ نے رسولِ دو جہاں، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے شادی کی تیاری کے اسباب مہیا کیے۔ چنانچہ طبرسی روایت کرتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ بیچی اور اس کی قیمت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے کہا: "اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے کچھ اچھے کپڑے اور گھریلو سامان خرید لاؤ۔" عمار بن یاسر اور چند دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی آپ کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ یہ حضرات بازار پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھی جو بھی چیز پسند کرتے اس وقت تک نہ خریدتے، جب تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ دکھا لیتے۔ اگر آپ بھی اسے پسند کرتے تو خرید لیتے ...... جب خریداری مکمل ہو چکی تو کچھ سامان ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور باقی سامان صحابہ رضی اللہ عنہم اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔" ❷

صرف یہی کچھ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق اور آپ کے ساتھی علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے گواہوں میں شامل تھے۔ مشہور شیعہ راوی خوارزمی ❸، مجلسی، اور اربلی روایت کرتے ہیں کہ "صدیق، فاروق اور سعد بن معاذ علی رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول

❶ "جلاء العیون" ازملا باقر مجلسی ج ۱ ص ۱٦۹ مطبوعه کتاب فروشی اسلامیه طهران۔ ترجمه از فارسی۔

❷ "الامالی" جلد ۱ صفحه ۳۹ "مناقب" لابنِ شهر آشوب المازندرانی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعه هند "جلاء العیون" فارسی ج ۱ ص ۱۷٦۔

❸ اس کا نام ابو المؤید الموفق بن احمد الخوارزمی تھا، شیعہ تھا، "فقیہ، شاعر، محدث اور خطیب تھا، اہل بیت علیہم السلام کے مناقب میں اس نے ایک کتاب لکھی ہے، ۵٦۸ھ میں فوت ہوا۔ خوارزم زمخشر کے ایک قصبہ کا نام ہے (الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۱، ۱۲)

فرمانے کی خبر سن کر اپنے سینوں کو ٹھنڈا کریں، وہی بات ہوئی جن کی ان حضرات کو توقع تھی۔
علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے اٹھا اور خوشی و مسرت میں مست و سرشار تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے میرا استقبال کیا اور مجھ سے پوچھنے لگے: کیا خبر لائے ہو؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ کر دیا۔ یہ سن کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور مجھے لے کر مسجد میں آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے بالکل قریب آ کر بیٹھ گئے۔ مسرت و شادمانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دمک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجرین اور انصار کو میرے پاس لے آؤ۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی ایک سیڑھی پر چڑھے، خدا کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس آئے ہیں اور آ کر مجھے بتایا ہے کہ میرے پروردگار نے تمام فرشتوں کو بیتِ معمور کے پاس جمع کیا۔ سب فرشتوں کو گواہ بنایا ہے کہ خدا نے اپنی بندی فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اپنے بندے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین میں اس کا نکاح کر دوں اور تم سب کو اس پر گواہ بناؤں۔" [1]

اربلی اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں یہ روایت بیان کرتے ہوئے ان گواہوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنا شروع ہوئی، جب وحی نازل ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "اے انس! کیا تم جانتے ہو کہ جبرئیل علیہ السلام عرش والے سے کیا لے کر آئے ہیں؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

---

[1] "المناقب" للخوارزمی ص ۲۵۱، ۲۵۲ "کشف الغمة" جلد ۱ ص ۳۵۸ "بحار الانوار" للمجلسی ج ۱۰ ص ۳۸۔ ۳۹ "جلاء العیون" جلد ۱ صفحه ۱۸٤.

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ جاؤ جا کر ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر کو اور اتنے ہی آدمی انصار سے بلا لاؤ۔ انس کہتے ہیں: میں ان حضرات کو بلانے کے لیے چلا گیا، جب یہ حضرات آ کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے خدا کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے۔" ❶

جب علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حسن رضی اللہ عنہ کے نانا کے یار غار، آپ کے والد علی رضی اللہ عنہ کے دوست، علی و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کروانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے آپ سے لاڈ پیار کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کو کھلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: بخدا یہ تو علی رضی اللہ عنہ کی شکل پر نہیں، نبی کریم ﷺ کی شکل پر ہے۔" ❷

"یہی بات رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔" ❸

آپ حضرات کے آپس میں اس قدر گہرے مراسم تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ، اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرضِ وفات میں آپ کی تیمارداری کرتی اور آخری دم تک آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں۔ آپ کو غسل دینے اور آخری ٹھکانے تک پہنچانے میں بھی شریک رہیں۔

"علی رضی اللہ عنہ خود بھی آپ کی تیمارداری کیا کرتے تھے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو بھی آپ کی تیمارداری پر متعین کیا تھا۔" ❹

نیز "آپ نے اسماء رضی اللہ عنہا کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کفن دینے، دفن کرنے، اور جنازے کے ساتھ چلنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اسماء رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔" ❺

❶ "کشف الغمة" جلد ۱ صفحہ ۳۴۸۔ ۳۴۹ مطبوعہ تبریز "بحارالانوار" ج ۱ ص ۴۷۔ ۴۸۔
❷ "تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ صفحہ ۱۱۷۔ ❸ دیکھیے: "تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ صفحہ ۱۱۷۔
❹ "الامالی" للطوسی ج ۱ ص ۱۰۷۔ ❺ "جلاء العیون" ص ۲۳۵۔ ۲۴۲۔

نیز ''وہی (یعنی اسماء رضی اللہ عنہا) تھیں جو آخری دم تک ان کے پاس رہیں اور وفات کے بعد آپ کی تعریف کرتی رہیں۔'' ❶

نیز ''آپ (اسماء رضی اللہ عنہا) ان کے (فاطمہ رضی اللہ عنہا کے) غسل میں بھی شریک تھیں۔'' ❷

شیعہ حضرات کے اعتقادات کے برعکس ابوبکر صدیق ہمیشہ علی رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا حال دریافت کرتے رہے۔

''ایک دفعہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں، علی رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کیا کرتے تھے، ایک دفعہ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما آپ سے پوچھنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا کیا حال ہے؟'' ❸

دوسری طرف آپ کی زوجہ اسماء رضی اللہ عنہا بھی آپ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے عالم میں آپ کی تیمارداری کرتی اور طبیبہ کے فرائض انجام دیتی رہیں۔

''جس روز فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، مدینہ مردوں اور عورتوں کے گریۂ وبکا سے لرز اٹھا، لوگ اسی طرح ششدر و حیران تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تعزیت کے لیے علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں ہم کو پیچھے نہ چھوڑ دینا۔'' ❹

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کے درمیان سسرالی تعلقات

حقیقت یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خانوادۂ نبوت میں اس قدر گہرے، مضبوط اور پختہ روابط و مراسم تھے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ جھوٹے قصے کہانیاں سنانے والے، بے بنیاد و بے اصل باتوں کے کتنے ہی جال آپ کے گرد بُن دیں۔ ﴿وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ❺

❶ "جلاء العیون" ص ۲۳۷.
❷ "کشف الغمہ" ج ۱ ص ۵۰۴.
❸ "کتاب سلیم بن قیس" ص ۳۵۳.
❹ ایضاً ص ۲۵۵.
❺ "العنکبوت" آیت ۴۱.

”اور بے شک سب گھروں میں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔“

حاسدین کتنا ہی پیچ تاب کھاتے رہیں، مخالفین اپنے دلوں میں کتنی ہی کڑھن رکھتے ہوں، یہ بات اپنی جگہ ثابت اور اٹل حقیقت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والی ہیں۔ جب قرآن نے آپ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی و صفائی کی گواہی دی ہے، اب منکرین ہزار انکار کریں، اور بدراہ لوگ جو چاہیں بکتے رہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جن کا ابھی ذکر گزرا ہے، علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے شادی کرلی، آپ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام آپ رضی اللہ عنہ نے محمد رکھا۔ انہیں علی رضی اللہ عنہ نے مصر کا نگران مقرر کیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے شادی کی اور ان کے بطن سے آپ کا بھی ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے یحییٰ رکھا۔ [1]

شیعہ حضرات کے پانچویں امام اور علی رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد باقر نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی سے شادی کی تھی۔ کلینی اپنی کتاب ”اصول“ میں ”جعفر کی ولادت“ کے ضمن میں بیان کرتا ہے: ”ابوعبداللہ علیہ السلام ۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اور شوال سن ایک سو اڑتالیس ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے ۶۵ برس عمر پائی، آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے والد، دادا، حسن بن علی علیہ السلام، آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو دفن کیا گیا تھا۔“ [2]

---

[1] دیکھیے: ”مجالس المومنین“ للشوشتری المجلس الرابع ”حق الیقین“ للمجلسی، ”الارشاد“ للمفید ص ۱۸٦ ”جلاء العیون“ للمجلسی.

[2] کتاب الحجة من الاصول من الکافی ج ۱ ص ٤٧٢، اس طرح کی ایک روایت ”فرق الشیعة“ للنوبختی میں بھی ہے۔

مشہور شیعہ ماہرِ نسب ابن ❶ عنبہ کہتا ہے: ''جعفر کی والدہ امِ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر، اور آپ کی نانی اسماء، بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھیں، اس لیے جعفر صادق کہا کرتے تھے: ابوبکر نے مجھے دو دفعہ جنم دیا ہے۔'' ❷

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور علی رضی اللہ عنہ کے پوتے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ مشہور شیعہ مؤرخ مفید، علی بن حسین کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: ''حسن بن علی کے بعد آپ کے بیٹے ابومحمد علی بن حسین زین العابدین علیہما السلام امام ہیں، آپ کی کنیت بھی ابوبکر تھی۔ آپ کی والدہ شاہ زناں بنت یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام شہر بانو تھا، امیر المومنین نے حریث بن جابر کو مشرق کی ایک جانب کا والی مقرر کیا، یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ نے ان کی طرف اپنی دو بیٹیاں بھیجیں، شاہ زناں کے ساتھ امیر المومنین کے بیٹے حسین نے شادی کر لی اور ان سے زین العابدین پیدا ہوئے۔ دوسری کے ساتھ محمد بن ابی بکر نے نکاح کر لیا اور ان سے قاسم بن محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ لہٰذا یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔'' ❸

مجلسی نے بھی اس بات کو ''جلاء العیون'' میں ذکر کر کے ان روایات کو غلط قرار دیا ہے، جو مفید اور بابویہ نے نقل کی ہیں کہ شہر بانو، جیسا کہ مفید نے لکھا ہے علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں گرفتار کر کے لائی گئیں، یا جیسا کہ ابنِ بابویہ قمی نے لکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں لائی گئیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں لائی گئیں، جیسا کہ قطب

❶ اس کا نام جمال الدین احمد بن علی بن حسین حسنی ہے۔ کتاب ''عمدۃ الطالب'' کا مصنف ہے۔ قمی نے اس کے بارے میں کہا ہے: سید بزرگ علامہ اور ماہرِ نسب تھا۔ امامیہ کا عالم تھا، بارہ سال تک سید ابی حصیہ سے فقہ، حدیث اور نسب پڑھتا رہا۔ بکرمان کے مہینہ میں ۸۲۸ میں فوت ہوا (الکنی والالقاب ج ۱ ص ۳۵۰ "اعیان الشیعہ" ص ۳۵ قسم اول، جزء ثانی ص ۱۳۵ زیر عنوان "النسابون من الشیعہ۔"

❷ "عمدۃ الطالب" ص ۱۹۵ ط طهران ۱۹۶۱ء۔

❸ "الارشاد" للمفید ص ۲۵۳۔ اس طرح کی ایک روایت "کشف الغمۃ" اور منتہی الآمال للشیخ عباس القمی ج ۲ ص ۳ میں بھی ہے۔

راوندی ❶ نے روایت کی ہے۔ اس کے بعد اس نے تسلیم کیا ہے کہ "قاسم بن محمد بن ابی بکر اور زین العابدین بن حسین بن علی، آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔" ❷

مورخین اور ماہرینِ نسب نے ایک اور رشتے کا ذکر بھی کیا ہے، بتاتے ہیں کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن صدیق رضی اللہ عنہا کی شادی، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پہلے یا بعد میں حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ہوئی تھی۔

محمد بن ابی بکر، جو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، علی رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے لاڈلے تھے، علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں انہیں مصر کا نگران مقرر کیا تھا۔

"علی علیہ السلام کہا کرتے تھے: محمد، ابوبکر کی پشت سے میرا بیٹا ہے۔" ❸

صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہلِ بیت کی محبت وگرویدگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ بیت آپ رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام بھی ابوبکر رکھا کرتے تھے، سب سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا، چنانچہ شیخ مفید "امیر المومنین کی اولاد، ان کی تعداد، ان کے نام اور ان کے مختصر حالات" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"(۱۲) محمد اصغر کی کنیت ابوبکر تھی (۱۳) عبید اللہ، یہ دونوں اپنی مہربان ماں لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ سمیت اپنے بھائی حسین کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔" ❹

نیز مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے: "آپ (علی رضی اللہ عنہ کی) نرینہ اولاد کی تعداد چودہ ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ اور باقیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے...... عبید اللہ اور ابوبکر بھی تھے۔

---

❶ "اس کا نام سعید بن ہبۃ اللہ بن حسن ہے، چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوا اور ۵۷۳ھ میں قم کے مقام پر وفات پائی اور وہیں دفن کیا گیا۔ متبحر عالم، فقیہ، محدث، مفسر، محقق اور انتہائی ثقہ آدمی تھا، "الخرائج و الجرائح"، "قصص الانبیاء" اور "شرح النهج" کا مصنف ہے۔ شیعہ کے اکابر محدثین میں سے ایک ہے۔" (الکنی والالقاب ج ۲ ص ۵۸)

❷ "جلاء العيون" فارسی ص ٦٧٣، ٦٧٤.

❸ "الدرة النجفية" للدنبلي الشيعي شرح نهج البلاغة ص ١١٣ مطبوعه ايران.

❹ "الارشاد" ص ١٨٦.

ان کے بعد ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود حنظلیہ جو بنی تمیم سے تھیں، کے ہاں علی رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔'' [1]

مشہور شیعہ مصنف اصفہانی ''مقاتل الطالبین'' میں ''حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے ساتھ شہید ہونے والوں کا ذکر'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے ''ان میں ابوبکر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بھی تھیں...... ابو جعفر لکھتا ہے کہ ہمدان کے ایک آدمی نے انھیں مار ڈالا تھا، مدائنی لکھتا ہے کہ یہ ان کی پنڈلیوں کے قریب مقتول حالت میں پائے گئے، کسی کو علم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا۔'' [2]

یہ واقعات علی رضی اللہ عنہ کے دل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے التفات، محبت، احترام و توقیر اور عزت و عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہ بات بھی لائقِ ذکر ہے کہ آپ کا یہ بیٹا (جس کا نام آپ نے ابوبکر رکھا) صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت و امامت پر فائز ہوجانے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بھی بعد کا واقعہ ہے، جیسا کہ صاف ظاہر ہے۔

کیا لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ اور اولادِ علی کی محبت کا فریب دینے والے شیعہ آج کسی کا نام ابوبکر رکھتے ہیں، اگر نہیں رکھتے تو سوچیے کیا وہ علی رضی اللہ عنہ کے متبع ہوئے یا مخالف؟

ہم قارئین کی توجہ اس نکتے کی جانب بھی مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر، آپ کی وفات کے بعد صرف اظہارِ محبت و وفا اور برکت حاصل کرنے کی نیت سے رکھا تھا۔ جہاں تک ہم شیعہ حضرات کی کتابوں سے مطالعہ و تحقیق کر سکے ہیں، علی رضی اللہ عنہ سے پہلے پورے بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی اپنے بچے کا نام ابوبکر نہیں رکھا تھا۔ سوچیے کہ کس کے نام پر آپ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا؟

---

[1] ''تاریخ الیعقوبی'' جلد ۲ ص ۲۱۳۔

[2] ''مقاتل الطالبیین'' لابی الفرج اصفہانی، مطبوعہ: دارالمعرفۃ بیروت ص ۱۴۲ اس جیسی روایت کشف الغمۃ ج ۴ ص ۶۴ ''جلاء العیون للمجلسی ص ۵۸۲ میں بھی ہے۔

صرف علی رضی اللہ عنہ ہی نے صدیق رضی اللہ عنہ سے اظہار محبت وخلوص اور برکت کے لیے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر نہیں رکھا بلکہ آپ کے بعد آپ کی اولاد بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلی اور اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا اور آپ کی سب سے بڑی اولاد، حسن بن علی رضی اللہ عنہ شیعہ کے نزدیک دوسرے معصوم امام نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا۔ چنانچہ مؤرخ یعقوبی بیان کرتا ہے:

''حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ میں آٹھ لڑکے تھے جن کے نام حسن بن حسن، آپ کی والدہ خولہ تھیں ...... اور ابوبکر اور عبدالرحمٰن تھے۔ مختلف ماؤں سے اور بھی آپ کی اولاد تھی، جن میں طلحہ اور عبیداللہ بھی ہیں۔'' ❶

''شیعہ مؤرخ مسعودی نے ''التنبیہ والاشراف'' میں حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام صدیق کے نام پر رکھا تھا، لکھتا ہے:

''کربلا میں شہید ہونے والوں میں حسین رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے بھی تھے، علی اکبر، عبداللہ الصبی، اور ابوبکر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ۔'' ❷

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ کی بھی کنیت ابوبکر تھی۔'' ❸

اسی طرح علی بن ابی طالب کے پوتے حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔ چنانچہ اصفہانی محمد بن علی حمزہ علوی سے روایت کرتا ہے کہ ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ساتھ شہید ہونے والوں میں ابوبکر بن حسن بن حسن بھی تھے۔ ❹

---

❶ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۲۸ منتهى الآمال ج ۱ ص ۲۴۰.

❷ "التنبيه والاشراف" ص ۲۶۳. ❸ "كشف الغمة" جلد ۲ صفحه ۷۴.

❹ "مقاتل الطالبيين" ص ۱۷۸ مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

نیز شیعہ حضرات کے ساتویں امام موسیٰ بن جعفر کاظم نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا۔ ❶

مورخ اصفہانی لکھتا ہے: آپ کے بیٹے علی ......شیعہ حضرات کے آٹھویں امام کو بھی ابوبکر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے بعد عیسیٰ بن مہران سے ابو الصلت ہروی سے روایت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''ایک دن مامون نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا، میں نے کہا: اس میں ہمارے ابوبکر کی رائے یہ ہے، عیسیٰ بن مہران کہتا ہے: میں نے ابوالصلت سے پوچھا: آپ کا ابوبکر کون؟ انہوں نے کہا: علی بن موسیٰ رضا کی کنیت بھی ابوبکر تھی اور آپ کی والدہ اُم ولد تھیں۔'' ❷

یہ بات بھی قابلِ بیان ہے کہ انہی موسیٰ رضا کاظم نے صدیق کی بیٹی صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام پر اپنی ایک بیٹی کا نام بھی عائشہ رکھا تھا۔ چنانچہ مفید ''موسیٰ بن جعفر کی اولاد اور ان کے حالات'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

''ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد سینتیس تھی، جن کے نام علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام...... فاطمہ...... عائشہ......اور ام سلمہ تھے۔'' ❸

''آپ کے دادا علی بن حسین نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔'' ❹

شیعہ حضرات کے دسویں امام......علی بن محمد ہادی ابوالحسن نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔ مفید بیان کرتا ہے:

''ابوالحسن علیہ السلام نے رجب ۲۵۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کو آپ کے گھر میں خفیہ طور پر دفن کر دیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں ابومحمد حسن اور بیٹی عائشہ کو چھوڑا۔'' ❺

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم آپ کو یہ بتائے دیتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں سے

---

❶ ''کشف الغمہ'' جلد ۲ صفحہ ۷۴۔ ❷ ''مقاتل الطالبیین'' ص ٥٦١، ٥٢٦۔

❸ ''الارشاد'' ص ۳۰۲، ۳۰۳ ''الفصول المہمۃ'' ص ۲٤۲ ''کشف الغمہ'' ج ۲ ص ۲۳۷۔

❹ ''کشف الغمۃ'' ج ۲ ص ۹۰۔ ❺ ایضاً ص ۲۳٤ ''الفصول المہمۃ'' ص ۲۸۳۔

کثیر افراد نے اپنے اور اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے تھے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ طیار بن ابی طالب کے بارے میں بھی آپ کو بتا دیں کہ آپ نے بھی ایک بیٹے کا نام ابوبکر کے نام پر رکھا تھا۔ اصفہانی ''مقاتل الطالبیین'' میں لکھتا ہے:

''ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب یومِ مرہ کو اس جنگ میں مارے گئے جو مسرف بن عقبہ اور اہلِ مدینہ کے درمیان لڑی گئی۔'' ❶

آج شیعہ حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ وہ آپس میں بغض و عداوت رکھتے اور ہمیشہ برسرِ پیکار رہتے تھے لیکن صاحبانِ عقل وخرد اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ تو ان حضرات کے باہمی محبت وتعلق کی دلیل ہے۔

باغِ فدک کا جھگڑا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے تعلقات کا بیان کرنے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ دیر رُک کر اس سوال پر غور کر لیں جو اِن حضراتِ گرامی و ذی وقار کے مابین وجہِ اختلاف ہے۔ اگر ان حضرات میں جیسا کہ گزر چکا ہے، باہم اس قدر محبت وگرویدگی تھی تو فدک کا جھگڑا کیا ہے؟ جسے منافقین وفتنہ جو اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن، عرصۂ دراز سے بھڑکا رہے ہیں، اپنے ناپاک مقاصد اور خود غرضیوں کے لیے اسے بڑھا چڑھا کر اک دھوم مچا رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم، بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور عام مسلمانوں کے درمیان بُعد وافتراق، پھوٹ اور اختلاف ثابت کریں۔ دراصل وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہلِ بیت ایک طرف تھے اور مہاجرین وانصار میں سے ''السابقون الاولون'' اور پوری امت دوسری طرف۔

اللہ کی قسم! ایسا بالکل نہ تھا یہ مسئلہ اتنا بڑا اور اہم ہرگز نہیں تھا جتنا ان لوگوں نے صرف طعن وتشنیع کے لیے کر دیا ہے۔ جھگڑا صرف اتنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرما جانے

❶ "مقاتل الطالبيين" ص ١٢٣.

کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خلافت اور مسلمانوں کی امارت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا دیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا گیا کہ آپ فدک میں سے اپنی میراث کا سوال کریں، جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو عطا کیا تھا۔ [1] ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہم (یعنی انبیاء علیہم السلام) میراث نہیں چھوڑتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے، آلِ محمد ﷺ کو بھی اس مال میں سے حصہ دیا جاتا ہے...... اللہ کی قسم میں نبی ﷺ کے صدقات میں اپنی طرف سے کوئی تغیر نہیں کر سکتا۔ تمام صدقات اسی طرح رہیں گے جس طرح حضور ﷺ کے عہدِ مبارک میں تھے۔ میں بھی ان صدقات کو انہی مصارف میں استعمال کروں گا، جن میں حضور ﷺ استعمال کیا کرتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کرنے سے رسول اللہ ﷺ کے اقرباء سے صلہ رحمی کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا اور پھر تاحیات اس مسئلہ پر کوئی بات نہیں کی، بلکہ شیعہ حضرات کی اپنی روایات میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہو گئیں۔ مشہور شیعہ مصنف [2]

---

[1] ''فدک'' خیبر کا ایک قصبہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حجاز کا ایک کنارہ ہے جس میں چشمہ اور کھجوروں کے درخت ہیں، یہ اللہ نے اپنے نبی کو عطا کیا تھا۔ (لسان العرب ج ص ٤٧٣)

[2] اس کا نام کمال الدین میثم بن علی ـ ثم البحرانی ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوا۔ ''عالمِ ربانی، فلسفی، محقق، صاحبِ حکمت اور نہج البلاغۃ کی شرح کا مصنف ہے۔ محقق طوسی سے روایت کرتا ہے...... کہا گیا ہے کہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے فقہ کمال الدین میثم سے اور میثم نے حکمت خواجہ سے پڑھی تھی۔ ٦٧٩ھ میں وفات پائی اور ماحوز کے قریب ایک بستی ہلتا میں دفن ہوا۔'' (الکنی والالقاب ج ۱ ص ٤١٩)

اسی نے کہا تھا (اشعار)

''میں نے علوم و فنون اس لیے چاہے تھے کہ اس سے برتری حاصل کروں''

''مجھے بس اسی قدر ملا کہ اسی تھوڑے سے میں بلند ہو گیا''

''مجھے معلوم ہو گیا کہ سب کے سب محاسن ⇦⇦

ابنِ میثم ''نہج البلاغۃ'' کی شرح میں یہ روایت لکھتا ہے:

''ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، جو آپ کے والد محترم کا تھا وہ آپ کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک میں سے آپ کے لیے کچھ رکھ لیا کرتے تھے، باقی اللہ کے راستہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم میں آپ کے ساتھ ویسا ہی کروں گا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں اور اس بات کا آپ سے عہد لے لیا۔'' [1]

اس جیسی روایت دنبلی نے اپنی شرح ''الدرۃ النجفیہ'' میں بیان کی ہے۔ [2]

شیعہ حضرات کو یہ گوارا نہیں کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اتنی آسانی سے اس فیصلہ پر راضی ہو جائیں۔ انہوں نے صفحوں پر صفحے سیاہ کر دیے، بیشمار کتابیں اس پر لکھ ماری ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں بکیں۔ طعن و تشنیع کے تیر برسائے، آپ کو کافر، فاسق، مرتد اور اسلام سے خارج کہا، لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہلِ بیت پر ظلم کرتے اور ستم ڈھاتے تھے۔ یہ معاملہ جن سے متعلق تھا، انہوں نے ایک دوسرے کو کچھ نہ کہا، زیادہ نہ کم۔ اور یہ بدبخت اپنی طرف سے ان پر الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ ہم شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے اس بات کو ثابت کریں گے بلکہ خود اُن کے ائمہ نے تسلیم کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صرف یہ بات زبان ہی سے نہیں کہی بلکہ اپنے عمل سے اس کو پورا کیا ہے۔ ابنِ میثم، دنبلی، ابنِ ابی الحدید، اور معاصر شیعہ مصنف فیض الاسلام علی نقی نے یہ روایت نقل کی ہے:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ باغِ فدک کے غلہ میں سے اتنا حصہ اہلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا۔ باقی سب تقسیم کر دیا کرتے، آپ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے، عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے اور ان کے بعد

⇐ فرع ہیں اور حقیقت میں مال ہی اصل ہے''

''اس کی ایسی ایسی عجیب تصنیفات ہیں جن کے بارے میں زمانے میں سے کسی نے بھی نہیں سنا اور نہ ہی بڑے بڑوں میں سے کوئی اُسے پا سکا ہے۔'' (روضات الجنات ج ۲ ص ۲۱۸ اور مابعد)

[1] "شرح نہج البلاغة" لابن میثم البحرانی ج ٥ ص ٧ مطبوعه طهران.

[2] ایضاً ص ۳۳۱۔ ۳۳۲ ۔ ایران.

علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔'' ❶

اور یہ لوگ اس پر راضی بھی کیوں ہوں؟ ان میں سے مجلسی نے لکھا ہے: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فدک کو غصب کر لینا سب سے بڑی آفت اور سب سے بڑا حادثہ ہے...... المناک اور کرب انگیز بات یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کی خلافت غصب کر لی۔ مہاجرین اور انصار سے جبری بیعت لے لی۔ فدک اہل بیت سے اس اندیشہ کی بناء پر چھین لیا کہ اگر ان کے پاس رہے گا تو لوگ مال کے لالچ میں ان کی طرف میلان رکھیں گے اور ان ظالموں (یعنی ابوبکر اور ان کے ساتھیوں) کو چھوڑ دیں گے۔ ان کو اس حد تک فقر و غربت میں مبتلا کر دیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہ بچا۔ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو ان کی طرف کوئی میلان و دلچسپی نہ رہے کہ کہیں لوگ ان کی باطل خلافت کو نہ توڑ دیں۔ اسی لیے یہ لوگ من گھڑت اور ناپاک یہ روایت پیش کرنے لگے کہ ہم انبیاء کی جماعت وراثت نہیں چھوڑتے۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔'' ❷

کتنے ہی گمراہ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلتے گئے؟ کینہ رکھتے ہوئے ان واقعات پر جو وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ قوم کے بیوقوف افراد نہیں جانتے کہ جس گھر کو وہ مکڑی کے جال کی طرح بن رہے ہیں، حق کے ایک ہی جھکڑ کے سامنے اس کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ یہ روایت جسے انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسد و کینہ کی بناء پر رد کر دیا ہے،

---

❶ ''شرح نهج البلاغة'' لابنِ ابی الحديد ج ٤۔ ''شرح نهج البلاغة'' لابنِ ميثم البحرانی ج ٥ ص ١٠٧۔ ''الدرة النجفية'' ص ٣٣٢ ''شرح النهج'' فارسی لعلی نقی ج ٥ ص ٩٦٠۔'' مطبوعه طهران.

❷ گالی گلوچ اور دشنام طرازی میں مجلسی جیسا بے باک کم ہی ہوگا۔ وہ نبی کے کسی بھی صحابی کا ذکر لعن طعن اور تکفیر و تفسیق کے بغیر نہیں کرتا۔ اس نے فدک کی بحث میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے فاطمہ سے اس بات پر گواہ طلب کیے کہ فدک ان کا ہے، تو علی نے ابوبکر سے کہا: کیا تو گواہ طلب کرتا ہے؟ کیا گواہ ہی سب کچھ ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں، اس پر علی نے آپ سے کہا، اگر گواہ گواہی دے دیں کہ فاطمہ نے زنا کیا ہے تو تُو کیا کرے گا؟ آپ نے کہا: میں دوسرے تمام لوگوں کی طرح اس پر بھی حد قائم کروں گا (عياذاً بالله) (حق اليقين للمجلسی ص ١٩٣) دیکھئے کس قدر جرأت و بیباکی ہے۔ ذرا شرم نہیں آتی۔

❸ ''حق اليقين'' فارسی للملا مجلسی ص ١٩١ بعنوان ''مطاعن ابی بكر''.

نہیں جانتے کہ ان کے پانچویں معصوم امام نے اسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔ اور خود ان کی اپنی کتاب میں موجود ہے، ہاں ہاں! ان کی اپنی کتاب ''الکافی'' میں، جسے وہ سب سے صحیح کتاب سمجھتے ہیں اور جس کے بارے میں کہتے ہیں، ''شیعہ کے لیے یہ کتاب کافی ہے۔'' اسی کتاب میں کلینی نے حماد بن عیسیٰ سے، حماد بن عیسیٰ نے قداح سے ابوعبداللہ کی روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو علم کو تلاش کرتے ہوئے علم کے راستے پر چلے، اللہ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے...... اور عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے، جیسے چودھویں کا چاند سارے ستاروں سے افضل ہے۔ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں جو دینار و درہم وراثت میں نہیں چھوڑتے لیکن علم کی میراث چھوڑتے ہیں، جو اس میں سے کچھ حاصل کرلے اس نے بہت کچھ حاصل کرلیا۔'' [1]

جعفر ابوعبداللہ نے ایک اور روایت میں کہا ہے: ''علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور ان کا مالِ میراث درہم و دینار نہیں ہوتا، انہیں انبیاء علیہم السلام کی احادیث میراث میں ملتی ہیں۔'' [2]

مجلسی اور اس جیسے دیگر اصحابِ ضلال کے پاس ان روایات کا کیا جواب ہے؟ فارسی کا ایک شعر ہے جس کا مفہوم ہے کہ: ''اگر یہ گناہ کی بات ہے تو پھر تمہارا شہر بھی اس گناہ سے خالی نہیں۔''

اس کے علاوہ بھی دو روایتیں ہیں جن سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے، ان روایات کو بھی اس نے روایت کیا ہے جسے شیعہ قوم ''صدوق'' کے نام سے پکارتی ہے۔

''ابراہیم بن علی رافعی نے اپنے باپ سے، اس نے اپنی دادی بنت ابی رافع سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں،

---

[1] ''الاصول من الکافی'' کتاب فضل العلم، باب ثواب العالم والمتعلم ج ۱ ص ۳۴۔

[2] ''الاصول من الکافی'' باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء ج ۱ ص ۳۲۔

یا رسول اللہ ﷺ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں، ان کو اپنی کچھ میراث دے دیجیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسن رضی اللہ عنہ کے لیے میری ہیبت اور بزرگی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کے لیے میری جرأت اور میری سخاوت۔'' ❶

دوسری روایت میں ہے: ''فاطمہ علیہا السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے دو بیٹے ہیں، انہیں کچھ عطا کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسن رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنا رعب اور بزرگی دی اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی سخاوت اور شجاعت۔'' ❷

مجلسی اور دیگر شیعہ حضرات یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے باغِ فدک آپ کو اس لیے نہیں دیا تھا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کو مفلس و قلاش کر دینا چاہتے تھے تاکہ لوگ مال و دولت کے لالچ میں ان کی طرف راغب نہ ہو جائیں۔ ہمیں ان پر اور ان کی عقلوں پر افسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت کو اس آخری زمانے کے حکمرانوں جیسا سمجھتے تھے جو دولت کے بل بوتے پر مال اور رشوت دے کر بڑے بڑے عہدے حاصل کرتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ بات بھی تھی تو مال کی وافر مقدار ان کے پاس موجود تھی، دیکھئے کلینی اس کا ذکر کرتا ہے۔ قومِ شیعہ کے دسویں امام ابوالحسن سے روایت ہے کہ سات باغات فاطمہ علیہا السلام کے لیے وقف تھے۔ وہ باغات یہ ہیں:

(۱) دلال (۲) عوف (۳) حسنی (۴) صافیہ (۵) مالامِ ابراہیم (٦) مثیب (۷) برقہ۔ ❸

جو سات باغات کا مالک ہو اس کے پاس دولت کی کمی ہوگی؟

کیا یہ نبی ﷺ کو ایسا سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سرکاری مال کو اپنی ذاتی ملکیت بنالیا تھا؟ عقلِ سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ اِس دور میں بھی، جو لوٹ کھسوٹ کا دور ہے، دین سے بیگانگی اور حرام و حلال سے بے پرواہی کا دور ہے، اس دورِ پُرفتن میں بھی بادشاہ اور

---

❶ "كتاب الخصال" از قمی ص ۷۷. ❷ ایضاً.

❸ كتاب الوصايا "الفروع من الكافي" ج ۷ ص ٤۷۔ ٤۸.

حکام جب زمین کے کسی ٹکڑے کے حاکم بن جاتے ہیں یا اسے فتح کر لیتے ہیں تو دوسروں کو فراموش کر کے سب کچھ اپنی ذاتی ملکیت نہیں سمجھ لیتے، بلکہ مال کو ملک وملت کے لیے، رعایا کی بہبود کے لیے اور عوام کی ہر قسم کی ضروریات پر صرف کرتے ہیں۔ میری جان اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، کیا یہ لوگ انہیں ایسا سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو سب لوگوں پر ترجیح دیتے تھے؟ اللہ کی قسم! یہ افتراء و بہتان ہے۔ اللہ کا مہربان وعظیم رسول ان گھٹیا جذبات سے بلند تر اور پاک تھا۔

ایک اور چیز بھی قابلِ غور ہے کہ اگر فدک کی زمین رسول اللہ ﷺ کی میراث تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیلی ہی اس کی وارث تو نہ تھیں، ابوبکر صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کی بیٹیاں بھی اس کی وراثت میں شریک تھیں، اگر ابوبکر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس وراثت سے محروم رکھا تو اپنی بیٹیوں کو بھی تو محروم رکھا۔ ان کے علاوہ نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بھی زندہ تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کے ورثاء میں وہ بھی شامل تھے۔

یہ بھی وضاحت کرتے چلیں کہ یہ اعتراض کرنے والے بیچارے شیعہ حضرات اتنا بھی نہیں جانتے کہ ان کے مذہب میں عورت کو غیر منقولہ جائداد اور زمین کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ ان کے محدثین نے اس مسئلہ کو مستقل ابواب وعنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ دیکھیے کلینی نے ایک مستقل باب اس عنوان سے لکھا ہے: ''عورتوں کو غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملتا'' اس عنوان کے تحت اس نے متعدد روایات بیان کی ہیں۔

ان کے چوتھے امام...... ابوجعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''عورتوں کو زمین اور غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔'' [1]

ابن بابویہ قمی صدوق نے اپنی صحیح ''من لا یحضرہ الفقیہ'' میں یہ روایت بیان کی ہے:

''ابوعبداللہ جعفر کی روایت ان کے پانچویں امام کی روایت میسر نے بیان کی ہے کہ

[1] ''الفروع من الکافی'' کتاب المواریث ج ۷ ص ۱۳۷۔

میں نے آپ سے (یعنی جعفر سے) عورتوں کی میراث کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے کہا: جہاں تک زمین اور غیر منقولہ جائداد کا تعلق ہے، اس میں عورتوں کی میراث نہیں۔'' ❶ .

اسی طرح اور بہت سی روایات بھی بیان کی گئی ہیں جن کی بناء پر اُن کے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ زمین اور غیر منقولہ جائداد میں عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی۔ ❷ اگر عورتوں کو زمین اور باغات وغیرہ کی جائیداد نہیں دی جاتی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بقول ان کے کس طرح فدک کا مطالبہ کیا تھا۔ کوئی کوڑھ مغز بھی اس سے اختلاف نہیں کرسکتا کہ یقیناً فدک غیر منقولہ جائداد تھی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صدیق رضی اللہ عنہ سے خفا ہو کر پھر آئیں اور آخری دم تک ان سے بات نہ کی، ہاں! آپ اپنے مطالبہ سے پھر گئیں اور پھر اپنی پوری زندگی میں اس موضوع پر کبھی بات نہ کی ...... نیز جہاں تک ان کے حقوق غصب کرنے کا سوال ہے، اس بارے میں مجلسی باوجود شدید نفرت و کراہت کے یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہو گئیں تو ان سے کہنے لگے: میں آپ کے فضل اور رسول اللہ علیہ السلام سے آپ کی قرابت کا منکر نہیں۔ میں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں فدک آپ کو نہیں دیا۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو یہ کہتے سنا ہے: ہم انبیاء کا گروہ، مالِ وراثت نہیں چھوڑتے۔ ہمارا ترکہ کتاب و حکمت اور علم ہے۔ اس مسئلے میں میں تنہا نہیں، میں نے یہ کام مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے۔ اگر آپ مال و دولت ہی چاہتی ہیں تو میرے مال سے جتنا چاہیں لے لیں، آپ اپنے والد کی طرف سے عورتوں کی سردار ہیں، اپنی اولاد کے لیے شجرۂ طیبہ ہیں، کوئی آدمی بھی آپ کے فضل کا انکار نہیں کرسکتا۔ ❸

---

❶ ایضاً کتاب الفرائض والمیراث ج ٤ ص ٣٤٧.

❷ مزید تفصیل کے لیے شیعہ کی دیگر فقہی کتب کی مراجعت کریں۔

❸ ''حق الیقین'' ص ٢٠١، ٢٠٢ ترجمہ از فارسی.

اس کمزور بنیاد پر وہ ماتمی مجلسوں، اہلِ بیت کے حقوق غصب ہو جانے کا واویلا، اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت کے درمیان عداوت و کدورت کی اس عمارت کو قائم کرنا چاہتے ہیں جس کی بنیادیں اول روز ہی منہدم ہو چکی تھیں، وہم وتخیلات کے جس تانے بانے کو بننا چاہتے تھے، ہواؤں کے تھپیڑوں سے اس کی دھجیاں فضا میں بکھر چکی ہیں۔ ابنِ سبا کی اس ذریت پر سربراہِ اہلِ بیت، فاطمہ کے شوہر، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے اقتدار پر فائز ہوتے ہی ضربِ کاری لگائی تھی۔ دیکھیے امامِ شیعہ، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ لکھتا ہے:

''جب فدک کے انکار کا معاملہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ نے کہا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس چیز کو دے ڈالوں جس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روک لیا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حال میں برقرار رکھا۔'' ❶

اسی لیے جب ابوجعفر محمد باقر سے اس کے بارے میں کثیر النوال نے پوچھا: ''میں آپ پر قربان جاؤں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا حق روک کر آپ پر ظلم کیا ہے؟'' یا ان الفاظ میں کہا کہ: ''آپ کا کچھ حق تلف کیا ہے؟'' آپ نے کہا: ''ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے اس بندے پر قرآن نازل کیا جو سارے جہانوں کے لیے نذیر (ڈرانے والے) ہیں، ہم پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔'' میں نے کہا: ''قربان جاؤں کیا میں بھی ان دونوں سے محبت رکھوں؟''

کہنے لگے: ''ہاں تیرا ستیاناس! تو ان دونوں سے محبت رکھ، پھر اگر کوئی تکلیف تجھے پہنچے تو وہ میرے ذمے۔'' ❷

باقر کے بھائی زید بن علی بن حسین نے بھی فدک کے مسئلے میں وہی کچھ کیا کہا جو آپ کے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، بختری بن حسان کے پوچھنے پر آپ نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تحقیر و توہین کے طور پر میں نے زید بن علی علیہ السلام سے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدک

---

❶ "الشافی" للمرتضیٰ ص ۲۳۱ "شرح نہج البلاغة لابن ابی الحدید ج ٤.

❷ "شرح نہج البلاغة" لابن ابی الحدید ج ٤ ص ٨٢.

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چھین لیا، یہ سن کر آپ کہنے لگے: ابوبکر رضی اللہ عنہ مہربان آدمی تھے، وہ ناپسند کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے کسی کام میں تغیر و تبدل کریں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک دیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے؟ آپ علی علیہ السلام کو لے آئیں، انہوں نے اس بات کی گواہی دی۔ ان کے بعد ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں: کیا تم دونوں گواہی نہیں دیتے کہ میں اہلِ جنت میں سے ہوں، دونوں کہنے لگے کیوں نہیں، ابوزید نے کہا: یعنی انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، کہنے لگیں: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ان (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو دیا تھا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کسی اور آدمی یا عورت کو بھی اس جھگڑے میں فیصلہ کرنے کا حق دار سمجھتی ہیں، اس پر ابوزید کہنے لگے: اللہ کی قسم اگر فیصلہ میرے پاس آتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔'' [1]

میرے خیال میں معاملہ صاف ہو چکا ہے اور اب مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

یہ سلسلۂ گفتگو ختم کرنے سے پہلے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر کلینی کی نقل کردہ دو روایات اور پیش کر دیں۔ پہلی روایت ابوعبداللہ جعفر کی ہے، آپ نے کہا: ''مالِ غنیمت وہ ہے کہ اس پر کسی بخیل کا دل نہ ڈگمگایا ہو، یا قوم نے مصالحت نہ کر لی ہو، یا کسی قوم نے خود اپنے ہاتھوں سے نہ دیا ہو، ہر بنجر زمین اور جنگلات کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام وقت، جس مصرف میں چاہیں استعمال کریں۔'' [2]

مطلب صاف واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام وقت سب لوگوں سے زیادہ اس میں تصرف کا حق دار ہے۔

دوسری روایت ایک لطیفہ سے کم نہیں۔ اسے بھی ''الاصول من الکافی'' میں نقل کیا گیا

---

[1] "شرح نہج البلاغة" لابن ابی الحدید ج ٤ ص ٨٢.

[2] "الاصول من الکافی" کتاب الحجة، باب الفیئ والانفال ج ١ ص ٥٣٩.

ہے۔ روایت سنیے! شیعہ حضرات کے ساتویں امام ابوالحسن موسیٰ، مہدی کے پاس آئے، دیکھا کہ وہ مظالم دور کر رہے ہیں، ان سے کہنے لگے: اے امیر المومنین! ہمارے مظالم کیوں دور نہیں کیے جاتے؟

وہ پوچھنے لگے: ابوالحسن کون سے مظالم؟ کہا کہ فدک، مہدی نے ان سے کہا: اے ابوالحسن اس کا حدودِ اربع بتاؤ، آپ کہنے لگے: اس کی ایک حد جبل احد ہے، ایک حد عریش مصر ہے، ایک حد سیف البحر ہے اور ایک حد دومۃ الجندل ہے۔ [1]

گویا کہ پوری آدھی دنیا! کہاں چھوٹا سا خیبر کا گاؤں اور کہاں آدھی دنیا؟ ذرا دیکھیے! یہ قوم کس قدر جھوٹ بولتی ہے، ان کی مبالغہ آرائیاں دیکھیے، کس طرح یہ لوگ اتنی سی بات کو افسانہ بنا دیتے ہیں۔ بس اسی سے ان حضرات کی مبالغہ آرائیوں کا اندازہ کر لیجیے۔

اس پر ہم فدک، امیر المومنین، خلیفۂ رسولِ صادق و امین ﷺ کی خلافت کی افضلیت و حقانیت اور شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے نقل کردہ روایات کی روشنی میں اہلِ بیت سے آپ رضی اللہ عنہ کی محبت کی بحث ختم کرتے ہیں۔ اور اب خلیفۂ راشد خلیفہ ثانی فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کریں گے جو حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے ہیں، جو اللہ پر راضی ہیں اور اللہ ان پر راضی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق اہلِ بیت کا موقف

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شہسوارِ اسلام، ملتِ اسلامیہ کا عظیم عبقری، قافلۂ سالارانِ اسلام کا قائد، مسلمانوں کی عزت و وقار کا بانی، درخشانیوں اور بابنا کیوں کا موسس، فاتح قیصر وہ کہ جس نے کسریٰ کو ذلیل و رسوا کر کے اسلام کا علم بلند کیا، اس کا بول بالا کیا، جزیرۂ عرب سے لے کر دنیا کے کونے کونے تک دین کا پہنچانے والا، انصاف پھیلانے والا، قریب و بعید سب پر شریعت لاگو کرنے والا، وہ جس نے جابر و سرکش اور حقیر و بے بس کے

---

[1] "الاصول من الكافي" باب الفئ والانفال ج ١ ص ٥٤٣.

درمیان عدل کیا، جس نے حق بات میں کسی ملامت گر کی ملامت کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا، نہ کسی کی ملامت اسے معیوب کر سکی، جس سے شرک و بدعت اور کفر و ضلالت کے اندھیرے چھٹ گئے، حق و شریعت کا حامی، حق و باطل کا دوٹوک کر دینے والا، جس نے رعایا کے امراء و غرباء، امیر و مامور سب سے انصاف کیا، اللہ کے دین اور حق کو عزت بخشنے والا، طاغوتی طاقتوں اور کفر و بت پرستی کو ذلیل و ابتر کرنے والا، امین، راشد، مصلح اور ہدایت دینے والا رضی اللہ عنہ۔ وہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو اہلِ بیت کو بھی اتنا ہی پیارا تھا جتنا سید ولد آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، وہ عمر رضی اللہ عنہ جو زمین پر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں کہہ رہے تھے: ''میں جنت میں گیا ...... وہاں میں نے ایک محل دیکھا۔ تو پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ فرشتوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا۔'' ❶

ہمیشہ وحی کی زبان میں گفتگو کرنے والی ذات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے: ''میں سو رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کنویں پر کھڑا ہوں، جس پر ایک ڈول ہے، میں نے اس میں سے جتنا اللہ کو منظور تھا، (پانی) کھینچا، پھر ڈول ابنِ ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے پکڑ لیا اور اس میں سے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے، ❷ ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری سی تھی، اللہ ان کی کمزوری معاف کرے، پھر وہی ڈول بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور اسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ میں نے کسی عبقری کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کھینچتے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ سب لوگوں کے جانور تک سیراب ہو گئے ❸ اور ایک روایت میں ہے ''حتیٰ کہ لوگ خوب سیراب ہو گئے۔'' ❹

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل بنا دیا ہے۔'' ❺

---

❶ متفق علیہ.

❷ یہاں ''غربا'' کا لفظ ہے، اس کے معنیٰ ''بڑے ڈول کے ہیں۔''

❸ یعنی اس قدر کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پلایا اور انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔

❹ متفق علیہ . ❺ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

یہی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں ہم نے (میری جان اور ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان) امامِ کونین، رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن و بشر کی تین حدیثیں، خلافِ وعدہ و عادت اہلِ سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں جو روایت بھی نقل کی، شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کی۔ یہ روایات صرف اس لیے نقل کی ہیں کہ آئندہ ہم وضاحت کریں گے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سربراہِ اہلِ بیت اور قوم شیعہ کے پہلے امام معصوم، اپنے واشگاف الفاظ و اقوال میں ان تین روایات کی تائید کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کی کتابوں کے اوراق و صفحات اس بات کی تائید و توثیق کریں گے۔

آیئے دیکھیں اہلِ بیت اور اکابرین اہلِ بیت، ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم محسن و مصلح کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کو یاد کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی تصدیق کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا اور فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کی بشارت سنائی تھی۔

"اور ان پر (مسلمانوں پر) ایک والی مقرر ہوا، پس دین قائم ہوگیا۔ پختہ و مضبوط ہوگیا۔ ❶

شارح "نهج البلاغة" مشہور شیعہ میثم بحرانی اور دنبلی اس کلام کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وہ والی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور روایت میں مذکورہ الفاظ (ضرب بجرانہ) استعارہ کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ معنیٰ یہ کہ دین اس طرح پختہ اور مضبوط ہوگیا جس طرح زمین پر بیٹھا ہوا اونٹ۔" ❷

معتزلی شیعہ، ابنِ ابی الحدید اسی خطبہ کے ضمن میں سابقہ تقریر کو ذکر کرتے ہوئے کہتا

---

❶ "نهج البلاغة" تحقيق صبحى صالح بعنوان غريب كلامه المحتاج الى تفسير ص ٥٥٧، دارالكتاب بيروت "نهج البلاغة" تحقيق شيخ محمد عبده، ج ٤ ص ١٠٧ مطبوعه دارالمعرفة۔ بيروت

❷ "شرح نهج البلاغة" لابن ميثم ج ٥ ص ٤٦٣ "الدرة النجفية" ص ٣٩٤.

ہے: ''یہ والی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے اور یہ کلام آپ رضی اللہ عنہ ہی کے طویل دورِ خلافت میں دیے گئے خطبات میں سے ایک خطبہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں (علی رضی اللہ عنہ نے) عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت، آپ کے ساتھ خصوصی تعلق اور رازداری و اعتماد کا ذکر کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: پھر مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی مرضی سے ایک آدمی چن لیا۔ جس نے ضعیف العمری کے باوجود حسبِ استطاعت اصلاحِ احوال پر بھرپور توجہ دی۔ اس کے بعد پھر ان پر ایک والی مقرر ہوا، پس دین قائم اور خوب پختہ و مضبوط ہوگیا۔'' [1]

دیکھیے علی رضی اللہ عنہ کس طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو ان صفاتِ حمیدہ سے متصف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی ٹھیک ٹھیک اور حرف بحرف تصدیق کر رہے ہیں، فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا مصداق بنا رہے ہے، اس بات کا اقرار و اعتراف کر رہے ہیں کہ دین آپ رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں مضبوط ہوگیا، آپ کی بابرکت خلافت کے دوران میں اللہ کی زمین پر اسلام پختہ و جاگزیں ہوگیا، حضراتِ شیعہ کے نزدیک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امامِ معصوم ہیں، جو کبھی غلطی نہیں کرتے۔ پھر اس قول کو قبول کرنے والا کوئی ہے؟

اس خطبہ کے بارے میں کیا رائے ہے، جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی نہایت تعریف و توصیف کی ہے۔ اپنے دورِ خلافت میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کا مصداق بتایا ہے۔ اس وقت تو تقیہ کی ضرورت نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی طرف سے ان بہترین خلائق کے سر بے بنیاد الزامات تھوپتے ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین!

صرف ایک خطبہ ہی نہیں، نہج البلاغۃ میں متعدد خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں، جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دین کو عزت ملی، اسلام سر بلند ہوا: مسلمانوں کو عظمت و وقار نصیب ہوا، اسلامی ممالک کی حدود دور دور تک پھیل گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ

---

[1] ''شرح نہج البلاغۃ'' لابنِ ابی الحدید ج ٥ ص ٥١٩۔

نے لوگوں پر شریعتِ اسلامیہ کو جاری کیا، ہر فتنہ کی جڑ کاٹ کے رکھ دی۔ ہر کجی کو ٹھیک کر دیا۔ باطل کو دبا کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کا احیاء کیا، ان کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی اطاعت کا جذبہ موجزن تھا۔ دیکھیے رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی اور آپ ﷺ کے نواسوں کے والد کس طرح آپ رضی اللہ عنہ کی بے اندازہ تعریف کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

''فلاں آدمی مستحق تعریف ہے کہ اس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا، مرض کو دور کر دیا، فتنہ کو پیچھے چھوڑ دیا، سنت کو قائم کیا، بہت کم عیوب والا تھا، پاک دامن رخصت ہوا، شر سے اجتناب کیا، خیر کو پالیا، اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا، اس کے حق کو ادا کرنے میں ہمیشہ تقویٰ سے کام لیا۔ خود گزر گیا اور دوسروں کو مختلف راہوں میں بھٹکتا چھوڑ گیا، جن میں گمراہ سیدھے راستہ پر نہیں چل سکتا اور سیدھی راہ پر چلنے والا یقین نہیں پا سکتا۔'' ❶

ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ ''عرب کہا کرتے تھے بلادِ فلاں، اس جملہ کا مطلب ہے، فلاں مستحقِ تعریف ہے...... اور یہاں فلاں آدمی سے مقصود عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، مجھے رضی ابوالحسن کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ''نہج البلاغۃ'' کا نسخہ مل گیا، اس میں فلاں کے تحت لکھا تھا، فلاں آدمی عمر رضی اللہ عنہ ہے...... میں نے اس کے بارے میں ابوجعفر یحییٰ بن ابی زید علوی سے پوچھا تو آپ نے کہا: اس سے مراد عمر رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے پوچھا: امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے؟ آپ نے کہا: ہاں۔'' ❷

یہی بات ابن میثم، ❸ دنبلی اور علی نقی نے اپنی کتاب ''الدرۃ النجفیہ'' ❹ اور ''نہج البلاغۃ'' کی فارسی شرح میں بھی کہی ہے۔ ❺

علی رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کس طرح بانگِ دہل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے موقف کا اعلان و اظہار کر رہے ہیں، برملا کہہ رہے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قوم کے ٹیڑھے

❶ "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح ص ۳۵۰ "نہج البلاغۃ" تحقیق محمد عبدہٗ ج ۲ ص ۳۲۲.

❷ "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۲ جزء ۱۲.

❸ اس کے لیے دیکھیے ابن میثم کی کی تحریر کردہ شرح نہج البلاغۃ ج ٤ ص ۹۶۔۹۷.

❹ ص ۲۵۷. ❺ ج ٤ ص ۷۱۲.

پن کو ٹھیک کر دیا۔ کج رو مریضوں کا علاج کیا، سنتِ نبوی ﷺ پر عمل پیرا رہے، ہر فتنہ و آزمائش کو پیچھے چھوڑ کر نکل گئے، نہ وہ فتنہ کو پہنچے اور نہ کوئی فتنہ انہیں پا سکا، اپنے رب کے پاس اس حال میں گئے کہ ان کا دامن کسی ملامت کی آلودگی سے داغ دار نہیں تھا، بہترین خلافت و ولایت قائم کی، اور پھر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے قتل و غارت کی کثافت سے پاکیزہ رہے، اللہ کے نافرمان نہ تھے، اللہ کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ تقویٰ سے کام لیا، نہ اس میں کوئی کمی کی نہ ظلم کیا۔

یقیناً آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی ہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں اللہ تعالیٰ کا دین مضبوط تر ہو جاتا۔ قائدِ اہلِ بیت، فاروق رضی اللہ عنہ کو اسلام کی قرارگاہ و مرکز اور مسلمانوں کی جائے پناہ سمجھتے تھے، غزوۂ روم میں جانے کے لیے جب فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان اوصاف کا حامل قرار دیا، آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اگر آپ خود بنفسِ نفیس دشمن کی طرف چلے گئے تو آپ اپنے مرکز سے دور ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کے دوسرے شہروں کا محافظ و نگہبان کوئی نہیں رہے گا، آپ کے بعد کوئی نہیں جس کی طرف مسلمان جائیں، آپ دشمن کی طرف کسی اور جنگجو کو قائد بنا کر بھیج دیجیے۔ ان کے ساتھ شجاع اور نصیحت قبول کرنے والوں کو روانہ کر دیجیے، اگر اللہ نے انہیں غلبہ دیا تو یہی آپ کی منشا ہے۔ بصورتِ دیگر آپ لوگوں کو سہارا دینے والے اور مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں گے۔''[1]

یہاں پر مصنف رحمہ اللہ نے شرح ابن ابی الحدید سے مذکورہ بالا خطبہ کی لغوی تشریح نقل کی ہے جسے نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ مکمل خطبہ کا ترجمہ نقل کیا جا چکا ہے۔ (حنیف)

اس سلسلے میں علی علیہ السلام نے مشورہ دیا ہے کہ آپ خود کو خطرے میں نہ ڈالیں، آپ کے اس دنیا سے گزر جانے سے گویا سب مسلمان گزر جائیں گے۔ آپ اپنی طرف سے لوگوں میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجیں اور خود مدینہ میں ٹھہریں کہ اگر وہ ناکام ہو گئے تو آپ ان کی

[1] "نهج البلاغة" تحقيق صبحي صالح ص ١٩٣.

جائے قرار ہوں گے۔" ❶

کوئی پڑھنے والا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ پڑھے تو ان الفاظ سے محسوس کرسکتا ہے کہ کس طرح علی رضی اللہ عنہ کے دل میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محبت جوش مار رہی ہے۔ کس حد تک آپ رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے گرویدہ وشیدا ہیں، ان کی زندگی آپ کو کتنی عزیز ہے، ان کی زندگی اور خلافت واقتدار سے آپ کی کتنی امیدیں اور تمنائیں وابستہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ذات سے نفرت اور بغض کرنے والو، دیکھو! علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کا عظیم سرمایہ سمجھتے تھے۔ یہ بات بھی قابلِ بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ فاروق رضی اللہ عنہ بنفسِ نفیس اس معرکہ میں شریک ہونے کا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود جہاں تک ہوسکا آپ نے انہیں روکنے کی کوشش کی، اس لیے کہ علی رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ آپ اسلام کے لیے عزت وسربلندی کا سبب ہیں۔ انہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو اسلام اور پورا عالم اسلام اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اسلامی دارالحکومت میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی نیابت کے فرائض سرانجام دیں۔ ❷

اگر ان حضرات کے باطل خیالات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے حقوق سلب کیے گئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ سنہری موقعہ تھا کہ زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کر ان کی تلافی کر لیتے۔ جس کے ذکر سے ان کی کتابیں اور صحیفے بھرے پڑے ہیں، جس پر عرصہ دراز سے واویلا کر رہے ہیں۔ یوسف کے بھائیوں کی طرح ماتم کناں ہیں، بات بالکل اس سے مختلف ہے، جن کی طرف سے یہ وکالت و نیابت بلکہ جنگ وجدال کر رہے ہیں، ان کا نقطہ نظر اس سے یکسر جدا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پوری مدتِ خلافت میں اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت وشیفتگی کا برتاؤ کرتے رہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو خطرات وحوادث سے دوچار کریں، علی رضی اللہ عنہ ایک نگران کی طرح آپ کے ساتھ رہے، آپ کی زندگی

---

❶ شرح نہج البلاغۃ ج ۲ جزء ۸ ص ۳۶۹۔ ۳۷۰.

❷ اس کا تفصیلی ذکر اپنی جگہ آرہا ہے۔ ان شاءاللہ۔

کی حفاظت کرتے رہے، ساری ساری رات آپ کے لیے جاگتے رہے، ان کی خواہش تھی کہ اللہ آپ کو لمبی زندگی دے، آپ کے خیر خواہ و ہمدرد اور امت کی فلاح اور درستگی کے آرزومند تھے۔ چنانچہ جنگِ فارس میں جب آپ رضی اللہ عنہ نے خود لڑائی میں جانے کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ سے بطور مشورہ پوچھا تو آپ نے یہ کہتے ہوئے انہیں روک دیا:

ایسے امور میں فتح و شکست کا دارو مدار قلت و کثرت پر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا دین ہے، اسی نے اسے غالب کیا ہے، یہ اللہ کا لشکر ہے، اسی نے اسے آمادہ و تیار کیا ہے، جو پہنچ چکا سو پہنچ چکا، جو ظاہر ہو چکا سو ظاہر ہو چکا، ہمارے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے، وہی اپنے لشکر کو کامرانی بخشنے والا ہے، نگران کا کام موتیوں کی لڑی جیسا ہے جو سب موتیوں کو پرو لیتی اور جمع رکھتی ہے۔ اگر لڑی ٹوٹ جائے تو موتی بکھر جاتے ہیں (قوموں کا نظم و ضبط تباہ ہو جاتا ہے) پھر ان سب کو کبھی ایک رخ پر جمع نہیں کیا جاسکتا، آج عرب اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن اسلام کی برکت سے بہت ہیں، آج سب عرب اجتماعیت چاہتے ہیں! آپ قائد بنیں، عرب کو اپنے گرد جمع کرلیں، جنگ کی آگ میں دوسروں کو جانے دیں، اگر آپ نے یہ جگہ چھوڑ دی تو عرب کے اطراف و اکناف میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ آپ اپنے پیچھے جن خطرات کو چھوڑ کر جائیں گے وہ پیش آمدہ خطرہ سے زیادہ اہم اور توجہ کے قابل ہیں۔

کل جب عجمی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے: یہی عرب کی بنیاد اور جڑ ہے۔ اگر تم اسے کاٹ ڈالو تو آرام پا جاؤ گے، وہ سب جمع ہو کر آپ پر ٹوٹ پڑیں گے، آپ کے درپے ہو جائیں گے۔ باقی آپ نے جو ذکر کیا ہے کہ دشمن مسلمانوں سے جنگ و قتال کے لیے چل پڑا ہے تو اللہ سبحانہٗ کو ان کا چلنا آپ سے زیادہ ناپسند ہے، وہ ذات زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اپنی ناپسند چیز کو بدل ڈالے، آپ نے ان کی تعداد کا ذکر کیا، ہم کبھی کثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کرتے، ہم تو بس اللہ کی نصرت و اعانت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔'' [1]

---

[1] ''نهج البلاغة'' تحقيق صبحى ص ۲۰۳، ۲۰۴ بعنوان ''علی کا وہ کلام جب عمر نے آپ سے مشورہ لیا تھا کہ کیا وہ خود ایرانیوں کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں؟''

کیا یہ بات پڑھ کر بھی کسی شک رکھنے والے کا شک باقی رہ سکتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا مصداق سمجھا کرتے تھے، ان خوابوں کا مصداق جو آپ نے بیان کیے اور مسلمانوں کو بشارت دی تھی کہ اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں اپنے کمال کو پہنچ جائے گا۔ سوچیے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کیوں کہا تھا: ''ہمارے ساتھ اللہ نے فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے، وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کو کامیابی بخشنے والا ہے۔''

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں: (پوری روایت گزر چکی ہے) ''پھر وہ ڈول ایک بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور اسے عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے پکڑ لیا، میں نے کسی عبقری کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کھینچتا نہیں دیکھا، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔''

اس کے بعد ہم آپ حضرات کی توجہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں، اللہ نے اپنی کتاب میں ...... جس میں حق ہی حق ہے، باطل کا شائبہ تک نہیں، ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ﴾

(النور: ۸۵)

''اللہ نے تم میں سے ایمانداروں اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے، وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی۔ اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط فرمائے گا، جسے اللہ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے، اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا۔''

یہ کہہ کر کہ ''ہمارے ساتھ اللہ نے (فتح ونصرت کا) وعدہ کیا ہے'' اس بات پر متوجہ و متنبہ کیا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ زمین پر غلبہ و

C9

اقتدار کا وعدہ کیا ہے، اے فاروق رضی اللہ عنہ ، ہم سب مومن ہیں، آپ ہمارے امیر ہیں۔ آپ کے عہدِ خلافت میں اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور اس لشکر کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کرے گا جو آپ کے جھنڈے تلے اور آپ کی مدبرانہ قیادت و توجہات کے زیرِ سایہ دشمنوں سے جنگ کرے گا۔ اس لیے کہ اللہ کا دین ضرور غالب و بالا ہو کر رہے گا تا آنکہ خوب مستحکم ہو جائے۔ اس لیے کہ آپ نگران و منتظم ہیں، آپ سب معاملات کو ترتیب دینے والے ہیں، آپ ہی سے عزت و وقار ہے، اگر آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو سب کچھ ضائع ہو جائے گا...... جمعیت پراگندگی کا شکار ہو جائے گی، قوت کمزوری میں بدل جائے گی۔ لوگ اس طرح پھٹ جائیں گے کہ پھر ابد تک ان کے اجتماع و اتحاد کی امید نہیں کی جا سکتی۔'' [1] جس مالا کا دھاگہ ٹوٹ جائے اس کے موتی پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہیں اور کبھی جڑ نہیں سکتے۔

اس قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء کی طرف بھی اشارہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ))

''یا اللہ اسلام کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عزت و قوت عطا فرما۔''

مجلسی نے ''بحار الانوار'' میں محمد باقر سے اس دعا کی روایت نقل کی ہے۔ [2] یاد رکھیے کہ رسول کی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔

سید اہلِ بیت نے یہ کہہ کر ان کو متنبہ کر دیا جو اپنے آپ کو شیعہ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ آپ ان کو بتا دینا چاہتے تھے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی مت سمجھو، وہ اسلام کا مرکز ہیں، انہی کے گرد اسلام کی چکی اور مسلمانانِ عرب گھومتے ہیں، جب مرکز نہ ہوگا تو چکی بھی نہ گھومے گی۔ بغیر محور کے چکی گھوم سکتی ہے؟ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ اصرار کرتے رہے کہ: ''اگر آپ نے یہ جگہ چھوڑ دی تو عرب کے اطراف و اکناف میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔'' کیونکہ وہ

---

[1] ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا، آپ کی شہادت کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل گیا اور آج تک بند نہیں ہو سکا، اسی مضمون کی ایک حدیث بھی ہے۔

[2] ''بحار الانوار'' ج ٤ کتاب السماء والعالم.

سمجھتے تھے کہ فاروق رضی اللہ عنہ ہی جڑ اور بنیاد ہیں، جڑ کٹ جائے تو شاخیں سوکھ جاتی ہیں، آپ ہی مرکز و محور ہیں، محور نہ رہے تو چکی بھی نہیں گھوم سکتی۔ آپ کے دل میں قوم کا درد ہے، آپ خطرات سے ان کی حفاظت کرتے ہیں، وہ کہتے تھے، ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے، آپ کو موت کی بھیڑ میں گم نہیں ہونے دیں گے۔ ہم آپ سے بے پرواہ نہیں ہو سکتے، ہم آپ کے مقابلے میں کسی اور کی پرواہ نہیں کرتے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی قلبی کیفیات و جذبات کا کتنے خوبصورت پیرائے میں اظہار کیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علی، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا اعتقادات و جذبات رکھتے تھے، رضی اللہ عنہما و رضیا عنہ!

علی رضی اللہ عنہ کا اس بات پر بھی ایمان تھا کہ، اللہ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کے دل و زبان پر جاری کر دیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے بہت بڑے محدث ہیں، اس لیے آپ چھوٹے چھوٹے اور معمولی و غیر اہم کاموں میں بھی آپ کی سیرت و عمل کی مخالفت نہیں کیا کرتے تھے، شیعہ مصنف دینوری [1] بیان کرتا ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو ''آپ سے پوچھا گیا، یا امیر المومنین! کیا آپ محل میں ٹھہریں گے؟ آپ نے کہا: مجھے وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں جسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے، میں کھلے میدان میں ٹھہروں گا، پھر آپ سب سے بڑی مسجد میں گئے، دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد کھلے میدان میں ٹھہرے۔'' [2]

اسی طرح جب آپ رضی اللہ عنہ سے فدک واپس کرنے کے بارے میں بات کی گئی تو آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت گوارا نہ کی اور انکار کر دیا، چنانچہ سید مرتضٰی بیان کرتا ہے: ''جب فدک

---

[1] اس کا نام ابوحنیفہ دینوری احمد بن داؤد ہے۔ دینور کا باشندہ تھا۔ دینور ہمدان کا پہاڑی علاقہ ہے ''جو کچھ اس نے روایت کیا ہے، وہ ثقہ ہے، صدق کی وجہ سے معروف ہے۔'' جیسا کہ ابن الندیم نے کہا ہے، ۲۸۱ یا ۲۸۲ یا ۲۹۰ھ میں فوت ہوا۔ زیادہ تر اس نے روایات یعقوب بن اسحاق لیث سے سنیں، جو شیعہ نحوی تھا۔ یہ ایرانیوں کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا امامیہ میں سے ہونا واضح ہے۔ (الذریعة لآقا بزرك الطهرانی ج ۱ ص ۳۳۸)

[2] ''الاخبار الطوال'' لاحمد بن داؤد دینوری ص ۱۵۲۔

کی واپسی کا معاملہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس چیز کو لوٹا دوں جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روک رکھا تھا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے ویسے ہی رہنے دیا تھا۔'' ❶

ان دو روایتوں کی تائید کے لیے ہم انہی کی کتابوں سے مزید تین روایات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں:

پہلی روایت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ نے کہا مجھے علم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں آ کر کسی کام میں بھی عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہو، یا ان کی قائم کردہ کسی چیز میں کوئی تغیر و تبدل کیا ہو۔ ❷

دوسری روایت ''اہل نجران آپ کے پاس شکایت لے کر آئے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ظلم کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں کہا: عمر رضی اللہ عنہ درست معاملہ کرنے والے تھے، میں ان کے کیے ہوئے کسی کام میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔'' ❸

تیسری روایت ''علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس گرہ کو نہیں کھول سکتا جسے عمر رضی اللہ عنہ نے باندھا ہے۔'' ❹

(مجھے یقین ہے آپ ضرور بخشے جائیں گے) لیکن دوزخ کو دیکھیں گے، اس قدر کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (تم میں سے ہر کوئی دوزخ کے قریب سے گزرے گا)'' آپ کو میری بات پسند آئی، سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: اے ابنِ عباس! کیا آپ میرے بارے میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں؟ میں ڈر سے خاموش

---

❶ "كتاب الشافي في الامامة" ص ٢١٣ "شرح نهج البلاغة" لابنِ ابي الحديد.

❷ "رياض النضرة" لمحب الطبري ج ٢ ص ٨٥.

❸ "البيهقي" ج ١٠ ص ١٣٠ "الكامل" لابنِ اثير ج ٢ ص ٢٠١ مطبوعه مصر "التاريخ الكبير" للامام البخاري ج ٤ ص ١٤٥ مطبوعه هندوستان "كتاب الخراج" لابنِ آدم ص ٢٣ مطبوعه مصر "كتاب الاموال" ص ٩٨ "فتوح البلدان از بلاذري ص ٧٣۔"

❹ "كتاب الخراج" لابنِ آدم ص ٢٣ "فتوح البلدان" للبلاذري ص ٧٣ مطبوعه مصر .

ہوگیا۔ علی علیہ السلام نے میرے کندھے کے درمیان ہاتھ مارا اور کہا: تم بھی کہو ایک روایت میں ہے، اے امیر المومنین آپ کیوں خوف زدہ ہیں؟ اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا باعثِ عزت ہے، آپ کی امارت باعثِ فخر ہے۔ آپ نے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا ہے، آپ نے کہا: اے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ کہتے ہیں: یوں لگتا تھا گویا وہ اقرار کرنا نہیں چاہتے تھے، خاموش رہے، اس پر علی علیہ السلام نے ان سے کہا: کہہ دے ہاں! میں تیرے ساتھ ہوں، آپ نے کہہ دیا: ہاں۔'' ❶

شیعہ حضرات کے پہلے امامِ معصوم ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس بات پر ایمان تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خود، صادق و امین، افضلِ مخلوقات، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق گو سے سن رکھا تھا۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ آرزو کیا کرتے تھے کہ کاش اللہ اِن کے اعمال کو اُن اعمال کے ساتھ ملا دے جو فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں سرانجام دیے، شیعہ راویوں میں سے سید مرتضٰی ابوجعفر طوسی، ابنِ بابویہ قمی، اور ابن ابی الحدید سب نے یہ روایت نقل کی ہے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اس وقت علی علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: ''اللہ ان پر رحمتیں اور سلام نازل فرمائے، روئے زمین پر کوئی آدمی نہیں جس کے بارے میں میری یہ خواہش ہو کہ میرے اعمال اس کے عملوں کے ساتھ ملا دیے جائیں، سوائے اس آدمی کے جو تمہارے درمیان کفن میں لپٹا پڑا ہے۔'' ❷

یہ روایت ان تمام کتب احادیث میں مروی ہے: ''المستدرک از حاکم'' ❸ ذہبی کی ''التلخیص''، ''مسند احمد''، ''مسنداتِ علی''، ''طبقات ابنِ سعد'' ❹ اور اسی جیسی روایت بخاری

---

❶ ''شرح نہج البلاغۃ ابنِ ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۴۶، اسی جیسی روایت ''کتاب الآثار'' ص ۲۰۷ ''سیرۃِ عمر'' لابنِ جوزی ص ۱۹۳ مطبوعہ مصر میں بھی ہے۔

❷ ''کتاب الشافی'' لعلم الھدی ص ۱۷۱ ''تلخیص الشافی'' للطوسی ج ۲ ص ۴۲۸ مطبوعہ ایران ''معانی الاخبار'' للصدوق ص ۱۱۷ مطبوعہ ایران۔

❸ ج ۳ ص ۹۲۔

❹ احوال عمر ج ۳ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰ مطبوعہ لندن۔

اور مسلم میں بھی موجود ہے۔

ابنِ ابی الحدید بیان کرتا ہے ''جب امیر المومنین زخمی ہوگئے تو لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہوگئے، آپ خون میں لت پت تھے، ابھی تک آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر بھی نہیں پڑھی تھی، آپ سے کہا گیا: اے امیر المومنین! نماز آپ نے سر اٹھایا اور کہا:

جس نے اپنی نماز ضائع کی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، پھر آپ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے زخم سے خون پھوٹ نکلا، آپ نے کہا! مجھے عمامہ لا دو، وہ آپ رضی اللہ عنہ نے زخم پر باندھ لیا پھر نماز پڑھی اور ذکر کیا، اس کے بعد اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: اے عبداللہ! میرے رخسار کو زمین کے ساتھ لگاؤ، عبداللہ کہتے ہیں: میں نے ایسا نہیں کیا، میں سمجھا کہ آپ ہوش وحواس کھو بیٹھے ہیں، آپ نے یہی بات دوبارہ کہی کہ، میرے بیٹے میرے رخسار زمین کے ساتھ لگادو، میں نے ایسا نہیں کیا، آپ نے تیسری دفعہ کہا: میرے رخسار کو زمین کے ساتھ کیوں نہیں لگاتے؟ اب میں سمجھ گیا کہ آپ ہوش وحواس میں ہیں، آپ خود اس لیے نہیں رکھ سکتے تھے کہ آپ پر (درد وضعف کا) غلبہ تھا، میں نے آپ کا رخسار زمین کے ساتھ لگا دیا، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی کے کناروں کے بال دیکھے جو مٹی سے اٹے پڑے تھے، آپ روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا مٹی آپ کی آنکھوں سے چمٹ گئی، میں نے اپنے کان قریب کئے تاکہ سن سکوں آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ کہہ رہے تھے: ''عمر کا ستیاناس، عمر کی ماں کی تباہی اگر اللہ نے عمر سے درگزر نہ کیا۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ علی علیہ السلام آپ کے قریب آئے، آپ کے پاس کھڑے ہوگئے اور کہا: ''کوئی آدمی نہیں جس کے بارے میں میں چاہوں کہ میرے اعمال اس کے عملوں کے ساتھ ملا دیے جائیں، سوائے اس آدمی کے جو لپٹا پڑا ہے۔'' [1]

کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ سردارِ اہلِ بیت علی رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کو جنتیوں میں شمار کرتے تھے؟ ظاہر ہے کسی جنتی شخص کے بارے میں ہی یہ خواہش رکھی

---

[1] "شرح النهج" لابنِ ابی الحدید ج ۳ ص ۱٤۷.

جا سکتی ہے کہ اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ اپنا نامۂ اعمال ملایا جائے۔

اس سے زیادہ بھی آپ نے کچھ کہا ہے؟ ہاں ہاں! اس سے بھی بڑھ کر، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہترین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔" ❶

آپ اپنے اس خط میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں: "دونوں ہدایت کے امام تھے، دونوں اسلام کے سردار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی دونوں مقتدائے قوم تھے۔ جس نے ان دونوں کی پیروی کی، محفوظ رہا۔" ❷

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ میرے نزدیک کان جیسا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ میری آنکھوں جیسا۔" ❸

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے خود علی رضی اللہ عنہ ہیں، آپ سے یہ روایت آپ کے بیٹے حسن نے کی ہے۔ (رضی اللہ عنہما)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں اہلِ بیت کے اقوال

اہلِ بیت کے مشہور ترین اور ممتاز فرد، نبی علیہ السلام کے چچا زاد بھائی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کی مدح وثنا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اللہ ابوحفص (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد، فاروق رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے حلیف تھے، یتیموں کی جائے قرار تھے، احسان کرنا آپ پر ختم تھا، صاحب ایمان تھے، کمزوروں کی جائے پناہ اور موحدین کا سہارا تھے، آپ نے اللہ کے حق کو صبر اور ذمہ داری سے پورا کیا، حتی کہ دین نکھر گیا، ممالک فتح کر لیے گئے اور بندوں کو امن نصیب ہوا۔" ❹

---

❶ "کتاب الشافی" ج ۲ ص ٤٣٨.　❷ "تلخیص الشافی" للطوسی ج ۲ ص ٤٢٨.

❸ "عیون اخبار الرضا" لابن بابویہ قمی ج ۱ ص ۳۱۳ "معانی الاخبار" للقمی ص ۱۱۰ "تفسیر الحسن العسکری"

❹ "مروج الذهب" للمسعودی ج ۳ ص ٥١ "ناسخ التواریخ" ج ۲ ص ١٤٤ مطبوعہ ایران.

اسی طرح باقی سارے اہلِ بیت بھی آپ کی بے حد تعریف و ثنا کیا کرتے تھے، جیسا کہ صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ وہاں ہم زین العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے محمد باقر، زید شہید، ابنِ باقر جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روایات بیان کر چکے ہیں، یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ آپ ان دونوں حضرات کی قبروں پر جاتے، دونوں کو سلام کہتے اور دونوں سے محبت رکھتے تھے۔ یہ سب واقعات ہم ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں۔

کسی اور بات کی طرف آنے سے پہلے ہم آپ کو ایک اور روایت سنا دینا چاہتے ہیں، جو کلینی نے اپنی کتاب ”الروضة من الکافی“ میں بیان کی ہے۔

شیعہ حضرات کے چھٹے امامِ معصوم ...... جعفر بن محمد صرف آپ دونوں حضرات سے محبت ہی نہیں رکھتے تھے، بلکہ محبت کی وجہ سے آپ دونوں کے احکامات کی تعمیل بھی کیا کرتے تھے۔

ابوبصیر، جنہیں شیعہ آپ کا معتمد و مشہور ساتھی کہتے ہیں، بیان کرتا ہے کہ: ”میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت ام خالد، جسے یوسف بن عمر نے علیحدہ کر دیا تھا، آئی اور آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے لگی، ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: اس کی باتیں سننا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! کہنے لگے کہ پھر اسے اجازت دے دو، اور مجھے آپ نے چٹائی پر بٹھالیا، پھر وہ آئی اور گفتگو شروع کی، وہ نہایت فصیح و بلیغ انداز میں گفتگو کر رہی تھی، میں نے ابوعبداللہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، آپ نے اس عورت سے کہا ان دونوں سے محبت رکھو، کہنے لگی: میں جب اپنے رب سے ملوں گی تو کہوں گی، تو نے مجھے ان دونوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے؟ ابوعبداللہ نے کہا: ٹھیک ہے۔“ [1]

ذرا دیکھیے! ان کے چھٹے امام، جن کے نام پر اپنے بے بنیاد مذہب کو قائم کیے ہوئے ہیں، کس قدر آپ سے محبت کرتے تھے۔ یہ ان کی شریعت پر چلنے کے جھوٹے دعویدار، جعفری نام سے موسوم جعفری مذہب کے دعوے دار دیکھ لیں کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے نہ صرف

[1] ”الروضة من الکافی“ جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ ایران، بعنوان حدیث ”ابی بصیر مع المراۃ“

یہ کہ خود محبت کرتے تھے، بلکہ اپنے پیروکاروں کو ان سے محبت رکھنے کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ پروردگار! ان سب پر بھی رحم فرما، جو خود اور جس کے آباؤ اجداد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ ولایت میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی سب صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی اپنی رحمتیں، سلامتی اور اپنی رضا مرحمت فرما!

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کی شادی

اسی محبت و التفات کی وجہ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی جو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھیں، فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی۔ آپ کے رشتہ مانگتے ہی علی رضی اللہ عنہ نے اس پیغام کو قبول کرلیا، اور کیوں نہ کرتے کہ آپ کی ذات پر اعتماد و اعتبار تھا۔ علی رضی اللہ عنہ آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کی خوبیوں اور اعلیٰ سیرت سے خوب واقف تھے، آپ بتا دینا چاہتے تھے کہ ہمارے درمیان کتنے پاکیزہ مراسم ہیں، کتنے مضبوط و مبارک تعلقات ہیں، اب اگر امتِ اسلامیہ کے دشمن اور یہودی حسد کی آگ میں جلتے ہیں تو جلا کریں، جملہ مؤرخین و ماہرین انساب، تمام شیعہ محدثین، ان کے فقہاء و اکابر علماء اور (بقول ان کے) معصوم ائمہ، سب کے سب اس شادی کا اقرار کر رہے ہیں، اس سلسلے کی روایات ہم نے اپنی کتاب ''الشیعہ والسنۃ'' میں بیان کی ہیں۔

اب مزید فائدہ کے لیے اور اس بات کو ختم کرتے ہوئے کچھ اور ایسی روایات قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے جو وہاں بیان نہیں کی گئیں، مشہور شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب اپنی تاریخ میں دورِ خلافتِ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے ۱۷ھ کے واقعات کے ضمن میں لکھتا ہے:

''اس سال عمر بن الخطاب نے علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب کی طرف کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا، آپ کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے اس لیے شادی کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو کہتے سنا ہے، سب حسب ونسب روزِ قیامت منقطع ہو جائیں گے، سوائے میرے نسب اور میرے سسرال کے، میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی سبب اور سسرالی تعلق رسول اللہ ﷺ سے رہے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی شادی کردی اور دس ہزار دینار حق مہر مقرر کیا۔"❶

اسی طرح طبری نے اپنی تاریخ "تاریخ الامم والملوک" ❷ ابنِ کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ" ❸ ابن الاثیر نے "الکامل" ❹ ابن سعد نے "طبقات ابنِ سعد" ❺ اور دیگر متعدد مؤرخین نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

شیعہ حضرات کے اصحاب صحاح اربعہ نے بھی اس شادی کو تسلیم کیا ہے۔ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی کتاب "الکافی" میں اقرار کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی فاروق رضی اللہ عنہ سے کردی، ❻ سلیمان بن خالد کی روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

"میں نے جعفر صادق ...... ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس عورت کے متعلق پوچھا، جس کا شوہر فوت ہوگیا ہو کہ وہ عدت کہاں گزارے؟ شوہر کے گھر میں یا جہاں چاہے گزار سکتی ہے؟ آپ نے کہا: ہاں ہاں جہاں چاہے گزار سکتی ہے اور کہا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو علی رضی اللہ عنہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے گھر لے گئے۔" ❼

❶ "تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰۔ ❷ جلد ۵ ص ۱٦ مطبوعہ مصر، قدیم۔
❸ جلد ۷ صفحہ ۱۳۹۔ ❹ جلد ۳ ص ۲۹۔ ط دارالکتاب بیروت۔
❺ صفحہ ۳٤۰ مطبوعہ لندن۔
❻ دیکھیے: "الفروع من الکافی" کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم جلد ۵ ص ۳٤٦۔ اس باب میں دو روایتیں ہیں۔ اہلِ سنت کی کتابوں میں فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام کلثوم کی شادی کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، دیکھیے، المستدرك للحاكم، باب النظر الى المرأة اذا ارادان يتزوجها ج ۳ ص ۱۳۰ مطبوعہ ہندوستان، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی صحیح بخاری "كتاب الجهاد" (باب حمل النساء القرب) میں اس شادی کا ذکر کیا ہے۔ سنن نسائی كتاب الجنائز (باب اجتماع جنائز الرجال والنساء) سنن ابی داؤد (كتاب الجنائز باب اذا حضر جنائز الرجال والنساء من يقوم)
❼ "الفروع من الكافی" كتاب الطلاق، باب المتوفى عنها زوجها ج ٦ ص ۱۱۵۔ ۱۱٦۔ اسی باب میں اس بارے میں ایک اور روایت بھی ہے، اس روایت کو شیخ الطائفہ طوسی نے اپنی صحیح "الاستبصار" ابواب العدة، باب المتوفى عنها زوجها جلد ۳ صفحہ ۳۵۳ میں بیان کیا ہے۔ ایک دوسری روایت معاویہ بن عمار سے بھی مروی ہے۔ یہ روایت "تهذيب الاحكام" باب في عدة النساء جلد ۸ ص ۱٦۱ میں مروی ہے۔

ان کے چھٹے امام معصوم...... جعفر کی ایک اور روایت طوسی نے بیان کی ہے، جعفر اپنے والد باقر کی روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

''علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم اور ان کا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ایک ہی گھڑی میں دونوں فوت ہوگئے، کسی کو خبر نہیں کہ کس کا انتقال پہلے ہوا، چنانچہ کسی کو بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں بنایا گیا اور دونوں کی نمازِ جنازہ ایک ساتھ ادا کی گئی۔'' ❶

دیگر شیعہ محدثین وفقہاء نے بھی اس شادی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے اپنی کتاب "الشافي" ❷ اور "تنزيه الانبياء" ❸ میں ابن شہر آشوب ❹ نے اپنی کتاب "مناقبِ آلِ ابی طالب" ❺ میں اربلی نے "كشف الغمة في معرفة الائمة" ❻ میں، ابنِ ابی الحدید نے "شرح نهج البلاغة" ❼ میں، مقدس اردبیلی نے "حديقة (ی) الشيعة" میں، اور قاضی نور اللہ شوشتری نے، جسے شہید ثالث کہا جاتا ہے، اپنی کتاب "مجالس المومنين" میں اس شادی کا ذکر کیا ہے۔ ❽

لکھتا ہے: ''نبی ﷺ نے اپنی بیٹی عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی، اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی عمر رضی اللہ عنہ سے کر دی۔'' ❾

اسی طرح اس شادی کا ذکر کتاب "مصائب النواصب" ❿ میں، سید نعمت اللہ

---

❶ "تهذيب الاحكام" كتاب الميراث، باب ميراث الغرقى والمهدوم ج ٩ ص ٢٦٢.

❷ صفحه ١١٦. ❸ ص ١٤١ مطبوعه ايران.

❹ اس کا نام رشید الدین ابو جعفر محمد بن علی شہر آشوب السروی المازندرانی ہے۔ ''فخرِ شیعہ اور شریعت کو عام کرنے والا ہے، اس نے مناقب وفضائل کو زندہ کیا، علم کا سمندر ہے، مشائخ امامیہ کا شیخ اور ''المناقب'' وغیرہ کتب کا مصنف ہے۔ اپنے وقت کا امام اور یکتائے زمانہ تھا۔ شیعہ حضرات کے ہاں اسے وہی مقام حاصل ہے جو اہلِ سنت کے ہاں خطیب بغدادی کو۔ ۵۸۸ھ میں حلب کے مقام پر فوت ہوا(الكنى والا لقاب ج ١ ص ٣٢١)

❺ ج ٣ ص ١٦٢ مطبوعه بمبئى هندوستان. ❻ ص ١٠ مطبوعه ايران قديم.

❼ ج ٣ ص ١٢٤. (ی) ص ٢٧٧ مطبوعه ايران

❽ ص ٧٦ مطبوعه ايران قديم ص ٨٢. ❾ "مجالس المومنين" ص ٨٥.

❿ ص ١٧٠ مطبوعه طهران.

جزائری نے کتاب "الانوار النعمانیہ" میں، ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار [1] میں، شیعہ مورخ مرزا عباس علی قمی نے اپنی [2] تاریخ میں، محمد جواد شری نے اپنی کتاب [3] میں، عباس قمی نے "منتهی الآمال" میں، [4] اور ان کے علاوہ بے شمار مصنفین نے اس شادی کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ جس سے کوئی متعصب و جاہل، یا انتہائی ہٹ دھرم اور جھگڑالو ہی انکار کی جراءت کر سکتا ہے۔

شیعہ فقہاء اس شادی کو اس بات پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حلی "شرائع الاسلام" میں لکھتا ہے "آزاد عورت کا غلام سے، عربی عورت کا عجمی سے، اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی سے نکاح جائز ہے۔" [5]

اسی کے ضمن میں شارح شرائع الاسلام، زین الدین عاملی، جسے شیعہ شہید ثانی کہتے ہیں، لکھتا ہے: "نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا اور ایک بیٹی کا نکاح ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کیا، اور یہ دونوں حضرات ہاشمی نہیں تھے۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر رضی اللہ عنہ سے کیا، عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی، اور مصعب بن زبیر نے آپ کی ہمشیرہ سکینہ سے نکاح کیا، یہ سب حضرات غیر ہاشمی تھے۔" [6]

آخر میں مشہور معتزلی شیعہ ابنِ ابی الحدید کی ایک روایت سنا کر اس موضوع کو ختم کرتے ہیں، روایت یہ ہے:

---

[1] باب احوال اولادہٗ و ازواجه، ص ٦٢١ مطبوعه طهران.

[2] "تاریخ طراز مذهب مظفری" فارسی، باب حکایة تزویج ام کلثوم رضی اللہ عنہا من عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ.

[3] "امیر المومنین ص ٢١٧ زیرِ عنوان "علی رضی اللہ عنہ فی عهدِ عمر رضی اللہ عنہ" مطبوعه بیروت.

[4] ج ١ ص ١٨٦ فصل ٦ زیرِ عنوان "ذکر اولاد امیر المومنین" مطبوعه ایران، قدیم.

[5] "شرائع الاسلام" فی الفقه الجعفری للحلی (فقہ جعفریہ کی کتاب ہے) کتاب النکاح، حلی ٦٧٢ھ میں فوت ہوا۔

[6] "مسالك الافهام" شرح "شرائع الاسلام" باب لواحق العقد جلد ١.

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بادشاہِ روم کی طرف قاصد بھیجا، عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے چند دینار کی ایک خوشبو خریدی، اسے دو شیشیوں میں ڈالا اور بادشاہِ روم کی بیوی کی طرف ہدیہ بھیجا، قاصد واپس آیا اور اپنے ہمراہ دو شیشیاں جواہر کی بھری لایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کمرے میں جواہر بکھرے پڑے ہیں، آپ نے پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے؟ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے آپ کو بتایا، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ لیا اور کہا: یہ سب مسلمانوں کا مال ہے، آپ کہنے لگیں، کیسے یہ تو میرے ہدیہ کے بدلے میں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا تمہارا فیصلہ تمہارے والد پر رہا، علی علیہ السلام نے کہا تمہارا اس میں سے صرف ایک دینار کی قیمت کے برابر حصہ ہے، باقی سب مسلمانوں کا ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا قاصد لے کر آیا ہے۔''[1]

مختلف سیرت نگاروں اور علماء انساب نے بھی اس شادی کا ذکر کیا ہے، دیکھیے بلاذری "انساب الاشراف"[2] میں ابنِ حزم "جمهرة أنساب العرب"[3] میں، بغدادی اپنی کتاب "المحبر"[4] میں، دینوری "المعارف"[5] میں، اوران کے علاوہ بھی بے شمار مصنفین ومؤرخین اس شادی کا ذکر کرتے ہیں۔

اہلِ بیت اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا باہمی احترام واکرام!

یہ احترام واکرام کے جذبات وتعلقات یکطرفہ نہیں تھے، بلکہ سب آپس میں ایک دوسرے کا احترام، اور پیار ومحبت کے تعلقات رکھتے تھے، فاروق رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کا اکرام و احترام اس سے بڑھ کر کرتے جو اہلِ بیت کا آپ کے ساتھ تھا، آپ ان کا بے حد احترام

---

[1] "شرح نهج البلاغة" ج ٤ ص ٥٧٥ مطبوعه بيروت ١٣٧٥ھ.

[2] جلد ١ ص ٤٢٨ مطبوعه مصر۔ [3] ص ٣٧، ٣٨۔ مطبوعه مصر۔

[4] زیرِ عنوان "اصهار علی" (علی رضی اللہ عنہ کے داماد) ص ٥٦، ٤٣٧، مطبوعه دکن.

[5] زیرِ عنوان "بنات علی (علی رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں) ص ٩٢ مطبوعه مصر، ص ٧٩۔ ٨٠ زیرِ عنوان اولادِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ."

کرتے، اپنے اور اپنے گھر والوں سے بھی ان کے حقوق کو مقدم سمجھتے تھے، تمام مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے مالی وظائف وعطیات مقرر کیے تو بنی ہاشم کو عقیدت واحترام کی وجہ سے سب پر مقدم رکھا کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ورشتہ داری ہے۔

مشہور شیعہ مؤرخ یعقوبی اس بات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''عمر رضی اللہ عنہ نے دیوان (کھاتے کے رجسٹر) مرتب کیے اور ۲۰ھ میں عطیات مقرر کیے'' کہتا ہے: ''جب مال و دولت کی کثرت ہوگئی تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ ایک دفتر (رجسٹر) ترتیب دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، مخرمہ بن نوفل، جبیر بن مطعم بن نوفل بن عبدِ مناف رضی اللہ عنہ [1] کو بلوایا اور کہا: لوگوں کے نام لکھو اور بنی عبدِ مناف سے شروع کرو۔ سب سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام پانچ ہزار، حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نام تین ہزار، حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے نام تین ہزار، [2] اور اپنے لیے چار ہزار درہم مقرر کیے [3]

[1] یہ سب کے سب علی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار، آپ کے بھائی اور چچازاد بھائی ہیں۔

[2] سوائے اہلِ سنت کے، اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے سوائے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے دو دو ہزار درہم مقرر کیے، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ان کے والد کا حصہ بھی دیا اور اس طرح حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے، عباس رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔''
(طبقات ابنِ سعد ج ۳ ص ۲۱۳، ۲۱۴ "کتاب الخراج" لابی یوسف ص ۲۳۔ ۲۴' مطبوعہ مصر "فتوح البلدان" ص ٤٠٤، ٤٥٥ "کتاب الاموال" لابی عبید بن سلام)
بلاذری، یحییٰ بن آدم اور طرابلسی وغیرہ نے، جعفر بن محمد باقر، محمد باقر، عبداللہ بن حسن اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ ''عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے لیے ایک حصہ علیحدہ کیا، پھر مزید اس میں اضافہ کیا۔''
(فتوح البلدان للبلاذری ص ۲۰، "کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم ص ۷۸، مطبوعہ مصر قدیم، "الاسعاف فی احکام الاوقاف" للطرابلسی، ص ۸ مطبوعہ مصر۔

[3] اس کے باوجود یہ بات کہتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ بیت کے حقوق غصب کیے۔ یہی یعقوبی، جو ان کے چہروں پر حق کے تھپڑ مار رہا ہے، اسے بھی اللہ نے حق کے اعتراف واقرار کی توفیق دے دی۔ اس وقت علی رضی اللہ عنہ نہیں، عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے۔

سب سے پہلا مال جو آپ کی خدمت میں لایا گیا، بحرین سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا، [1] اس کی مقدار سات لاکھ درہم تھی، آپ نے (یعنی فاروق رضی اللہ عنہ نے) کہا: حسبِ مراتب لوگوں کے نام لکھو...... اور بنی عبد مناف سے لکھنا شروع کرو، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اس کے متعلقین، پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور اس کے متعلقین، جب عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا، بخدا میں چاہتا ہوں کہ اپنا نام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں میں لکھواؤں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کرو اور پھر قریب تر کی ترتیب سے لکھتے جاؤ، حتیٰ کہ عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں رکھو، جہاں اللہ نے اُسے رکھا ہے۔'' [2]

ابنِ ابی الحدید لکھتا ہے: نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے شروع کرو، اس کے بعد جو قریب تر ہو۔ چنانچہ بنی ہاشم سے ابتدا کی گئی، اس کے بعد بنی عبدالمطلب کے نام لکھے گئے، اس کے بعد بنی شمس اور نوفل کے اور پھر قریش کی باقی شاخوں کے لوگوں کے نام، عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں زنانہ چادریں تقسیم کیں، ان میں سے ایک خوبصورت چادر بچ گئی، موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا: اے امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو دے دیں جو آپ کے گھر میں ہیں۔ ان کی مراد ام کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہ تھیں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ام سلیط کو یہ چادر دوں گا اس لیے کہ وہ ان میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔'' [3]

ثابت ہوگیا کہ فاروق رضی اللہ عنہ کسی کا بھی اتنا احترام و اکرام نہیں کیا کرتے تھے، جتنا اہلِ بیت کا احترام کرتے اور خیال رکھتے، بلکہ اپنے گھر والوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھا

---

[1] جی ہاں! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جن سے ان لوگوں کو صرف اس لیے حد درجہ کا بغض ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث روایت کی ہیں جو آپ نے اپنے پاکیزہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمائی تھیں، بالخصوص صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں، جی ہاں! یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی تھے جو مال لے کر آئے تھے تو سب کے سب نے اللہ کے دیے ہوئے اس مال کو لے لیا جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لائے تھے۔

[2] "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ بیروت.

[3] "نہج البلاغة" لابنِ ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۳۔ ۱۱۴.

کرتے تھے۔

اپنے وقت میں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ، کسریٰ ایران یزدگرد کی بیٹی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایران کے قیدیوں میں گرفتار ہوکر امیر المومنین اور خلیفۂ رسول ﷺ، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کی گئیں، جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ یہ امیر المومنین اپنے اس بیٹے کو دیں گے، جو بڑے بہادر مجاہد تھے اور رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے کئی ایک جنگوں میں دادِ شجاعت وصول کر چکے تھے، اس لیے کہ وہ یزدگرد کی بیٹی کے ہم پلہ تھے، لیکن فاروق رضی اللہ عنہ نے نہ انہیں اپنے لیے رکھا نہ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ اپنے گھر والوں میں سے کسی اور کے لیے، بلکہ سب پر نبی ﷺ کے اہلِ بیت کو مقدم سمجھتے ہوئے انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دے دیا۔ انہی سے علی بن حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کربلا میں بچ جانے والے واحد فرد تھے، آپ ہی سے حسین رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب آگے بڑھا۔'' ❶

مشہور شیعہ ماہرِ نسب ابنِ عنبہ نے بیان کیا ہے: ''ان کا نام شہر بانو تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ فتح مدائن کے مالِ غنیمت میں آئیں اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔'' ❷

مشہور شیعہ محدث اپنی صحیح "الکافي في الاصول" میں محمد باقر سے نقل کرتا ہے کہ جب یزدگرد کی بیٹی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو مدینہ کی سب کنواریوں سے بڑھ کر تھیں، جب مسجد میں داخل ہوئیں تو ان کے حسن کی تابانی سے مسجد روشن ہوگئی، عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں

---

❶ ان لوگوں سے بچیے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، پھر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالیاں بکتے اور آلِ محمد ﷺ پر ظلم کرنے والا کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ فاروق رضی اللہ عنہ نے آلِ محمد ﷺ کی خلافت غصب کرلی۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ان حضرات کا وجود بھی نہ ہوتا، اگر آپ رضی اللہ عنہ غاصب تھے تو حسین رضی اللہ عنہ اس لونڈی کو قبول کرنے پر کیوں راضی ہوئے، جسے ایک جنگ میں جو آپ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے لڑی گئی تھی، گرفتار کیا گیا تھا، ذرا سوچیے، غور کیجیے!

❷ "عمدة الطالب في انساب ابي طالب" فصل ثالث زیرِ عنوان عقب الحسین (اولادِ حسین ص ۱۹۲)۔

دیکھا تو آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی رہ گئے۔ وہ کہنے لگیں، اف بیروج باداہرمز۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے گالی بکتی ہو، اور اُن کی طرف بڑھنا چاہا تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا: آپ کو ایسا نہیں کہنا، اسے مسلمانوں میں سے اپنے لیے کوئی آدمی چن لینے کا اختیار دے دیجیے، آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی کو چن لینے کا اختیار دے دیا۔ وہ آئیں اور اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا، امیر المومنین نے ان سے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا، ''جہاں شاہ'' امیر المومنین نے کہا! بلکہ شہربانو۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عبداللہ یہ تمہارے لیے رُوئے زمین پر بہترین بچہ جنم دے گی۔ چنانچہ آپ نے علی بن حسین کو جنم دیا، اسی لیے علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ابن الخیرتین (بہترین ماں اور بہترین باپ کی اولاد) کہا جاتا ہے، عرب میں سے بہترین ہاشم ہیں اور عجم میں سے فارس، ابوالاسود وائلی نے آپ کے بارے میں ایک شعر کہا ہے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے)

''کسریٰ اور ہاشم کے ملاپ سے جنم لینے والا بیٹا سب بچوں سے زیادہ محترم و مکرم ہے!''[1]

جیسا کہ گزر چکا ہے، حسین رضی اللہ عنہ سے پہلے آپ کے والد علی رضی اللہ عنہ کی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کروانے میں بھی آپ رضی اللہ عنہ ان کی مدد کر چکے ہیں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خمس اور مالِ غنیمت سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ بیت میں تقسیم کیا کرتے تھے، ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کیا کرتے تھے، یہ بات ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں فدک کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ فدک کے غلہ میں سے اتنا مال اہلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا، باقی تقسیم کر دیا کرتے تھے، ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، ان کے بعد (انہی کے طریقوں اور معمولات کے مطابق) علی رضی اللہ عنہ بھی کیا کرتے تھے۔''[2]

---

[1] "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ٤٦٧ "ناسخ التواریخ" ج ۱۰ ص ٤٠٣۔

[2] "شرح نہج البلاغۃ" لابنِ میثم ج ٥ ص ۱۰۷ "الدرۃ النجفیہ" ص ۳۳۳۔ ابنِ ابی الحدید۔

آپ کے دل میں اہلِ بیت کے لیے کس قدر احترام تھا، اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جاسکتا ہے جو ابنِ ابی الحدید نے یحییٰ بن سعید سے نقل کی ہے، آپ کہتے ہیں: ''ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس کسی کام کے لیے آنے کا حکم دیا، حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہیں؟ انہوں نے کہا: والد کے ہاں گیا تھا اجازت چاہی لیکن میرے والد نے مجھے اجازت نہیں دی، یہ سن کر حسین رضی اللہ عنہ لوٹ گئے اور گمان کیا کہ وہ مصروف ہوں گے، دوسرے دن عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ملے تو پوچھا: میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ آپ نے کہا: میں آیا تھا لیکن آپ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ نے ان کو آنے کی اجازت نہیں دی، اس لیے میں پلٹ گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا آپ میرے نزدیک اس جیسے ہیں؟ آپ آتے تو میں کیسے اجازت نہ دیتا؟'' ❶

علی بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تمام بنی ہاشم کے بارے میں کہا کرتے تھے: ''بنی ہاشم کی عیادت کرنا سنت ادا کرنے اور ان کی زیارت نفل ادا کرنے کے برابر ہے۔'' ❷

طوسی اور صدوق نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی آدمی سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی ناروا بات نہ سنتے اور نہ برداشت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کسی آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی ناروا بات کہہ دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: کیا اس صاحبِ قبر کو جانتے ہو؟...... جب بھی علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرو خوبی کے ساتھ کرو، اگر انہیں تکلیف پہنچاؤ گے تو اِن صاحبِ قبر کو تکلیف پہنچاؤ گے۔'' ❸

---

❶ "شرح نهج البلاغة" لابنِ ابی الحدید ج ٣ ص ١١٠.

❷ "الآمالی" للطوسی ج ٢ ص ٣٤٥ مطبوعه نجف.

❸ "الآمالی" للطوسی ج ٢ ص ٤٦ "الآمالی" للصدوق ص ٣٢٤۔ اس جیسی روایت "المناقب" لابنِ شهر آشوب ج ٢ ص ١٥٢، مطبوعه ہندوستان میں بھی ہے۔

اہلِ بیت کی آپ سے محبت اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا

اہلِ بیت نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بے حد محبت اور آپ کی عزت و احترام کیا کرتے تھے، کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ ایسی ویسی بات کہتا تو اس کی بات پر ہرگز کان نہ دھرتے، کوئی اگر آپ پر طعن و تشنیع کرتا تو اہلِ بیت اسے سخت بُرا کہتے، اس کی تردید کرتے اور اسے سختی سے ڈانٹ دیا کرتے تھے۔ جس کی تفصیل اپنی جگہ آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز!

اہلِ بیت آپ کی عزت و احترام کے بدلے میں ہمیشہ آپ کے ساتھ احترام و توقیر کا معاملہ کرتے رہے، نبوت کے ثمرات سے انہیں نوازا، ان سے شادیاں کیں، ان کی فرمانبرداری کی، پورے خلوص کے ساتھ اطاعت و وفا کرتے رہے، آپ کے خیر خواہ رہے، اس چیز کا مشورہ دیتے جو بہتر سمجھتے، وہ آپ کو اپنا وزیر بناتے تو آپ ان کی وزارت و نیابت قبول کرتے، ان کے جھنڈے تلے جہاد کرتے، کتاب و سنت کے مطابق نصیحت کی بات بتانے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا، جو مانگا پیش کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ہر قیمتی سے قیمتی چیز کو خرچ کر ڈالا۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ایک خط میں، جو آپ نے مصر کے دوستوں کی طرف اپنے عامل مصر محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد لکھا، اس بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امورِ (سلطنت) سنبھال لیے ...... جب آپ اس دنیا سے چلے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی ذمہ داری میں لے لیا، ہم نے آپ کی بات سنی، اطاعت کی اور خیر خواہ رہے۔'' اس کے بعد حسبِ عادت آپ رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں...... ''اور عمر رضی اللہ عنہ نے اقتدار سنبھال لیا، آپ پسندیدہ سیرت اور بابرکت شخصیت کے

مالک تھے۔ یعنی ہم نے آپ کی بیعت کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ آپ کی سیرت بہت پاکیزہ اور اعلیٰ تھی، آپ کی ذات بابرکت و متبرک تھی، آپ اپنے امور میں کامیاب رہے، اپنے مقاصد میں کامرانی حاصل کی۔ ہم نے آپ کی بیعت اسی طرح کی جیسے تم نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، پھر میں نے اس بیعت کو پورا کیا اور نبھایا، پھر جب آپ رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی نامزد کردہ چھ افراد کی کمیٹی میں چھٹا نام میرا تھا۔

(۱) شیعہ کے شیخ، طوسی نے بھی اپنی کتاب "الآمالی" میں یہی بات علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(۲) س۔ خ کے پردے میں چھپنے والے کی مخالفت کے باوجود، جو جھوٹ کی اوٹ میں چھپنا چاہتا ہے، ہماری کتاب کا جواب دیتے اور رد کرتے ہوئے بھی اسے ہی ثابت کر رہا ہے جو ہم کہہ چکے اور ثابت کر چکے ہیں...... وہ سمجھتا ہے کہ وہ ہمیں جھٹلا سکتا ہے، ایسے واضح حقائق کو جھٹلا سکتا ہے، جن سے فرار ممکن نہیں۔ ہمارے پیش کردہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

اگر اس وقت میں علی کے منبر کے نیچے موجود ہوتا، جب آپ روئے تھے، اور ان دونوں (ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ) کی تعریف میں یہ خطبہ دیا تھا، تو میں آپ سے کہتا: اے علی! ہمیں ان کی مخالفت اور خامیاں بیان کرنے کی جرأت دینے والے آپ ہی ہیں، آپ ہی نے رسول اللہ کے اہلِ بیت اور رسول اللہ کے منتخب ساتھیوں کو ان دونوں کی بیعت کرنے سے منع کیا تھا، جس سے مجبور ہو کر عمر نے لکڑیاں اٹھائیں اور آپ کے گھر اور گھر والوں کو جلا ڈالنا چاہا، اس گھر کو جس میں رسول اللہ کی بیٹی تھی، اس (عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا گیا کہ اس میں رسول اللہ کی بیٹی ہے، تو وہ کہنے لگا: بے شک ہو...... تا آنکہ آپ نے مجبور ہو کر چھ ماہ بعد بیعت کی، اس وقت تک بیعت نہیں کی، جب تک کہ آپ کی زوجہ فوت نہیں ہو گئیں۔ وہ اس پر برہم تھیں، جو اس نے آپ کے ساتھ اور ان کے ساتھ کیا تھا (فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے آپ کو وصیت کی تھی کہ انہیں

رات کو دفن کیا جائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ ایسا انہوں نے آپ کے ساتھ کیے گئے سلوک پر احتجاج کے طور پر کہا تھا:

اے علی ...... جب آپ جانتے تھے کہ رسول اللہ کے ہاں ان دونوں حضرات کا یہ مقام ہے تو آپ نے، آپ کی زوجہ اور آپ کے ساتھیوں نے ایسا کیوں کیا؟ آپ کے اسی فعل نے ہمیں بے باک کر دیا ہے کہ ہم ان کے ان کاموں پر، جو اُن سے سرزد ہوئے ہیں، تنقید کریں۔

اے علی! پھر آپ نے اس پر بس نہیں کی، آپ نے معاویہ بن ابی سفیان کو جنہوں نے آپ کو اس واقعہ پر عار دلائی تھی اور کہا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو کمزور اونٹ کی طرح نکال باہر کیا، آپ نے انہیں خط میں فخر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ

واجب کردی تھی رسول اللہ نے اپنی ولایت
غدیر خم کی صبح تم لوگوں کے درمیان!

تو اے علی، پھر آپ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں حضرات کی رائے جیسی اور کوئی رائے نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اور کسی سے اتنی محبت کرتے تھے جتنی آپ دونوں سے) ہم نے تاریخ میں بہت سے ایسے معاملات پڑھے ہیں، جن میں عمر نے رسول اللہ کی مخالفت کی۔ جنگِ بدر کے بعد عمر کی رائے یہ تھی کہ رسول اللہ اپنے چچا عباس کو لائیں اور ان کی گردن مار دیں، رسول اللہ ﷺ نے عمر کی مخالفت کی اور دیت لے کر انہیں چھوڑ دیا، اسی طرح فتح مکہ کے دن عمر کی رائے تھی کہ رسول اللہ ابوسفیان کے بارے میں حکم دیں کہ اس کی گردن ماردی جائے، رسول اللہ ﷺ نے روک دیا، اسے کھلی چھٹی دے دی اور اس کے گھر کو خوف زدہ لوگوں کے لیے جائے امان قرار دیا۔

اخیر میں رسول اللہ کا اپنی وفات کے قریب یہ کہنا کہ: میرے پاس قلم اور کاغذ لاؤ تا کہ میں تمہیں ایسی چیز لکھ دوں، جس سے میرے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے، عمر نے اس کی بھی مخالفت کی اور کہا، ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اس سے

رسول اللہ کو غصہ آ گیا، آپ نے سب کو نکال دیا اور کہا، میرے پاس سے اٹھ جاؤ، سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اسی طرح کی بہت سی مخالفتیں اس نے کیں، اے علی! آپ صحیح بات کیوں نہیں کہتے؟

(اس کے بعد ذرا نرم ہوکر ...... اے علی رضی اللہ عنہ ......) آپ جانتے ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں اس کی کسی بات اور رائے کو قبول نہیں کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد یہ آپ کو کیوں کر معلوم ہوگیا، کیا رسول اللہ نے آپ کو یہ بتایا تھا؟ جب ان دونوں کے درمیان ...... ابوبکر و عمر کے درمیان ...... خالد بن ولید کے مسئلہ پر اختلاف ہوا تو رسول اللہ کی رائے ان دونوں میں سے کس کے ساتھ تھی؟

کوئی شک نہیں کہ علی یہ کہیں گے: لعن اللہ الکاذب المفتری (کتاب الشیعة والسنة فی المیزان۔ مصنف س۔خ ص ۸۸، ۸۹، ۹۰۔ مطبوعہ بیروت)

ہاں میں بھی یہی کہتا ہوں: "لعن اللّٰہ الکاذب المفتری" "خواہ وہ پردہ نشین س۔خ ہو یا صافی ہو۔ " فشر کما لِخَیْرِ کُمَا فداء" "تم دونوں میں بُرا، بہتر آدمی پر قربان"

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر اس کی تکذیب کر رہے ہیں کہ اے سوال کرنے والے گستاخ، جھوٹے اور دروغ گو، تو اس قدر بے باک ہے کہ میرے منبر کے نیچے بیٹھ گیا، تو ابنِ ملجم کی اولاد کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا، تو میرے داماد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی بیٹی اور میری بیٹی کے شوہر کو گالیاں بکتا ہے، تو میری طرف وہ کچھ منسوب کرتا ہے جو نہ میں نے کیا نہ میں نے کہا، تو فاروق رضی اللہ عنہ کو جھٹلاتا ہے اور مجھے بھی، پھر بھی میری محبت وعقیدت کا دعویٰ کرتا ہے، تو کہتا ہے کہ میں نے تجھے ان دونوں کے خلاف بے باک کیا، تو ابنِ سبا کی اولاد کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا، تو اس خوف کی وجہ سے اس کے وجود سے انکار کرتا ہے کہ تیرے اسی جیسے اعمال واقوال تجھے رسوا نہ کر دیں، لوگ تیرے اندر کی گندگی کو نہ دیکھ لیں، تو جانتا ہے کہ جب اس نے دین میں فتنہ وفساد اور مسلمانوں میں اضطراب وتشویش پھیلانا چاہی تو میں نے اسے مار ڈالا اور جلا ڈالا تھا، تیرے بڑوں نے تجھے اس کے بارے میں بتایا ہوگا، اب پھر تو

چودھویں صدی میں آ نکلا ہے اور اس کا انکار کر رہا ہے؟ تیرے پچھلے سب کے سب اس کے وجود اور اس کی گندی کرتوتوں کا اعتراف کر چکے ہیں۔

لعنة اللّٰه علی الکاذب والمنکر والمفتری!

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾

تو بتا جھوٹا کون ہے؟ تو یا تیرا ساتھی؟

جہاں تک سربراہِ اہلِ بیت کا تعلق ہے، اللہ کی پناہ کہ تیرے اندر کے خبث اور زبان کی غلاظت کا کوئی چھینٹا بھی ان پر پڑے، پھر ذرا سوچ کہ علی رضی اللہ عنہ کے کتنے خطبوں کا تو منکر ہے؟ کتنی ہی آپ رضی اللہ عنہ کی عبارتوں کا تو انکار کر رہا ہے، یہاں ہم نے علی رضی اللہ عنہ ہی کا ایک خطبہ بیان کیا ہے، تو تُو ان سے محبت کا دعویدار ہے؟ تیری ہی کتاب ہے، تُو اور تیری پوری قوم نے جمع ہو کر اس کی تحقیق کی، پھر تم لوگوں نے، خود تم لوگوں نے اسے شائع کیا اور یہ کہہ کر دنیا کے سامنے پیش کیا کہ کتاب "الغارات" اور ثقفی کی تمام کتابوں سے شیعہ نے سیرابی حاصل کی، یہ کتب شیعہ کا ماخذ ہیں۔ بہت کم آپ کو شیعہ کی کوئی ایسی کتاب ملے گی جس میں اس کا ذکر نہ ہو، ثقفی سے بہت سے شیعوں نے براہِ راست اور بالواسطہ روایت کیا ہے۔"

(مقدمة الغارات، للثقفی، ص ٤)

مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب شیعہ حضرات کے سب سے اہم مراجع میں سے ہے۔ اس سے انہوں نے بہت کچھ چرا لیا ہے، بفضل اللہ والمنة اس میں ان کے نہ چاہنے کے باوجود یہ بات موجود ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور پورے اخلاص کے ساتھ وفا کی، آپ رضی اللہ عنہ نے خود صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس بات کا اقرار کیا ہے۔ اب صاحبِ انصاف کیا کہتے ہیں؟ امید واثق ہے کہ وہ یہی کہیں گے:

((لعن اللّٰه الکاذب والمفتری))

عبداللہ بن سبا

جہاں تک عبداللہ بن سبا کے انکار کا تعلق ہے، تو یہ ایک ایسی واضح حقیقت کا انکار کرنا ہے، جیسے کوئی دوپہر کے وقت سورج کے نکلنے کا انکار کرے۔ متقدمین میں سے کسی آدمی نے بھی اس کے وجود کا انکار نہیں کیا، پتہ نہیں ان میں سے کس کو حق کا زیادہ علم تھا؟ متقدمین کو یا متاخرین کو؟ یہ لوگ خوفزدہ ہیں کہ اپنے بانی اور والد کا ذکر کریں۔ ہم پوری قوم کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ سب کے سب مل کر متقدمین میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ثابت کر دیں کہ وہ اس کے وجود کا منکر تھا۔ اور اُسے ایک خیال اور وہم سمجھتا تھا۔

یہ سب کے سب لوگ خواہ کتنے ہی ہوں۔ ان میں ہمارا وہ دوست بھی جس نے ہمیں جواب دینا چاہا ہے، لیکن اے کاش کہ جواب دے سکتا، میں کس قدر مشتاق ہوں اس بات کا کہ کوئی مجھے جواب دینے کی جسارت کرے، اور میں دیکھوں کہ اس نے مجھے کیا جواب دیا ہے؟ اگر وہ سچا ہوا تو میں اپنی غلطی تسلیم کرلوں گا، اپنا قصور اور خطا مان لوں گا۔ مجھے بہت تمنا ہے کہ جو کچھ میں نے ان کی کتابوں سے نقل کیا ہے، کوئی کہے کہ یہ صحیح نہیں، یا اس کا ماخذ ثقہ نہیں، یا منسوب کردہ عبارت صحیح نہیں ہے، یا کوئی مجھے بتائے کہ میں نے غلط نتیجہ اخذ کیا ہے، یا بے جا استدلال کیا ہے؟ میں اپنے آپ کو لغزش و خطاء سے بری قرار نہیں دیتا۔ میں کیا خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جنہیں یہ معصوم کہتے ہیں، خطا سرزد ہو جانے کا اعتراف کیا ہے، آپ خود کہہ رہے ہیں:

''صرف میری بات اور مشورہ کو حق کے لیے کافی نہ سمجھو، میں خطا سے مامون نہیں ہوں۔'' [1]

---

[1] "الکافی فی الاصول"، "از مقول اعیان الشیعة" جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، اگر خطا کا امکان خلافت و امامت کے منافی ہے تو یہ تو آپ کے امام کو بھی تھا۔ خود انہوں نے اعتراف کیا ہے اور ان کی سب سے مقدس کتاب میں موجود ہے، تو پھر کیا معنی ہوں گے؟

میں یہی چاہتا ہوں، لیکن اللہ کے احسان اور فضل سے ان کی تمام بکواسات، گالی گلوچ، تعریضات، نام بگاڑنے اور بار بار جھوٹ بولنے سے میرے اعتماد اور یقین میں اضافہ ہی ہوا ہے کہ اللہ نے مجھے محمد ﷺ کے صحابہ اور برگزیدہ ہستیوں کا دفاع کرنے کی توفیق بخشی۔ ان لوگوں کے پول کھلے اور حقیقتِ واقعی کا پتہ چلا ہے۔ اور سب کچھ خود ان کی اپنی کتابوں سے، اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ وہ ہماری ذکر کردہ کسی چیز کو جھٹلا نہیں سکتے کہ اس طرح وہ خود اپنی کتابوں کا انکار کر بیٹھیں گے، اگر وہ ان باتوں کی تکذیب کریں گے تو اپنے ہی محدثین فقہاء اور ائمہ کی تکذیب کریں گے۔

ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی کتاب "الشیعة والسنة" میں عبداللہ بن سبا، یہود کی اولاد کا ہونا ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ، ذہبی رحمہ اللہ، ابنِ حبان رحمہ اللہ، ابنِ ماکولا اور بخاری رحمہ اللہ وغیرہ سے نقل نہیں کیا بلکہ ان کے امام کشی کی "الرجال" نوبختی کی "الفرق" اور شیعہ مورخ کی کتاب "روضة الصفا" سے نقل کیا ہے۔ یہ تینوں کی تینوں کتابیں ان کی اپنی ہیں، جنھیں ان کے اکابر نے تصنیف کیا ہے اور پھر ان پر انہی حضرات نے تحقیق کی ہے۔ اس میں جو کچھ بھی لکھا ہے، حاشیہ نویس اور تحقیق کرنے والے نے پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے، اب کیونکر کسی کو یہ حق ہے کہ وہ عقلاء کو بیوقوف، اور علماء عارفین کو پاگل کہے؟ یہ شیعہ لکھتا ہے "یہ ابنِ سبا کون تھا؟ اس کے پاس ایسی عجیب وغریب طاقت کہاں سے آئی؟ کبھی ہم اسے مصر میں اور کبھی عراق میں دیکھتے ہیں، کبھی بصرہ اور کبھی کوفہ میں، وہ ہر واقعہ میں موجود ہوتا ہے، ہر حادثہ کی اسے خبر ہے۔ یہ طاقت اسے کہاں سے ملی کہ وہ جو چاہے اور جب چاہے کر گزرے، مورخین نے اس کے ذکر سے کیوں غفلت برتی، کیوں خلیفہ حضرت عثمان کو اس پر شک نہیں گزرا، جنھیں ابوذر، عمار اور عبدالرحمٰن پر بھی شک ہو گیا تھا؟ اور آپ نے ان سب کے ساتھ جو چاہا کیا، حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور مسلمانوں میں صاحبِ حیثیت تھے۔ کیوں اس یہودی کے ساتھ بھی آپ وہی کچھ نہیں کرتے جو آپ نے ان کے ساتھ کیا بلکہ ان کی باتوں اور شکایات میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔

یہ یہودی ابن السوداء العربی ایسی متضاد صفات کا مالک تھا۔ سوائے تخیل کے اس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ۔ جو عثمان بن عفان کو معذور قرار دینا چاہے، اس کے لیے پسندیدہ چیز ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بات پر دلائل ہونے کے کہ وہ نہیں تھا، اس کے خارجی وجود ہونے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ ❶

اے عقل کے مارے ہوئے اور رائے کے اندھے تو کس سے پوچھے گا؟ ہم سے پوچھے گا یا اپنے کشی اور نو بختی سے پوچھے گا؟

افسوس حق کو چھوڑنے اور باطل کو اپنانے پر، افسوس ہے کہ ایک تو جھوٹ اور پھر اس پر اصرار اور دھوکہ دہی، کیا ایسی نفرت انگیز باتیں کہہ کر وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو مرعوب کر لیں گے، ان کے پول کھولنے والوں اور ان کی گندگیوں سے مطلع کرنے والوں کو ڈرا دیں گے؟ ایک نظر پھر ان کلمات پر ڈالیے، کس قدر جھوٹ، اس پر اصرار اور ہٹ دھرمی و باطل پرستی! ان کی عقل ماری گئی، گمراہی و کج روی میں اس قدر بے باکی؟ جاہل اور اصل واقعہ سے بے خبر آدمی پڑھے تو دھوکہ کھا جائے! کتنے ہی مسکین ہیں۔ جو ایسی چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں جن کا اصل سے کوئی تعلق نہیں، جو سراسر بے بنیاد ہوتی ہیں لیکن ان لوگوں کو حق اور حق جاننے والوں کی گرفت سے کون بچائے گا؟

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

''ہم شیعہ حضرات نے ابنِ سباء کے مسئلہ پر تاریخ کو کھنگالا ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ شخصیت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی۔'' ❷

ہم کہتے ہیں، آپ نے تاریخ کو کیسے کھنگالا؟ حقائق کے سامنے آنکھیں بند کر کے کہ صدق و حقیقت کو کم دیکھ سکیں، غافل دل کے ساتھ، بلکہ دل پر مہر لگا کر!

اگر ایسا نہیں تو تُو یہ بات ہرگز نہ کہتا، جو کچھ تو نے لکھا ہے کبھی نہ لکھتا، تو جانتا تھا کہ

---

❶ "كتاب الشيعة والسنة في الميزان" ص ٣١، ٣٢ مطبوعه بيروت.

❷ اس کے کلام کا خلاصہ، ص ٨٣ـ ٨٤.

چودھویں صدی ہجری سے پہلے تو اپنی قوم اور اپنے قبیلہ میں سے کسی کو نہ پائے گا جو اس سلسلے میں تیری مدد کرے۔ ہاں ہاں! ورنہ، هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

اس سلسلے میں تو نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی تقلید کی ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ اس کے باوجود کہ تو نے تحریفِ قرآن کی مبحث میں کہا ہے:

''ہمارے سوا جو دوسرے لوگ ہیں، وہ عدمِ تحریف کی بات صرف اس کی تقلید میں کہتے ہیں جس نے قرآن جمع کیا، یہی تقلید ہے، جسے اندھی تقلید کہا جاتا ہے، اور ''الاصول والفروع'' میں ہم اس کا رد کر چکے ہیں۔ یہی وہ تقلید ہے جس کی خدا نے مذمت کی ہے۔ جب یہود و نصاریٰ کی مذمت کی کہ وہ احبار و رہبان کی اتباع کرتے ہیں اور ان کے اقوال بغیر سوچے سمجھے قبول کر لیتے ہیں۔ اسی کو خدا نے عبادت و پرستش سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ وہ لوگ ان کی پرستش نہیں کرتے تھے، بس ان کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے تھے۔ وہ جو بھی حکم دیتے، بغیر کسی شرعی جواز کے اسے قبول کر لیتے، بلکہ تقلید کرتے۔ یہ دراصل ان کی عبادت ہی تھی، لیکن وہ سمجھتے نہیں تھے۔'' ❶

دیکھیے کس قدر تضاد و تناقض ہے، یہ جھوٹوں کا خاصہ اور لازمہ ہے کہ ایک چیز سے انکار کریں گے اور پھر وہی کہیں گے:

عار عليك اذا فعلتهٗ عظيم!

تم اہلِ سنت کے متعلق یہ کہتے ہو کہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل اس لیے نہیں کہ قرآن جمع کرنے والوں صدیق و فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تقلید کرتے ہیں۔ مگر تم سید حیدر، محمد جواد حنیفہ، وردی، شیبی، طٰہٰ حسین اور کچھ مستشرقین کی تقلید کرتے ہو جو سب کے سب اس صدی کی پیداوار ہیں، جن کے پاس اس کے انکار کی کوئی دلیل اور سند نہیں۔ اگر کوئی دلیل ہوتی تو وہ یہ بات کہنے پر مجبور نہ ہوتے کہ: ''یہ چوتھی صدی ہجری کی شخصیت ہے۔'' چوتھی صدی کا لفظ ہی

❶ ص ۴۹۔ ۵۰۔

خود تمہاری تکذیب اور تمہاری رائے کی خفت کا آئینہ دار ہے۔ اگر ذرا سا بھی تدبر کر لیتے تو یہ نہ کہتے، اس لیے کہ جس ماخذ و مصدر سے ہم نے یہود کی اولاد عبداللہ بن سبا کی حکایات اور سرگرمیاں نقل کی ہیں، وہ شیعہ حضرات کی مشہور معتمد اور ثقہ کتاب ہے۔ وہ اس سے ایک صدی پہلے لکھی جا چکی اور وجود میں آ چکی ہے، یعنی تیسری صدی ہجری میں، وہ نوبختی کی کتاب "فرق الشیعة" ہے۔ کتاب پر ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی کے نیچے اسی طرح کالے لفظوں میں، جیسا کہ ان کے نہ ماننے والے دل کالے ہیں، یہ عبارت لکھی ہے...... من علماء القرن الثالث للهجرة۔ یعنی تیسری صدی ہجری کے علماء میں سے ایک۔

میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح استاذ اسد حیدر نے عبداللہ بن سبا کی شخصیت کا، بغیر کسی دلیل اور سند کے، محض اقوال اور بے معنی کلام سے انکار کر دیا۔ اس کا سارے کا سارا کلام دردی، مغنیہ اور طٰہٰ حسین وغیرہ کی طرح وہم و خیال پر مبنی ہے، کہتا ہے: "بہت کم تاریخِ اسلام [1] کی کوئی کتاب معرضِ وجود میں آئی ہے، جس میں عبداللہ بن سبا پر بحث نہ کی گئی ہو [2] اور ان کتابوں کے کئی صفحات اس کے ذکر سے نہ بھرے ہوں" پھر کہتا ہے "اب وقت آ گیا ہے کہ ہم پلٹ کر دیکھیں اور معلوم کریں کہ اس کہانی کی ابتدا کیسے ہوئی...... اے استاذ کیا متقدمین میں سے کسی نے معلوم نہیں کیا، کیا انہوں نے تجھے اور تیرے زمانے والوں کو تحقیق کے لیے چھوڑ دیا تھا؟ تاکہ ہم عرصہ سے بیان کی جانے والی اس بے بنیاد کہانی کے عوامل جان سکیں۔" [3]

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے معلوم کرتا ہے اور کیا معلوم کرتا ہے؟ مگر وہ مسئلہ کو ضرورت سے زیادہ آسان سمجھتا ہے اور کہتا ہے:

"وہ غلطی پر ہے جو یہ کہتا ہے کہ ابنِ سبا کے جھگڑے پر بحث کرنا ان امور میں سے ہے جن کی بحث میں اب کوئی فائدہ نہیں کہ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے۔ زمانہ بدل گیا ہے، یہ

---

[1] بلکہ صحیح لفظوں میں شیعہ کی تاریخ۔

[2] یہی وجہ ہے کہ انہیں دکھ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

[3] "الامام الصادق والمذاهب الاربعة" ج ٦ ص ٤٥٦ مطبوعه بيروت.

ماضی کے دفن کیے پارینہ قصے ہیں، گڑھے مردے اکھاڑنا اور اوراقِ پارینہ کو نشر کرنا اب مناسب نہیں، زمانہ انہیں ہضم کر چکا ہے۔''

مزید لکھتا ہے: ''مگر یہ معاملہ ویسا نہیں جیسا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اب لپیٹ کر رکھ دیے گئے صفحے اور بھولے بسرے واقعات ہیں، بلکہ یہ مسائل ہر وقت ہیں، بلکہ یہ مسائل ہر وقت تازہ ہیں، زمانہ کتنا ہی گزر جائے یہ متغیر نہیں ہوتے، یہ ہر وقت شائع ہوں گے اور ہمارے دور کے اکثر لکھنے والوں کے لیے دلیل اور بنیاد بنیں گے۔ جن کی بنا پر وہ شیعہ حضرات پر تنقید کر سکیں گے۔'' ❶

ہاں یہ معاملہ ویسا نہیں جیسا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قصہ پارینہ ہیں، بلکہ جب بھی تاریخ شیعہ، ان کے اعتقادات اور ان بنیادوں کی، جن پر ان کا مذہب قائم ہے، بحث کی جائے گی، یہ تازہ مسئلہ کی حیثیت رکھیں گے۔ یہ ایسی حقیقت ثابتہ ہے جسے دنوں کی گردش متغیر نہیں کر سکتی، خواہ کتنا ہی جھٹلایا جائے، بغیر سند اور دلیل کے کتنی ہی بلند آواز میں انکار کیا جائے، کتنا ہی زمانہ گزر جائے، یہ قوم شیعہ، ان کے اصول اور ان کے بانیوں کی حقیقت معلوم کرنے کا ایک وسیلہ ہوگا۔ اس سے ان لوگوں کو معلوم کیا جاسکے گا جنھوں نے امتِ اسلامیہ کو شکار کرنے کے لیے یہ جال بنے، جی ہاں! ایسا ہی ہے جیسا کہا گیا ہے، اچھا اس کے بعد کیا؟

اس کے بعد چھ صفحے سیاہ کرنے کے بعد کہتا ہے:

''ابنِ سبا کے معاملے نے بہت سے مستشرقین اور دوسرے لکھنے والوں کے دلوں میں یہ خواہش پیدا کر دی ہے کہ وہ اس مسئلہ کا خصوصی توجہ کے ساتھ احاطہ کریں، کچھ اپنے بیان سے، زوردار اور تیز الفاظ کی وجہ سے اور اپنے زورِ قلم سے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ بار بار اسے دہرایا ہے تاکہ جو اس کی عدمِ صحت کا یقین رکھتا ہے، اس کے واقع ہو چکنے کا یقین کر لے۔ گویا یہ ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔'' ❷

جی ہاں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، مگر وہ ریت پر اپنی

❶ ایضاً ص ٤٥٧۔ ❷ ص ٤٦٣۔

عمارت قائم کرنا چاہتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا۔طویل کلام کے بعد کہتا ہے: ''بہت سے لوگ اس کی شہرت کی وجہ سے سمجھتے ہوں گے کہ یہ قصہ کسی ثقہ ماخذ سے ماخوذ ہے۔ بہت سی تاریخ اور ادب کی کتابوں میں ہے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔اس کا کوئی ایسا ماخذ نہیں جس پر ذرا سا اعتماد بھی کیا جاسکے، جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ان شاء اللہ۔'' ❶

ہم اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتے کہ یہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلیں کہ: ''اے استاذ! یہ سب چھوڑ و اور بیان کرتا چلا جا!''

لیکن وہ نہیں چاہتا کہ اسے چھوڑ دیا جائے اور وہ پھر ہوا میں چلنا اور فضا میں اڑنا شروع کردے، اس کے بعد اس نے مزید چار صفحے ضائع کیے اور ''المصدر'' کے نام سے ایک عنوان قائم کیا، لکھتا ہے: ''ہم نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ہم اس معاملہ کے ماخذ کو پیش کریں گے اور اس سرچشمہ کو معلوم کریں گے جس سے انہوں نے معلومات اخذ کرکے کتاب لکھی ہے، ایک کتاب میں ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ اس کی صحت میں شک کرتے ہیں لیکن وہ صراحتاً کہہ نہیں سکتے، وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بارے میں متعدد متواتر روایات ثقہ مؤرخین سے منقول ہیں۔ یہی بات ہے جس کی وجہ سے وہ اسے چھوڑ نہیں سکتے۔لیکن اس میں جو مبالغات کیے گئے ہیں، ان کی تردید کرتے ہیں۔'' ❷

اس کے بعد ایک اور تمہید میں پورا صفحہ ❸ ضائع کرنے کے بعد کہتا ہے:

''ہاں! اس قصے کا سب سے پہلا ماخذ جس سے پہلے کوئی ماخذ ومصدر کسی نے ذکر نہیں

---

❶ ص ٤٦٤.   ❷ ص ٤٦٨.

❸ ہم نے جان بوجھ کر اور بالا ارادہ صفحوں کا اور ان کی تعداد کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ کہنے والے کی نفسیات پہچانی جاسکیں، ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں، کمزور اور جھوٹا کبھی صاف طریقہ پر دوٹوک الفاظ میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اسے اپنی کمزوری اور جھوٹ کا علم ہوتا ہے، اس لیے وہ اسے چھپانے کی فکر کرتا ہے۔ اسے چھپاتے ہوئے وہ ادھر اُدھر دائیں بائیں بات کو پھیرتا ہے تاکہ پہلے وہ اپنے آپ کو مطمئن کرسکے کہ وہ اس کمزوری کو ہیر پھیر سے دور کرسکتا ہے۔ سچے اور طاقتور کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بلا تکلف اور بلا تردد بغیر ہیر پھیر کے دو ٹوک بات کہہ دیتا ہے۔

کیا، ❶ وہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری صاحبِ تفسیر کبیر ہے۔ یہ ۳۱۰ھ میں فوت ہوا۔ اس نے تاریخ الامم والملوک ایک کتاب لکھی جو تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے، بس یہی عبداللہ بن سبا سے متعلق تمام روایات کا ایک ماخذ ہے۔

اس نے ابنِ جریر، ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، ابنِ کثیر متوفی ۷۷۴ھ، ابنِ خلدون متوفی ۸۰۸ھ اور دوسرے مورخین سے روایات لی ہیں۔ ❷

اس کے بعد پروفیسر اسد نے پورا زور لگا دیا ہے کہ طبری کی ثقاہت کو محلِ نظر اور قابلِ تنقید ثابت کیا جائے۔ اس کے بعد تمہید میں ۱۴ صفحے ضائع کرنے کے بعد اس نے اپنی کتاب میں تقریباً چوبیس صفحے اسی بات پر ضائع کر دیے ہیں۔

ہم اس سے کہتے ہیں: اے تنقید وموازنہ اور انصاف کے اصول وضع کرنے والے۔ ❸ ہم تجھے اس مشقت کا مکلّف نہیں بناتے اور تجھ پر یہ بوجھ نہیں ڈالتے، ہم تجھے رجال واسناد کی کتابیں دیکھنے کی مشقت سے خلاصی دیتے ہیں۔ ❹ ہم تیرے لیے اور تجھ سے پہلے اور بعد میں یہ بات کہنے والے کے لیے راستہ مختصر کیے دیتے ہیں۔ ہم تجھ سے بھی وہی کہتے ہیں جو

❶ اس بات کو ذہن میں رکھیے، کیونکہ یہی بات ان کا مقصود ہے اور یہی ان کی بنیاد ہے۔ ذرا دیکھیے کہ کسی ایک بات پر حکم لگاتا اور زبردستی کر رہا ہے۔

❷ ص ٤٦٩.

❸ اس کے لیے اس کتاب کا صفحہ ۴۹۲ دیکھیے، جہاں بحث ختم ہو رہی ہے۔

❹ اگر استاذ انصاف کرے اور ذرا اپنے مذہب کی تین چوتھائی کتابوں پر غور کرے تو اسے علم ہو گا کہ یہ سب کے سب قصے کہانیوں، اوہام وانکار پر مبنی ہیں۔ اور انہیں نقل کرنے والے بھی جھوٹے اور دروغ گو ہیں، جن سے ان کے ائمہ، اہلِ بیت کے بڑوں اور بزرگوں کو ہمیشہ شکایت رہی۔ ایک روایت سنیے، اسے کشی ابو الحسن رضا سے نقل کر رہا ہے۔ بنان علی بن حسین کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے، مغیرہ بن سعید ابو جعفر کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے، محمد بن بشیر ابو الحسن موسیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اُسے دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے۔ ابو الخطاب، ابو عبداللہ کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اُسے دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے اور علی کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والا محمد بن فرات تھا، ابو یحییٰ نے کہا ہے: محمد بن فرات مصنفین میں سے تھا، چنانچہ ابراہیم بن شکلہ نے اسے قتل کر دیا۔ (رجال الکشی ص ١٥٦ مطبوعہ کربلا)

پردہ پوش س۔ خ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ چکے ہیں کہ ہم جب بھی کوئی چیز نقل کریں گے، نہ طبری سے لیں گے اور نہ طبری کے علاوہ ابن الاثیر اور ابن الکثیر سے، بلکہ نوبختی سے نقل کریں گے۔ نوبختی تو قطعاً طبری سے نقل نہیں کرتا۔ شیعہ میں سے کسی نے بھی اس پر یہ الزام نہیں لگایا۔ وہ طبری سے متقدم ہے، متاخر نہیں۔ وہ تو ثابت ❶ بن قرۃ متوفی ۲۸۸ھ کا ہمعصر ہے۔ وہی شیعہ کی فرق کی تمام کتب کا محور و مدار ہے۔ اس کے بعد ہم انتہائی متعصب، بد زبان اور مخالفین پر لعن طعن کرنے والے دو شیعہ حضرات سے نقل کرتے ہیں۔ ایک کشی اور دوسرا اس کا ہمعصر ابنِ فولا یہ متوفی ۳٦٦ھ۔ یہ فن رجال میں سے سب سے پہلی کتاب، جو اصولِ اربعہ میں سے ہے اور جس پر اس باب کا دار و مدار ہے کا مصنف ہے۔ ❷

عبداللہ بن سبا کے مسئلے میں بغیر انکار و تردید کیے ان حضرات نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ طوسی نے جسے ان لوگوں نے ''شیخ الطائفہ'' کا لقب دیا ہے، ابنِ ابی الحدید نے ''نہج البلاغۃ'' کی شرح میں، حلی نے ''خلاصہ'' میں، قمی نے ''تحفۃ الاحباب'' میں، خوانساری نے ''روضات الجنات'' میں، مامقانی نے ''تنقیح المقال'' میں، مرزہ نے ''ناسخ التواریخ'' میں، تستری نے ''قاموس الرجال'' میں، عباسی قمی نے ''الکنی والالقاب'' میں، اور ان کے علاوہ بہت سے دیگر مؤرخین و مصنفین نے بھی اور یہ سب کے سب طبری کے علاوہ دوسرے مورخین سے روایات لے رہے ہیں۔ استاذ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے؟ کیوں طبری، اس کے عقیدے اور سند کی کھود کرید کی تکلیف برداشت کرتا ہے؟

ہم استاذ اور اس کے پیروؤں کے لیے سہولت پیدا کرنا چاہتے ہیں، کہ اس زمانے میں جس کی خبر مرتضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر دے چکے ہیں کہ ''میرے بعد تم پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی حق مخفی نہیں رہے گا اور نہ کوئی باطل ظاہر ہوگا۔'' ❸

---

❶ مقدمه "فرق الشيعه" للنوبختي ص ١٤ مطبوعه نجف.

❷ مقدمة "رجال الكشي" ص ٤.

❸ "نهج البلاغة" ص ٨٢ مطبوعه دارالكتاب بيروت.

ہاں! ہم ان کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی آسانی پیدا کرتے ہیں کہ طبری کے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن سباء کا ذکر کرنے سے پہلے بھی عبداللہ بن سباء کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ ثقفی ابواسحاق ابراہیم بن محمد ثقفی کوفی نے، جو کہ انتہائی متعصب شیعہ ہے اور جس نے اپنے مذہب و مسلک کی ترویج کے لیے پچاس سے بھی زیادہ کتابیں لکھی ہیں، ان کتابوں کا ذکر اس نے اپنی کتاب ''الغارات'' میں کیا ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں سب سے اہم مرجع و مصدر شمار کیا جاتا ہے۔ ابنِ ابی الحدید، حلی، مجلسی، حرالعاملی، نوری، قمی، شیرازی، خوئی، مرزہ محمد تقی، مامقانی اور دوسرے مصنفین اکثر اس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ [1]

یہ اپنی اس کتاب میں بیان کرتا ہے: ''عبدالرحمٰن بن جندب اپنے والد جندب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن حمد، حجر بن عدی، حبۃ العونی، حارث الاعور اور عبداللہ بن سباء، [2] جب مصر فتح ہوا تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے، آپ مغموم تھے، یہ حضرات ان سے کہنے لگے: آپ ابوبکر اور عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ علی علیہ السلام نے کہا: کیا تم اس کے لیے فارغ ہو چکے، مصر فتح ہو چکا اور وہاں میرے گروہ کو قتل کر دیا گیا؟ میں تمہاری طرف ایک خط بھیجوں گا۔ اس میں اس سوال کا جواب لکھوں گا جو تم نے پوچھا ہے۔ میں تمہیں یہی کہتا ہوں کہ میرے حق کی حفاظت کرو جسے تم ضائع کر چکے ہو، اسے میرے گروہ کو پڑھ کر سنانا، تم لوگ حق کے مددگار بن جاؤ۔'' [3]

یہ بات معلوم ہے کہ طبری نے اپنی تاریخ تین سو ہجری کے بعد جمع کی اور لکھی۔ اور ثقفی اپنی کتاب ۲۵۰ ہجری تک لکھ چکا تھا۔ اس کی وفات تقریباً ۲۸۳ ہجری میں ہے۔ مشہور اور متعصب شیعہ تھا، لوگ اس کی شیعیت اور تعصب کے بہت سے واقعات و حکایات بیان کرتے ہیں۔ [4]

---

[1] دیکھیے: مقدمہ ''الغارات'' ص [2] یہ سب کے سب قاتلین عثمان ہیں۔

[3] ''الغارات'' للثقفی ص ۳۰۲، ۳۰۳ جلد ۱ مطبوعہ، انجمن آثار ملی ایران۔

[4] جو دیکھنا چاہے وہ ان حضرات کی کتب رجال میں اس کے حالات دیکھ سکتا ہے یا کتاب کے مقدمہ میں۔

کتاب تمہاری اپنی ہے، محقق مشہور ہم عصر محدث شیعہ ہے۔ چھاپنے والا پریس شیعہ کا ہے اور اسے شائع اس نے کیا ہے جس کا کام یہی شیعہ کتابیں نشر کرنا ہے۔

کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی ضرورت باقی ہے کہ اس معاملہ کا سب سے پہلا ماخذ و مصدر ابوجعفر طبری ہے اور بس وہی ایک ماخذ ہے اور اس سے پہلے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا؟ میرا جی چاہتا ہے کہ یہاں فارسی کا وہ شعر سناؤں:

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

کیا خوب کہا گیا ہے کہ اگر یہ گناہ ہے تو پھر تمہارے شہر میں بھی ہو رہا ہے۔

اخیر میں ہم شیعہ حضرات کے غیرت مند اساتذہ سے جو یہ بتانے میں شرم محسوس کرتے ہیں اور اسے ایک گالی سمجھتے ہیں کہ ان کے مذہب کا بانی و مؤسس عبداللہ بن سبا ہے، یہ عرض کریں گے کہ ہم تمہیں اللہ کی قسم دے کر یہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کیا تم اس کے وجود و شخصیت کا انکار شرمندگی و رسوائی اور حقیقت کا پول کھل جانے کے ڈر سے نہیں کرتے، تقیہ کرتے ہو؟ [1] کیونکہ تمہارا تو دین ہی یہ ہے کہ "من كتمه اعزه الله، ومن اذاعه اذله الله." [2]

تم اپنے پانچویں امام معصوم...... محمد باقر کی طرف نسبت کر کے کہتے ہو کہ آپ نے کہا ہے: "تقیہ ہر ضرورت کے وقت کیا جا سکتا ہے، [3] صاحبِ تقیہ کو زیادہ علم ہوتا ہے کہ اسے

[1] جو اس سے زیادہ معلوم کرنا چاہے وہ ہماری کتاب "الشيعة والسنة" دیکھے، ایک تحقیق کرنے والے کے لیے وہ کافی ہے، اس سے پیاسا سیراب اور بیمار صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اللہ کے فضل سے اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔

[2] "الكافي في الاصول" باب التقيه ج ٢ ص ٢٢٢ مطبوعه ایران۔

[3] ذرا اس آدمی کی جسارت دیکھیے جو خود اپنی کتاب "الشيعة والسنة في الميزان" میں یہ کہہ کر فیصلہ کرنے والا بن گیا ہے کہ "تقیہ وہ ہے جس پر عقل اور نقل دلالت کریں، جو واضح اور شرح و توضیح کا محتاج نہ ہو، کسی آدمی کا سامنا ایک خونخوار بھیڑیے سے ہو جائے، اس کی عقل اس سے کہتی ہے کہ اس خونخوار بھیڑیے کے سامنے بڑھ اور اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کر، تیرے پاس ہتھیار بھی نہیں؟ کیا تیرا خیال ہے کہ اگر کوئی اس جیسا کام کرے تو لوگ یہی کہیں گے کہ اس نے خودکشی کی ہے اور خود کو بغیر کسی اعلیٰ مقصد کے ہلاک کر دیا۔ یہ ایسی چیز ہے، جسے عقل بھی تسلیم کرتی ہے اور عرف اور شرع بھی قبول کرتے ہیں۔ (ص ۴۳)

مزید لکھتا ہے "یہ پاکستانی اور اس جیسے دوسرے لوگ، جو تقیہ کے نام سے شیعہ کو گالیاں بکتے ہیں، اگر ⇦⇦

کب اس کی ضرورت ہے۔ [1]

کیا اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک باقی رہتا ہے کہ اس کا وجود تھا اور اس کے عقائد ابھی تک ان لوگوں کے ہاں پائے جاتے ہیں جن کی یہ حفاظت کر رہے ہیں؟ انہیں ثابت کرتے اور انہی اعتقادات کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اللہ ہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ ہم یہاں پر صرف یہ چاہتے تھے کہ اللہ کی توفیق و رضا سے مختصراً عبداللہ بن سبا کا وجود بیان کریں۔

اسی طرح کی جیسے تم نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، پھر میں نے اس بیعت کو پورا کیا اور نبھایا، پھر جب آپ رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو مجھے چھ میں سے چھٹا فرد بنایا گیا۔ میں اسی طرح شامل ہو گیا، جیسے مجھے شامل کیا گیا۔''

⇐ انصاف کریں تو ان ائمہ تک جائیں جنہوں نے تقیہ کیا۔ ان مظالم پر، جو اسلامی عہد میں ان پر ڈھائے گئے، اگر وہ ایسا کرتے تو ان کا یہ فعل شریعت کے جو سراسر لطف و احسان اور رحمت و مہربانی ہے...... قریب تر ہوتا۔ مگر وہ کام کیسے کر سکتے تھے، وہ انہیں ان کے ظلم پر ملامت کرتے اور ہمیشہ ان کے نغموں پر رقص کرتے رہے اور اپنی مرغوبات سے لطف اندوز ہوتے رہے، ان کے مظالم کے باوجود یہ پاکستانی اور اس جیسے دوسرے صرف اس لیے افسوس کرتے ہیں کہ وہ ان مظالم میں شریک نہیں ہو سکے، جو ان کے جلاد خلفاء نے ڈھائے تھے اور جن میں وہ کانوں تک دھنس گئے تھے۔ اور یہ سب اس وقت جبکہ وہ بیسویں صدی میں رہ رہے ہیں، مگر ان کی روحیں ابھی تک جہالت و ضلالت کے زمانے میں بھٹک رہی ہیں (جسے کسی قوم کا کوئی عمل پسند ہو اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا) خدا ہمارے علامہ مرحوم شیخ محمد رضا المظفر پر رحم کرے کہ اس نے اپنی گراں قدر کتاب (عقائد الامامیہ) میں کہا ہے۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہر جگہ کے مسلمان اسے پڑھ لیں اور شیعہ کے عقائد و مبانی ان کا دینی خلوص اور اسلام و مسلمین سے ان کی محبت پہچان لیں۔'' پھر کہا:

''مرحوم کہتا ہے: تقیہ کے بارے میں ہمارے عقیدے کو منجملہ دوسرے مطاعن کے، امامیہ پر طعن و تشنیع کا ایک وسیلہ بنایا اور اس میں مبالغہ کیا ہے۔ گویا اس وقت تک ان کی پیاس نہیں بجھتی جب تک وہ گردنوں کو تلوار کے لیے پیش نہ کر دیں۔ تاکہ دوسروں سے اس کو روک دیں۔ ان وقتوں میں یہ کہہ دینا کافی ہوتا تھا کہ ہر آدمی شیعہ ہے، تاکہ وہ آلِ بیت کے دشمنوں، امویوں، عباسیوں، بیوقوف عثمانیوں کے ہاتھوں مارا نہ جائے۔''

اب کیسے معلوم کیا جائے کہ ان دونوں میں سچا کون ہے؟ تابع یا متبوع، امام معصوم یا گنہگار اقتداء کرنے والا؟

[1] "الكافي في الاصول" باب التقيه جلد ٢ ص ٣١٤.

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی، آپ کی بات سنی، اطاعت کی، نصیحت کی، آپ کے فیصلوں پر خوش رہے، اس کمیٹی میں شامل ہوگئے جس سے خلیفہ منتخب کیا جاتا تھا۔

علی رضی اللہ عنہ آپ کے وزیر، مشیر اور قاضی بن کر رہے۔ ہم متعدد مقامات پر ذکر کر آئے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے، ان میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور اکثر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسروں کے مشورہ کے مقابلے میں آپ کے مشورہ پر عمل کیا۔ دیکھیے شیعہ مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے:

''عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوفہ کی آبادی (یا سپاہیوں وغیرہ) کے بارے میں مشورہ کیا، کسی نے کہا: انہیں ہمارے درمیان تقسیم کر دیجیے، علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آج آپ نے انہیں تقسیم کر دیا تو پھر آج کے بعد وہاں سے کوئی چیز نہیں آ سکے گی! اگر آپ انہیں انہی کے ہاتھوں میں رہنے دیں کہ وہ ان سے کام لیں تو ہمیں بھی فائدہ ملے گا اور ہمارے بعد والوں کو بھی، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ نے آپ کو ایسی (عمدہ) رائے کی توفیق دی۔'' [1]

اسی طرح بہت سی روایات میں مروی ہے کہ کئی ایسے مسائل درپیش ہوئے جن میں علی رضی اللہ عنہ کی رائے ایک طرف تھی اور باقی سب ایک طرف تھے، لیکن فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے اور فیصلے کو ترجیح دی، مفید نے، جسے شیخ بابا کہا جاتا ہے: ''عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کی امارت میں علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے'' کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس کے ضمن میں بہت سی روایات نقل کی ہیں، جن میں عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر عمل کیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ:

''عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی، جو زنا کا ارتکاب کر بیٹھی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا: شاید آپ کوئی ایسی صورت

[1] "تاريخ اليعقوبی" ج ٢ ص ١٥١، ١٥٢۔

نکال لیں، جس سے وہ بچ جائے، جو اس کے پیٹ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن اس پیچیدہ مسئلے کا میرے پاس کوئی حل نہیں۔ پھر کہا! اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے کہا ولادت تک اس کی حفاظت کیجیے، جب ولادت ہو جائے تو اس کے بچے کی کفالت کرنے والا کوئی مل جائے تو اس وقت اس پر حد قائم کیجیے، عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہو گئے اور آپ کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر عمل کیا۔'' ❶

مفید نے ایک اور واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے:

''آپ نے ایک عورت کو طلب کیا جس کے پاس مرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے، جب آپ کا پیغام رساں اس عورت کے پاس پہنچا تو وہ ڈر گئی، کانپ گئی، ان کے ساتھ نکلی اور اپنا حمل گرا دیا، اس کا بچہ زمین پر گر گیا، روتا رہا اور پھر مر گیا۔ آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے اس کا مسئلہ پوچھا۔ سب نے کہا: ہم آپ کو ادب سکھانے والا سمجھتے ہیں، آپ سے ہمیشہ خیر ہی ظہور پذیر ہوا ہے، امیر المومنین علیہ السلام نے اس بارے میں اپنی کوئی رائے نہ دی اور خاموش بیٹھے رہے، عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے ابوالحسن تمہارا کیا خیال ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا جوان حضرات نے کہا میں سن چکا ہوں۔ آپ نے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا ان لوگوں نے جو کہا میں نے سن لیا۔ عمر نے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنی رائے کہو، آپ نے کہا! اگر ان لوگوں نے آپ سے نرم گفتگو کی ہے تو آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ اور اگر غور کیا ہے تو اس کی، جس پر دیت ادا کرنا ضروری ہے، تقصیر کی ہے۔ اس لیے کہ بچے کا قتل ایسی غلطی ہے جس کا تعلق آپ سے ہے، آپ نے کہا: بخدا آپ نے ان لوگوں کے درمیان مجھے نصیحت کی، خدا کی قسم میں آپ کو اس وقت تک جانے نہ دوں گا جب تک آپ بنی عدی پر دیت نہ جاری کر دیں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

---

❶ ''الارشاد'' ص ۱۰۹۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے:

''یونس حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ کا بچہ جنم دیا تھا، آپ نے اسے سنگسار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر امیر المومنین علیہ السلام نے آپ سے کہا: آپ کی دشمن (آپ کی ذاتی دشمن نہیں) بلکہ کتاب اللہ کے مطابق آپ کی دشمن ہے، اور اللہ فرما رہے ہیں ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾

اللہ نے فرمایا ہے ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ اس وقت حد قائم کیجیے جب عورت دو سال کی مدتِ رضاعت پوری کرلے، اور حمل اور دودھ چھڑانے کا درمیانی عرصہ تیس ماہ ہے، جس میں سے چھ ماہ مدتِ حمل ہے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس فیصلے کے مطابق حکم جاری کیا۔ اسی پر صحابہ، تابعین، اور آج تک ان کی پیروی کرنے والے عمل کرتے رہے ہیں۔'' [1]

ایک اور روایت ملاحظہ کیجیے:

''ایک عورت کو گواہوں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی سے فعلِ بد کرواتے ہوئے دیکھ لیا، وہ چونکہ شوہر والی تھی اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ وہ کہنے لگی: خدایا تو جانتا ہے کہ میں بے قصور ہوں، اس پر عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہوگئے اور کہنے لگے، تو گواہوں کو بھی جھوٹا کہہ رہی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا، اسے چھوڑ دیجیے اور اس سے پوچھیے شاید اس کے پاس کوئی (معقول) عذر ہو، اسے چھوڑ دیا گیا اور واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا، کہنے لگی: میرے خاوند کی اونٹنیاں ہیں، میں اپنے خاوند کی اونٹنیاں لے کر نکلی اور اپنے ساتھ پانی بھی اٹھالیا، ان اونٹنیوں کا دودھ نہیں آتا۔ ہمارا پڑوسی بھی نکلا، اس کی اونٹنیوں میں دودھ ہے، میرا پانی ختم ہوگیا، میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے مجھے پانی پلانے سے انکار کردیا، تا آنکہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کردوں، میں نے انکار کردیا، جب میری جان نکلنے کے قریب ہوگئی تو مجبوراً میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے

[1] "الارشاد" ص ۱۰۹۔

کر دیا۔اس پر امیر المومنین علیہ السلام نے کہا، اللہ اکبر ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ ''پس جو شخص مجبور کر دیا گیا اور وہ زیادتی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

''جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو اسے چھوڑ دیا۔'' ❶

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان مسائل میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر عمل کیا، اس کو نافذ کیا جو علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اور شیعہ روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ''علی رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔'' ❷

آپ کے فیصلے دیکھ لیجیے! کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ علی، عمر (رضی اللہ عنہما) کی مخالفت کرتے تھے، آپ کے مابین کوئی اختلاف تھا؟ غضب ہے کہ اب بھی کہا جاتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے متعلقین نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔

کیا تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی سرے سے دوسرے کی خلافت و سیاست ہی کو تسلیم نہ کرتا ہو اور وہ پھر اسے اہم معاملات اور مشکل مسائل میں اپنے ساتھ شریک و شامل رکھے۔ اس کی صحیح رائے کو تسلیم کرے، اس کے مطابق لوگوں کے معاملات طے کرے، اس کے فیصلے کو نافذ کردے؟

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف امیر المومنین، مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاضی، مشیر اور وزیر ہی نہیں تھے، بلکہ ہر طرح حکومت و اقتدار میں آپ کے نائب تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے ۱۵ھ میں آپ کی اس وقت نیابت کی، جب اہلِ شام نے عمر رضی اللہ عنہ سے اہلِ فلسطین کے خلاف مدد طلب کی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ طلب کیا، علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو روکا اور کہا، آپ خود نہ جائیے، آپ ایک کتے جیسے دشمن کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ ❸

---

❶ "الارشاد" ص ۳۱۲. ❷ "الامالی" للطوسی ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعه نجف.

❸ "شرح نهج البلاغة" لابنِ ابی الحدید ج ۲ جزء ۸ میں ۳۷۰.

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں دشمن کی طرف عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی موت کی تیاری سے پہلے ہی جلد چلا جاؤں گا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت کس قدر حساس تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لیے طولِ عمر کے خواہش مند تھے، تاکہ امت آپ رضی اللہ عنہ کے بغیر انتشار کا شکار ہو کر تَمر ور نہ ہو جائے۔

دیکھ لیجیے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے کتنی محبت ہے، بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف چلے گئے۔

''اور علی علیہ السلام مدینہ میں خلافت کے فرائض سر انجام دینے لگے۔'' ❶

مورخین بیان کرتے ہیں کہ فاروق رضی اللہ عنہ، مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امورِ سلطنت کی بجا آوری کے لیے تین دفعہ مؤمنین کے دارالخلافہ میں اپنا نائب بنا کر گئے ہیں۔ ''ایک دفعہ ۱۴ھ میں، جب آپ بنفسِ نفیس عراق کی جنگ میں گئے، دوسری دفعہ ۱۵ھ میں اس وقت، جب آپ روم کی جنگ میں شرکت کے لیے گئے۔ ❷

''اور ایک دفعہ ۱۷ ہجری میں اس وقت، جب آپ رضی اللہ عنہ ایلہ تشریف لے گئے۔'' ❸

اسی لیے جب لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہی تھی تو آپ نے فرمایا تھا: ''میں تمہارا وزیر بن کر رہوں، یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر بنوں۔'' ❹

دراصل یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں، بالخصوص فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اپنے وزیر ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے، آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والے اور متعلقین، سب کے سب نے عمر رضی اللہ عنہ کے

---

❶ ایضاً۔

❷ ''البدایة والنهایة'' لابنِ کثیر ج ۷ ص ۳۵، ص ۵۵ مطبوعه بیروت ''الطبری'' ج ٤ ص ۸۲، ص ۱۵۹ مطبوعه بیروت.

❸ الطبری.

❹ ''نهج البلاغة'' ص ۱۲٦ تحقیق صبحی.

جھنڈے تلے دشمنوں سے جنگیں لڑیں، آپ رضی اللہ عنہ سے تحفے تحائف قبول کیے، لونڈیاں، باندیاں قبول کیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی حق نہ تھی تو آپ کے پرچم تلے جنگیں نہ لڑتے، لونڈیاں، لونڈیاں نہ رہتیں، ان کا قبول کرنا اور لطف اندوز ہونا جائز نہ ہوتا، اور یہ سب چیزیں ہم گزشتہ صفحات میں ثابت کر چکے ہیں۔ شیعہ حضرات کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پرچم تلے جنگ کی، آپ کے عہد خلافت میں، آپ کے احکامات و ارشادات کے مطابق اس لشکر میں جہاد کے لیے نکلے، جسے آپ نے جنگِ ایران کے لیے بھیجا تھا، کہتے ہیں: ''اصفہان میں ایک مسجد تھی جو ''لسان الارض'' کے نام سے مشہور تھی، اس کا نام ''لسان الارض'' اس لیے رکھا گیا تھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اللہ کے راستے میں جہاد کرتے، دشمن کو شکست دیتے اور ان ممالک کو فتح کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان پہنچے تو اس جگہ اترے جہاں یہ مسجد ہے۔ زمین کے اس ٹکڑے نے آپ سے باتیں کیں، اس لیے اس کو ''لسان الارض'' (زمین کی زبان) کہا جانے لگا۔ ❶

یہ روایت بھی ہمارے دعویٰ کی دلیل بن رہی ہے۔

اب بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم آپ کو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت والتفات کا ایک اور رخ دکھائیں گے، جس سے یہ بات عیاں اور واضح ہو جائے گی کہ اہلِ بیت کے دلوں میں آپ سے کس قدر محبت تھی، اس کا واضح اور بین ثبوت یہ ہے کہ اہلِ بیت نے اپنے بیٹوں کے نام عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھے، تاکہ لوگ جان لیں کہ اہلِ بیت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کی ذات کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ آپ کے کیے کاموں کا دل سے احترام کرتے ہیں، اسلام میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ نبی ﷺ کے اہلِ بیت اور آپ ﷺ کے سسر کے درمیان کس قدر مضبوط و پختہ مراسم ہیں۔

---

❶ "تتمة المنتهى" للعباس القمى ص ٣٩٠ مطبوعه ايران.

سب سے پہلے جس شخص نے اپنے بیٹے کا نام آپ رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، وہ (بقول ان کے) پہلے امام معصوم ہیں جو ان کے عقیدے کے مطابق کبھی غلطی نہیں کر سکتے، آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا جو اِم حبیب بنت ربیعہ البکر یہ کے بطن سے تھا، جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیا تھا، اس بات کو شیعہ مصنفین میں سے مفید، یعقوبی، مجلسی، اصفہانی اور صاحب الفصول نے ذکر کیا ہے۔ مفید، ''اولادِ علی رضی اللہ عنہ کی تعداد اور ان کے نام'' کے عنوان سے ایک باب میں لکھتا ہے، ''امیر المومنین کے لڑکے، لڑکیوں کی تعداد ستائیس تھی۔'' (۱) حسن (۲) حسین (۶) عمر (۷) رقیہ۔ دو جڑواں بہنیں تھیں۔ آپ دونوں کی والدہ اِم حبیب بنت ربیعہ ہیں۔ ❶

مشہور مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے: ''آپ کی نرینہ اولاد کی تعداد چودہ ہے، حسن، حسین، اور محسن جو چھوٹی عمر ہی میں فوت ہوگئے، آپ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں...... اور عمر، جن کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ البکر یہ تھیں۔'' ❷

مجلسی بیان کرتا ہے: عمر بن علی رضی اللہ عنہ ان میں سے تھے جو کربلا میں حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید کر دیے گئے، آپ کی والدہ ام البنین بنت الحزام الکلابیہ تھیں۔ ❸

صاحب الفصول علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ضمن میں لکھتا ہے:

(علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے) عمر تغلبیہ کے بطن سے تھے، آپ کی والدہ کا پورا نام صہباء بنت ربیعہ تھا، آپ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عین التمر کے قیدیوں میں گرفتار کر کے لائے تھے، (علی رضی اللہ عنہ کے اس بیٹے) عمر نے اٹھاون سال عمر پائی اور علی علیہ السلام کی آدھی میراث ان کے حصے میں آئی۔ اس لیے کہ اُن کی تمام بہنیں اور سگے بھائی یعنی عبداللہ، جعفر، عثمان، سب کے سب آپ سے پہلے ہی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہو چکے تھے۔ آپ ان میں سے بچ گئے تھے.....

---

❶ "الارشاد" للمفيد ص ۱۷٦.

❷ "تاريخ اليعقوبى" ج ۲ ص ۲۱۳، "مقاتل الطالبيين" ص ۸٤ مطبوعه بيروت.

❸ "جلاء العیون" فارسی، حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کے ذکر میں ص ۵۷۰.

چنانچہ آپ کو میراث ملی۔ ❶

علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسن رضی اللہ عنہ نے بھی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت وعقیدت کی وجہ سے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا۔

مفید ''حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، ان کی تعداد، اور ان کے نام'' کے عنوان سے ایک باب میں لکھتا ہے:

''حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد پندرہ تھی (ا) زید (۵) عمر (۶) قاسم (۷) عبداللہ، ان سب کی والدہ ام ولد (یعنی باندی تھیں)۔'' ❷

مجلسی لکھتا ہے:

''عمر بن حسن رضی اللہ عنہ ان میں تھے جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔'' ❸

اصفہانی کا خیال ہے کہ آپ قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ گرفتار ہوگئے تھے، اصفہانی نے لکھا ہے:

(حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) آپ کے اہل وعیال کو گرفتار کرلیا گیا، ان میں حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمر، زید اور حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ❹

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے، حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا، چنانچہ مجلسی ان لوگوں کے ذکر میں، جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلاء میں شہید ہوگئے تھے، لکھتا ہے ''حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے، جیسا کہ مشہور ہے، علی اکبر شہید ہوئے اور عبداللہ کو اپنے کمرے میں شہید کردیا گیا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹوں میں

---

❶ ''الفصول المهمة: منشورات الاعلمی'' طهران ص ۱۴۳ ''عمدة الطالب فی انساب آلِ ابی طالب'' ص ۳۶۱ مطبوعه نجف ''تحفة الوهاب'' ص ۲۵۱، ۲۵۲ ''كشف الغمة'' ج ۱ ص ۵۷۵.

❷ ''الارشاد'' ص ۱۹۴ ''تاریخ الیعقوبی'' ج ۲ ص ۲۲۷ ''عمدة الطالب'' ص ۸۱ ''منتهی الآمال'' ج ۱ ص ۲۴۰ ''الفصول المهمة'' ص ۱۶۶.

❸ جلاء العیون ص ۵۸۲.

❹ ''مقاتل الطالبيين'' ص ۱۱۹.

سے عمر اور زید بھی شہید کر دیے گئے۔ ❶

حسین رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بیٹے علی نے بھی، جنہیں زین العابدین رحمہ اللہ کہا جاتا ہے، اپنے ایک بیٹے کا نام اپنے چچا، اپنی پھوپھی کے شوہر اور اپنے دادا کے دوست کے نام پر عمر رکھا تھا، دیکھیے مفید ''علی علیہ السلام کی اولاد'' کے باب میں لکھتا ہے ''علی بن حسین علیہما السلام کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے۔ (۱) محمد، جن کی کنیت ابو جعفر باقر ہے، آپ کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن ہیں (۶) عمر، آپ کی والدہ ام ولد ہیں۔ ❷

اصفہانی بیان کرتا ہے کہ یہ عمر، زید بن علی کے، والدہ اور والد دونوں کی طرف سے سگے بھائی تھے، چنانچہ زید بن علی کے بیان میں لکھتا ہے:

''زید بن علی بن علی بن ابی طالب کی والدہ ام ولد تھیں، ان کو مختار بن ابی عبیدہ نے علی علیہ السلام کو ہدیہ میں پیش کیا تھا، آپ سے زید، عمر، علی اور خدیجہ پیدا ہوئے ...... مختار نے تیس ہزار دینار کی ایک لونڈی خریدی اور اسے کہا منہ دوسری طرف کر، اس نے منہ دوسری طرف کیا، پھر کہا سامنے کی طرف منہ کر، اس نے سامنے کی طرف منہ کیا، آپ نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس کا کوئی حق دار ہے، پھر آپ نے اسے ان کی طرف بھیج دیا، یہی زید بن علی کی والدہ ہیں۔'' ❸

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس عمر کی اولاد میں سے بہت سے اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ، عباسیوں کے خلاف بغاوت کر کے نکلے تھے۔ ❹

انہی کے طریقے پر ان کے ساتویں امام موسیٰ بن جعفر کاظم نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا، جیسا کہ اربلی نے ''آپ کی اولاد'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ ❺

❶ "جلاء العيون" للمجلسي ص ۵۸۲.

❷ "الارشاد" ص ۲۶۱ "كشف الغمة" ج ۲ ص ۱۰۵ "عمدة الطالب" ص ۱۹٤ "منتهى الآمال" ج ۲ ص ٤۳ "الفصول المهمة" ص ۲۰۹.

❸ "مقاتل الطالبيين" ص ۱۲۷.

❹ ''ان کی تفصیلات "المقاتل" وغیرہ اس قسم کی کتابوں میں موجود ہیں۔

❺ "كشف الغمة" ص ۲۱٦.

قوم شیعہ کے ان پانچ معصوم ائمہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے عرصۂ دراز کے بعد، اپنے بیٹوں کے نام عمر رکھ کر بتا دیا ہے کہ ان کے دلوں میں فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں محبت وتعلق کے کتنے جذبات موجزن ہیں۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی عبقری، عظیم اور ممتاز و نمایاں اسلامی شخصیت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ آپ سے محبت ومودت کا یہ پہلو بھی قابلِ التفات ہے کہ ان ائمہ کے بعد ان کی اولاد نے بھی خلوص ومحبت کے اظہار کے لیے اپنے بچوں کے نام عمر رکھے ہیں، انساب اور تاریخ و سیرت کی کتابیں اٹھا کر دیکھا جاسکتا ہے۔ ان میں سے کچھ نام اصفہانی نے ''المقاتل'' اور اربلی نے ''کشف الغمۃ'' میں ذکر کیے ہیں، دیکھیے اصفہانی لکھتا ہے:

''مستعین کے زمانے میں ان لوگوں میں جو حکومت و اقتدار کا مطالبہ کرنے نکلے تھے، یحییٰ بن عمر بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسے لوگ تھے۔ ❶

''اور عمر بن اسحاق بن حسن بن علی بن حسین بھی تھے جو حسین، ''صاحب فخ'' (جال والے) کے نام سے مشہور ہیں، یہ موسیٰ ہادی کے زمانہ میں نکلے تھے۔'' ❷

''اور عمر بن حسین بن علی بن حسن بن حسین بن حسن بھی۔'' ❸

اور شیعہ کے علاوہ آج تک ان کی اولاد میں سے لوگ اپنے نام عمر رکھتے چلے آرہے ہیں، لیکن ہم نے دلیل کے طور پر صرف ان پانچ ائمہ کے بارے میں روایات پیش کی ہیں جن کی امامت وعصمت کے یہ معتقد وقائل ہیں، خوب دیکھ لیجیے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا موقف کیا تھا؟ اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اہلِ بیت ایسے ہی احساسات ونظریات رکھتے تھے۔ اہلِ بیت ان حضرات کی عزت وتوقیر کرتے، انہیں لائقِ عزت وعظمت سمجھتے، ان سے محبت و الفت رکھتے، اور پورے خلوص کے ساتھ اطاعت ووفا کرتے رہے، آپ کی قربت کی خاطر آپ سے رشتہ داریاں قائم کیں، اور

---

❶ "مقاتل" ص ٦٣٩.   ❷ "مقاتل الطالبيين" للاصفهانى ص ٤٥٦ مطبوعه بيروت.

❸ "مقاتل الطالبيين" ص ٤٤٦.

جب آپ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے چلے گئے، تو اپنے بیٹوں کا وہی نام رکھ کر ان کے نام کو زندہ رکھا۔

حضرتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہلِ بیت کا موقف

تیسرے خلیفہ راشد، ذوالنورین، حیادار و سخی، رسول اللہ ﷺ کے ایسے محبوب کہ جن سے آپ ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں، رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادیاں کردیں۔ کسی ایک ہی آدمی کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں، یہ ایسا شرفِ عظیم ہے جو نہ پہلی امتوں میں سے کسی کو ملا نہ پچھلی امتوں میں سے کسی کو۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دوست و ہم سر، جنہوں نے ابراہیم خلیل اللہ کے بعد سب سے پہلے ہجرت کی، اسلام کا پرچم اٹھا کر دنیا کے ان کونوں تک پہنچے جو ابھی تک اسلام کے نام سے نا آشنا و بیگانہ تھے، جنہوں نے مسلمانوں کی فتوحات میں گراں قدر اضافہ کیا۔ نئے اور وسیع و عریض ممالک کو فتح کر کے اسلامی مملکت کے زیرنگیں کیا۔ جنہوں نے اپنی جیب سے مسلمانوں کی ہر موقع پر دل کھول کر امداد کی۔ اس ارضِ مقدس پر جسے نبی ﷺ نے اپنے نبوت و رسالت والے قدموں سے مقدس بنادیا، ہجرت کے بعد جب اس سرزمین پر مسلمانوں کے پانی پینے کے لیے کوئی کنواں نہیں تھا، آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو کنواں خرید کر دیا تھا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ ہی نے زمین کا وہ ٹکڑا خرید کر دیا، جس پر مسلمانوں نے وہ مسجد تعمیر کی، جسے آخری نبی ﷺ کی آخری مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ لطف و کرم اور جود وسخا عوام اور خواص سب کے لیے تھا، جہاں آپ نے جیشِ عسرہ کو امدادِ بہم پہنچا کر اور اسی جیسی دوسری خدمات پیش کر کے اجتماعی بہبود کے کام کیے، وہاں آپ رضی اللہ عنہ خواص کے لیے بھی سراپا خیر و برکت، کریم و سخی اور ان کی ضروریات کے لیے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شادی میں آپ رضی اللہ عنہ کی مدد و معاونت کی تھی۔ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنہیں پہلا امام معصوم، سب نبیوں، رسولوں اور اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی افضل و برتر سمجھتے ہیں۔ (1) آپ رضی اللہ عنہ ہی نے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو شادی کے تمام اخراجات مہیا کیے، جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اپنی زرہ بیچ دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ تا کہ میں تمہارے اور اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے (ایسا سامان وغیرہ) تیار کروں جو تم دونوں کے لیے اچھا رہے، علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے اپنی زرہ اٹھائی اور اسے بیچنے کے لیے بازار کی طرف چل نکلا۔ وہ زرہ میں نے چار سو درہم کے عوض عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ جب میں نے آپ سے درہم لے لیے اور آپ نے مجھ سے زرہ لے لی تو آپ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے ابوالحسن کیا اب میں زرہ کا حقدار اور تم درہم کے حق دار نہیں ہو؟ میں نے کہا: ہاں کیوں نہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر یہ زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے، میں نے زرہ بھی لے لی اور درہم بھی لے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔ میں نے زرہ اور درہم دونوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر کی۔ (2)

---

(1) ''المناقب'' للخوارزمی ص ۲۵۲، ۲۵۳ مطبوعہ نجف ''کشف الغمۃ'' للاربلی ج ۱ ص ۳۵۹ ''بحارالانوار'' للمجلسی ص ۳۹، ۴۰ مطبوعہ ایران۔

(2) بارہ امام، انبیاء سے افضل ہیں!

محمد بن حسن الصفار ''بصائر الدرجات'' میں عبداللہ بن ولید سمان سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: ''مجھ سے ابوجعفر علیہ السلام نے پوچھا، اے عبداللہ! علی، موسیٰ اور عیسیٰ کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا میں قربان جاؤں، کس پہلو کے بارے میں آپ پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے کہا: علم کے متعلق پوچھ رہا ہوں کہا: وہ (علی رضی اللہ عنہ) خدا کی قسم ان دونوں سے زیادہ عالم تھے، آپ نے کہا: اے عبداللہ کیا یہ نہیں کہتے کہ جتنا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، سب علی ⇐ ⇐

⇦⇦ کو بھی تھا؟ میں نے کہا: ہاں! آپ نے کہا پھر اس میں وہ جھگڑنے لگے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہے، وکتبنا له فی الالواح من کل شی (اور ہم نے لکھ دی ہے تختیوں میں اس کے لیے ہر چیز)
تو ہمیں بتایا کہ پوری بات ان پر واضح نہیں تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: ﴿وجئنـا بك علـى هولاء شهيدا۔ وانزلنا علیك القرآن تبیانا لكل شیء﴾ (اور ہم لائے ہیں آپ کو ان لوگوں پر گواہ اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے)
علی بن اسماعیل محمد بن عمر زیات سے روایت کرتے ہیں کہ: ابوعبداللہ نے پوچھا: موسیٰ، عیسیٰ اور امیر المومنین علیہم السلام کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ سمجھتے ہیں کہ موسیٰ اور عیسیٰ امیر المومنین سے افضل تھے، آپ نے کہا: کیا وہ سمجھتے ہیں کہ امیر المومنین ہر وہ چیز جانتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے؟ میں نے کہا: ہاں مگر وہ خدا کے اولوالعزم نبیوں میں سے کسی پر آپ کو ترجیح نہیں دیتے، کہتا ہے، ابوعبداللہ نے کہا: تو پھر وہ کتاب اللہ سے جھگڑتے ہیں، میں نے پوچھا، کتاب اللہ کے کس مقام سے؟ آپ نے کہا: اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿و کتبنـا لـه فی الالـواح مـن كـل شـیء﴾ (اور ہم نے لکھ دی ہے تختیوں میں اس کے لیے ہر چیز) عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ولا بین لكم بعض الذی تختلفون فيه﴾ (اور تاکہ میں واضح کروں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا ﴿وجئنـا بك على هٰؤلاء شهيدا ونزلنا عليك الكتـاب تبيـانـا لكل شيء﴾ (اور ہم لائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر گواہ اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے)۔
علی بن محمد سے روایت ہے، ابوعبداللہ نے کہا: خدا نے اولوالعزم رسول پیدا کیے اور انہیں علم کی فضیلت بخشی، ہمیں ان کا علم دیا گیا اور ان کے علم پر فضیلت بخشی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیا گیا، جو انہیں نہیں دیا گیا تھا، ہمیں ان کا علم بھی دیا گیا اور رسول کا علم بھی۔ (منقول از الفصول المهمة للحرالعاملی ص ۲۵۱، ۲۵۲)
ابن بابویہ قمی نے بھی اپنی کتاب ''عیون اخبار الرضا'' میں روایت بیان کی ہے کہ ''ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا اپنے والد کے، وہ اپنے آباء کے، وہ علی کے واسطہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! خدائے بزرگ و برتر کہہ رہے ہیں: اگر میں علی علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا تو میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے روئے زمین پر آدم سے لے کر مابعد آنے والوں تک کوئی ہم پلہ نہ ہوتا۔''

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۲۵)

سید لاجوردی اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے: ''بعض محققین نے حدیث کے اس فقرے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام نبیوں سے افضل ہیں۔'' (ایضاً)
حرالعاملی نے تہذیب میں طوسی سے نقل کرتے ہوئے یہ روایت اسی عنوان کے تحت درج کی ہے کہ ''یہ باب اس بارے میں ہے کہ بارہ امام تمام مخلوقات، انبیاء اوصیاء اور ملائکہ وغیرہ سے بھی افضل ہیں۔'' (دیکھیے ''الفصول المهمة'' ص ۵۱) مطبوعہ قم ایران۔ ⇦⇦

رسول اللہ ﷺ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اللہ، ابوعمرو (حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے، آپ سب سے کریم مددگار اور سب سے افضل بزرگ و پرہیزگار تھے۔ راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے تھے، دوزخ کا ذکر ہوتا تو آپ بہت رونے اور آنسو بہانے والے تھے، نیکی و اچھائی کے کام میں چست اور ہر عطاؤ بخشش میں سب سے آگے تھے، بڑے پیارے، وفادار تھے، آپ رضی اللہ عنہ ہی نے جیشِ عسرہ کو ساز و سامان دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے۔" [1]

نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے گواہوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو بھی گواہ بنایا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جاؤ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ...... اور اتنے ہی آدمی انصار میں سے، چنانچہ میں گیا اور ان کو بلا لایا۔ جب سب حضرات اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے چارسو مثقال چاندی کے عوض کر دیا ہے۔ [2]

⇦ اسی باب میں ایک اور روایت بھی رضا سے نقل کی گئی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نے کسی کو بھی مجھ سے افضل اور مجھ سے زیادہ عزت والا نہیں بنایا۔ علی کہتے ہیں میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ افضل ہیں یا جبرئیل؟ آپ ﷺ نے کہا: اللہ نے اپنے فرستادہ نبیوں کو مقرب ملائکہ پر فضیلت دی ہے۔ اور مجھے تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل بنایا ہے۔ اے علی میرے بعد افضلیت تیرے لیے اور تیرے بعد آنے والے ائمہ کے لیے ہے۔ فرشتے ہمارے اور ہم سے محبت کرنے والوں کے خادم ہیں...... اس کے بعد کہا...... اور ہم کیوں فرشتوں سے افضل نہ ہوں، ہم اپنے رب کی معرفت اور تسبیح و تقدیس میں ان سے سبقت لے گئے ہیں...... اس کے بعد کہا...... اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا، اور ہمیں ان کی پشت میں رکھا، پھر ہماری عظمت اور اکرام کی وجہ سے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، ان کا سجدہ خدائے بزرگ و برتر ہی کی عبودیت کے لیے تھا لیکن اس میں بنی آدم کا اکرام اور اطاعت بھی تھی، ہم آپ کی پشت میں تھے تو کیونکر فرشتوں سے افضل نہ ہوئے کہ سب کے سب فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا ہے۔"

("الفصول" ص ۱۵۳، "عیون اخبار الرضا" جلد ۱ ص ۲۶۳' زیرِ عنوان "افضیلت النبی والائمہ علی جمیع الملائکۃ والانبیاء علیہم السلام)

[1] "تاریخ المسعودی" ج ۳ ص ۵۱ مطبوعہ مصر، "ناسخ التواریخ" للمرزہ محمد تقی ج ۵ ص ۱۴۲ مطبوعہ طھران.

[2] "کشف الغمۃ" ج ۱ ص ۳۵۸ "المناقب" للخوارزمی ص ۲۵۲ "بحارالانوار" للمجلسی ج ۱۰ ص ۳۸.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ شرف و فخر ہی بہت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر کے انہیں اپنے ذوی الارحام اور سسرالی رشتہ داروں میں شامل کرلیا۔ اسی بناء پر شیعہ حضرات آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت و امامت، اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں کیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بات بھی باعثِ فخر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کی شادی پر سارا خرچہ کیا، اس کے لیے تمام اسباب مہیا کیے اور انہیں شادی کا ایک گواہ بنایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے یہی فخر بہت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو وہ شرف و اعزاز ملا، جو پوری کائنات میں سے کسی کو نہیں ملا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں آپ رضی اللہ عنہ سے کیں۔ پوری تاریخ انسانی میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں حکم خداوندی سے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ رضی اللہ عنہ سے کردی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کردی۔ شیعہ حضرات کے علماء بھی ان شادیوں کے معترف ہیں۔ دیکھیے انتہائی متعصب شیعہ، مجلسی، جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر بد زبانی وطعن میں مشہور و معروف ہے، اپنی کتاب ''حیات القلوب'' میں ابنِ بابویہ قمی سے سندِ صحیح کے ساتھ نقل کر رہا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے قاسم، عبداللہ (جنہیں طاہر کہا جاتا ہے)، امِ کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنھن پیدا ہوئیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی، ابو العاص بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا سے، یہ دونوں حضرات بنی امیہ سے تھے۔ اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو کہ تعلقِ زوجیت سے پہلے ہی وفات پا گئیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف جانے لگے تو

رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے ان کی شادی کردی۔'' ❶

بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان رشتے

یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان نفرت و عداوت اور بغض و عناد نہیں تھا۔ یہ سب باتیں مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں کی خود ساختہ ہیں اور اپنی طرف سے بے بنیاد قصے اور کہانیاں تیار کرلی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم ان کے خیالات کے برعکس باہم اس قدر محبت و اکرام کا معاملہ کرتے ہیں کہ دونوں خاندانوں کو ایک دوسرے سے زیادہ عزیز کوئی نہیں۔ وہ آپس میں رشتہ دار ہیں۔ کوئی کسی کا خالہ زاد بھائی ہے کوئی پھوپھی زاد، دونوں خاندان ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک ہیں۔ ہر قدم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں، حتیٰ کہ شیعہ علماء اور مؤرخین نے بھی لکھا ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو بنی امیہ کے سردار اور اس وقت اپنی قوم کے سربراہ تھے، علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے مددگار تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے سقیفہ کے روز بنی ہاشم کی پرزور تائید کی تھی۔ شیعہ مورخ یعقوبی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں میں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں پیچھے رہ گئے تھے، تاخیر کی تھی، ایک ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب بھی تھے، آپ نے کہا تھا: اے بنی عبد مناف کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ معاملہ تمہارے سوا کسی اور کے سپرد کردیا جائے؟ اور آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ آپ کے ساتھ قصی بھی تھے، آپ نے کہا:

اے بنو ہاشم دوسرے لوگوں کو خلافت کی طمع نہ کرنے دو، بالخصوص تیم بن مرہ اور عدی کو۔

''پس معاملہ (خلافت) تمہارے درمیان اور تمہاری طرف ہی ہوگا۔ اور کوئی بھی سوائے ابوحسن علی کے اس کا حق دار نہیں۔ ابوحسن اسے، سختی و مضبوطی اور احتیاط کے ہاتھوں سے تھام لیجیے۔ آپ ایک ایسے معاملے کے لیے ہیں جس میں غم کی بھی امید ہے۔ بنی قصی اس معاملے کو اپنے پیچھے پھینکنا چاہتے ہیں اور لوگ بنی

---

❶ ''حیات القلوب'' للمجلسی ج ۲ ص ۵۸۸ باب ۵۱.

غالب اور قصی کے۔" ❶

ابن بابویہ قمی نے یہ بھی لکھا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے مخلص مددگار مہاجرین اور انصار میں سے بارہ آدمی تھے، ان میں سے ایک خالد بن سعید بن عاص اموی ہے، اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔

"خدا کی قسم قریش جانتے ہیں کہ میں ان میں سے سب سے اعلیٰ نسب والا اور ادب میں سب سے برتر ہوں۔ لوگ سب سے خوبصورت لفظوں میں مجھے یاد کرتے ہیں اور میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہوں۔" ❷

ابوسفیان اور سردارِ بنی ہاشم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسی دوستی تھی کہ اس کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں رشتے ہوتے رہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار بیٹیوں میں سے تین بیٹیوں کی شادیاں بنی امیہ سے کیں۔ ابو العاص رضی اللہ عنہ بن ربیع بنی امیہ میں سے تھے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابی العاص بنی امیہ میں سے تھے، آپ رضی اللہ عنہ داماد ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی کے بیٹے بھی تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کا نام اروی بنت کریز بن حبیب بن عبدشمس ہے۔ اور آپ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، آپ کی والدہ ام حکیم ہیں۔ یہی بیضا بن عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔" ❸

---

❶ "تاريخ اليعقوبی" ج ٢ ص ١٢٦ شرح نهج البلاغة لابنِ الحديد.

❷ "كتاب الخصال" ص ٣٦١.

❸ انساب کی تمام کتب مثلاً "انساب الاشراف" للبلاذری جلد ٥ صفحه ١ مطبوعه بغداد، "المحبر" للبغدادی ص ٤٠٧ مطبوعه دكن، "طبقات ابنِ سعد" ج ٨ ص ١٦٦، مطبوعه لندن "اسد الغابه" ج ٥ ص ١٩١، "المستدرك" للحاكم جلد ٣ ص ٩٦، یہ عبارت اس سے منقول ہے "منتهى الآمال" جلد ١۔ الفصل التاسع۔

اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بیٹے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم میں شادی کی، آپ کے عقد میں عبداللہ بن جعفر (طیار رضی اللہ عنہ) بن ابی طالب، علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی کی بیٹی ام کلثوم تھیں۔ ❶

علی کی پوتی اور حسین کی بیٹی سکینہ، عثمان کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے نکاح میں تھیں "یہ زید بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان وہی ہیں، جن کے عقد میں حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی سکینہ تھیں، آپ فوت ہوگئے تو یہ آپ کی وارث بنیں۔" ❷

علی رضی اللہ عنہ کی دوسری پوتی اور حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے پوتے کے نکاح میں تھیں۔ "محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ تھیں، عبداللہ بن عمرو نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ سے شادی کی تھی۔" ❸

علی کے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پوتی کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے مروان بن ابان سے ہوئی "امام قاسم بنت حسن (دوسرا) بن حسن، مروان بن ابان بن عثمان بن عفان کے نکاح میں تھیں، آپ سے محمد بن مروان پیدا ہوئے۔

اس کے علاوہ بنی امیہ کے سردار ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سردار بنی ہاشم، سید اولادِ آدم، رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں، مشہور بات ہے کسی کتاب کے حوالے کی ضرورت نہیں۔

ابوسفیان کی بیٹی ہند، حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے نکاح میں تھیں۔ آپ ہی سے ان کے بیٹے محمد پیدا ہوئے۔ ❹

---

❶ "المعارف" للدنیوری ص ٨٦.

❷ "نسب قریش" للزبیری ج ٤ ص ١٢٠ "المعارف" لابن قتیبه ص ٩٤ "جمهرة انساب العرب" لابن حزم ج ١ ص ١٨٦ "طبقات ابن سعد" جلد ٦ ص ٣٤٩.

❸ "حیات القلوب" للمجلسی ٢ ص ٥٨٨ باب ٥١.

❹ "مقاتل الطالبیین" للاصفهانی ص ٢٠٢ "ناسخ التواریخ" ج ٦ ص ٥٣٤ "نسب قریش" جلد ٤ ص ١١٤ "المعارف" ص ٩٣ "طبقات" ج ٨ ص ٣٤٨.

عبید اللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی لبابہ، عباس بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد ولید بن عتبہ (معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھتیجا) بن ابوسفیان کے نکاح میں آئیں۔ ❶

محمد بن جعفر طیار ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی رملہ نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک (اموی) سے شادی کی۔ اس کے بعد قاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں آئیں۔ ❷

اسی طرح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی رملہ نے مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کے بیٹے معاویہ بن عمران سے شادی کی۔ ''علی کی بیٹی رملہ ہی ام سعید بنت عروہ بنت مسعود ثقفی تھیں۔ ❸

''رملہ بنت علی ابوالہیاج کے نکاح میں تھیں ان کے بعد معاویہ بن مروان بن حکم بن ابی العاص کے نکاح میں آئیں۔'' ❹

دوسرے حسن کی بیٹی زینب کی والدہ فاطمہ بنت حسن نجیبۃ الطرفین تھیں۔ ''حسن بن حسن بن علی کی بیٹی زینب ولید بن عبدالملک بن مروان (اموی) کے نکاح میں تھیں۔'' ❺

اسی طرح علی بن ابی طالب کی پوتی نے مروان الحکم کے پوتے سے شادی کی ''زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی بیٹی نفیسہ نے ولید بن عبدالملک بن مروان سے شادی کی اور انہی کے ہاں وفات پائی، ان کی والدہ لبابہ بنت عبداللہ بن عباس تھیں۔'' ❻

اسی طرح بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان بہت سے رشتے ہیں، ہم نے ان میں سے کچھ بیان کیے ہیں جو آدمی حق اور بصیرت ڈھونڈنا چاہے، اس کے لیے یہی کافی ہیں۔ ومن یضلل اللہ فلاھادی لہ۔

---

❶ "المحبر" ص ٤٤١ "نسبِ قریش" ص ١٣٣، "عمدۃ الطالب" حاشیہ ص ٤٣.

❷ "کتاب المحبر" ص ٤٤٩.

❸ "الارشاد" للمفید ص ١٨٦.

❹ "نسبِ قریش" ص ٤٥، "جمھرۃ انساب العرب" ص ٨٦.

❺ "نسبِ قریش" ص ٥٢، حسنِ ثانی کی اولاد کے ضمن میں۔ "جمھرہ انساب العرب ص ١٠٨، مروان بن حکم۔

❻ "طبقات ابنِ سعد" ج ٥ ص ٢٣٤، "عمدۃ الطالب، فی انسابِ آلِ ابی طالب ص ٧٠"

اسی وجہ سے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ پرانی جنگ اور طویل دشمنی ہمیں اس سے روک نہیں سکتی کہ ہم تمہیں اپنے آپ میں گھلنے ملنے نہ دیں۔ ایک ہم پلہ کی حیثیت سے رشتے لیے بھی اور دیے بھی۔ [1]

کیا اس کے بعد بھی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان نفرت و عداوت اور حسد و بغض پایا جاتا تھا، یہی چیزیں بعد میں علی رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے مابین جنگ و جدال کی صورت میں ظہور پذیر ہوئیں؟ حالانکہ اس بات کی کوئی اصل سند اور بنیاد نہیں ملتی۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے تھے، ایک ہی دادا کے پوتے تھے، اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی ایک ہی درخت کی شاخیں تھیں۔ سب نے ایک ہی سرچشمۂ ہدایت سے سیرابی حاصل کی اور اللہ کے دین کے پھل پائے تھے۔ وہ دینِ حنیف، جسے رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، جو سکھانے آئے تھے، جنھوں نے بتایا تھا کہ عربی اور عجمی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ کالے اور سرخ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ کسی کو کسی پر سوائے تقویٰ کے اور کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ کوئی حسب نسب والا اپنے حسب نسب پر فخر نہ کرے۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تھیں، یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات تھیں۔ شیعہ کی اپنی روایت کے مطابق خطبہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب لوگ اسلام میں برابر ہیں، سب لوگ آدم وحوا کے بیٹے ہیں۔''

کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بناء پر، کیا میں نے بات پہنچا دی؟ سب نے کہا، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو گواہ رہنا، اس کے بعد فرمایا: میرے پاس نسب کے حوالے سے نہیں، اپنے اعمال کے حوالے سے آنا اس کے بعد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اسے دھوکہ دیتا ہے، نہ خیانت کرتا ہے اور نہ ہی اس کی

---

[1] "نهج البلاغة" تحقيق صبحي صالح ص ٣٨٦، ٣٧٨ تحقيق محمد عبدهٗ ج ٣ ص ٣٢.

غیبت کرتا ہے۔ اس کے خون کو حلال نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس کے مال کو سوائے اس کے کہ وہ اپنی خوشی سے دے! میں نے بات پہنچا دی؟ سب نے کہا، ہاں اس کے بعد فرمایا: یا اللہ تو گواہ رہنا۔'' ❶

حمیری نے ایک روایت جعفر بن محمد سے، ان کے والد کے واسطہ سے نقل کی ہے کہ آپ نے کہا: ''خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں قاسم، طاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب ہیں۔ علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی۔ ابو العاص بن ربیع نے جو کہ بنی امیہ سے تھے، زینب سے شادی کی۔ عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے شادی کی اور ابھی تعلق زوجیت بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ فوت ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جگہ آپ کی شادی کر دی۔'' ❷

اس جیسی روایت عباس قمی نے ''منتہی الآمال'' میں جعفر صادق سے اور مامقانی نے ''تنقیح المقال'' میں بھی ذکر کی ہے۔ ❸

دیکھیے شری بھی یہ لکھتے ہوئے اس بات کا اقرار کر رہا ہے:

''عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور (نیکی میں) سبقت کے لحاظ سے شیخین رضی اللہ عنہما سے کم نہیں تھے۔ آپ باعزت مسلمانوں میں سے تھے، آپ دو دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بنے، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان کے بطن سے آپ کا ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو کہ چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا، اس کی والدہ اس سے بھی پہلے فوت ہو چکی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہ کی شادی کر دی، ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی زیادہ عرصہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ رہ سکیں اور اپنے والد کی حیات ہی میں فوت ہو گئیں۔'' ❹

---

❶ "تاريخ اليعقوبی" ج ۲ ص ۱۱۱۔ ❷ "قرب الاسناد" ص ۷،٦۔

❸ "المنتهى" ج.۱ ص ۱۰۸ "التنفيح" ج ۳ ص ۷۳۔

❹ كتاب "امير المومنين" محمد جواد شيعه، زيرِ عنوان، على عهد عثمان ميں، ص ۲۵٦۔

مشہور مؤرخ مسعودی نبی ﷺ کی اولاد کے ضمن میں لکھتا ہے:

''ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی، خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد میں قاسم رضی اللہ عنہ، جن کے نام سے آپ ﷺ کنیت کیا کرتے تھے اور جو عمر کے لحاظ سے آپ کا سب سے بڑا بیٹا تھا (یعنی سب سے زیادہ عمر پائی) پیدا ہوا۔ اس کے علاوہ رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں جو ابولہب (آپ ﷺ کے چچا کے) دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں نے رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا، دونوں کو طلاق دے دی، طلاق کا قصہ لمبا ہے، چنانچہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے ان دونوں سے شادی کی۔'' [1]

اب ہم ایک روایت بیان کریں گے جسے کلینی، عروسی حویزی نے نبی ﷺ کی اولاد کے بارے میں ذکر کیا ہے، جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بیٹیاں ہیں، وہ بنظرِ غور اس روایت کو پڑھیں:

''آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، اس وقت آپ ﷺ کی عمر بیس اوپر کچھ سال تھی، ان کے بطن سے آپ ﷺ کے ہاں بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب، امِ کلثوم اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں۔'' [2]

خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایمان، صحابی ہونے، اپنے جیسا عالم ہونے، اپنے جیسی معرفت ہونے اور اسلام میں آپ رضی اللہ عنہ کی سبقت و برتری کی گواہی دی ہے۔ یہ سب چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے اس کلام میں موجود ہیں جو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود ان سے مخاطب ہوکر اس وقت فرمایا، جب لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے، روایت ملاحظہ کیجیے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میرے پیچھے آنے والے

---

[1] "مروج الذهب" جلد ۲ ص ۲۹۷ مطبوعه مصر.

[2] "الاصول من الكافي" ۱ ص ٤٣٩، ٤٤٠ "نور الثقلين" للعروسي ج ۳ ص ۳۰۳.

لوگ میرے اور آپ کے درمیان کی بات پوچھ رہے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ سے کیا کہوں! مجھے ایسی کوئی چیز معلوم نہیں جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ نہ میں آپ کو ایسی بات بتا سکتا ہوں جو آپ کے علم میں نہ ہو، جو ہم جانتے ہیں آپ بھی جانتے ہیں، ہم نے آپ سے کوئی سبقت حاصل نہیں کی کہ اس کے بارے میں آپ کو بتائیں۔ خلوت میں ہم نے جو کچھ دیکھا سنا آپ تک پہنچا دیا، آپ بھی ویسا ہی دیکھتے ہیں جیسا ہم، ویسا ہی سنتے ہیں جیسا ہم، آپ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی طرح رہے جیسے ہم رہے۔ ابنِ ابی قحافہ اور ابن الخطاب کے عمل آپ سے بڑھ کر نہیں۔ آپ میرے والد، رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ آپ قرابت و رشتہ داری میں ان دونوں سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے داماد ہیں۔ یہ وہ شرف ہے، جو ان دونوں کو حاصل نہیں تھا۔ خدا کے لیے، خدا کے لیے اپنی جان پر رحم کیجیے! آپ اندھے کو دکھا نہیں سکتے۔ جاہل کو سکھا نہیں سکتے۔" [1]

آپ نے دیکھا کہ ہمارے چوتھے خلیفہ راشد اور ان کے پہلے امام معصوم کیا کہہ رہے ہیں؟

کیا اب بھی کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ آپ سے افضل ہیں؟ ان پوشیدہ باتوں کے زیادہ جاننے والے ہیں، جن سے ذوالنورین رضی اللہ عنہ بے خبر تھے؟ کیا علی رضی اللہ عنہ قرابت و رشتہ داری میں آپ سے زیادہ قریب ہیں یا کیا آپ جاہل کو سکھا، یا اندھے کو دکھا سکتے ہیں؟ حیرت ہے اگر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اقرار و اعتراف اور آپ رضی اللہ عنہ کی گواہی کے بعد بھی کوئی ایسا کہے تو!

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے دل جیسا کہا ہے، آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے نزدیک کان کی طرح، عمر رضی اللہ عنہ آنکھ جیسے اور عثمان رضی اللہ عنہ میرے نزدیک دل کی مانند ہیں۔" [2]

خوش بختی و سعادت ہے آپ رضی اللہ عنہ کی کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ اپنے دل کی جگہ بتا

---

[1] "نهج البلاغة" تحقيق صبحي صالح ص ٢٣٤٠.

[2] "عيون اخبار الرضا" ج ١ ص ٣٠٣ مطبوعه طهران.

رہے ہیں، آپ ﷺ کے پوتے اور جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ کے بیٹے حسین بن علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) آپ سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں۔ ❶

حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ ❷

حسن، حسین اور ان کے والد علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کے علاوہ بھی اہلِ بیت کے سب افراد نے آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ دیکھیے کلینی ان کے چھٹے امام معصوم...... جعفر بن باقر کی روایت نقل کرتا ہے کہ آپ ﷺ عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کے متبعین کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"دن کی ابتدا میں آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ متوجہ ہو جاؤ، علی صلوت اللہ علیہ اور ان کا گروہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں اور دن کی انتہا میں پکارنے والا پکارتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کا گروہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔" ❸

جعفر صادق رحمہ اللہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل تھا، آپ ﷺ ان پر اعتماد کرتے تھے، خود ان کی طرف سے نائب بنے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی اس خلوص و وفاء کے ساتھ پیروی کی جس کی نظیر نہیں مل سکتی، جعفر بتاتے ہیں کہ ایک خاص امتیاز جو عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ممتاز کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا، اور پھر خود ہی ان کی طرف سے بیعت بھی کی، صلح حدیبیہ کے سلسلے کے یہ سب واقعات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی جماعتِ مومنین میں جاؤ اور انہیں خوشخبری دو کہ میرے رب نے مجھ سے فتح مکہ کا وعدہ فرمالیا ہے۔

---

❶ "عیون اخبار الرضا" ج ۱ ص ۳۰۳ مطبوعه طهران.

❷ "تفسیر الحسن العسکری" معانی الاخبار ص ۱۱۰.

❸ "الکافی فی الفروع" ج ۸ ص ۲۰۹.

جب عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان چلے تو ابان بن سعید انہیں مل گئے۔ جانور چڑنے کی وجہ سے دیر ہوگئی، پھر اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے بٹھایا اور عثمان رضی اللہ عنہ ان میں داخل ہو گئے، انہیں بتایا لیکن جھگڑا شروع ہوگیا۔ سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گیا اور عثمان رضی اللہ عنہ مشرکین کے لشکر میں بیٹھ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنے ایک ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے دوسرے ہاتھ پر مارا اور مسلمانوں نے کہا: مبارک باد عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کہ اس نے بیت اللہ کا طواف کرلیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کر لی اور حلال ہوگیا (یعنی احرام اتار دیا) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کیسے بیت اللہ کا طواف کرسکتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہ کیا ہو۔ پھر پورا قصہ اور سب واقعات بیان کیے۔'' [1]

اس سے بڑھ کر کیا اطاعت و ادب ہوگا کہ ایک شخص حرم میں داخل ہو جائے اور صرف اس لیے بیت اللہ کا طواف نہ کرے کہ اس کے آقا و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا۔

اسی طرح کی روایت مجلسی نے بھی اپنی کتاب ''حیاۃ القلوب'' میں نقل کی ہے، کہتا ہے:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ مشرکین نے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ٹلوں گا جب تک کہ ان کو قتل نہ کر دوں، جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لینا شروع کی۔ [2] اس کے بعد پورا قصہ بیان کرتا ہے۔'' [3]

---

[1] ''کتاب الروضۃ من الکافی'' ج ۸ ص ۳۲۵۔ ۳۲٦.

[2] اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ [فتح : ۱۸]

یہ آیت بھی اسی موقع پر نازل ہوئی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ [۱۰]

[3] ''حیاۃ القلوب'' ج ۲ ص ٤۲٤ مطبوعہ طهران۔

یہ ہیں تیسرے امام وشہید مظلوم رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

علی رضی اللہ عنہ کا آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ مہاجرین اور انصار سب آپ پر متفق ہو چکے تھے۔ آپ ان کی خلافت کو اللہ کی مرضی وخوشی پر محمول سمجھتے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ بیعت کر لینے کے بعد اب کسی کو بیعت توڑنے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ موجود حضرات ہوں یا غائب، جب آپ امام بن چکے تو اب کوئی آپ کی امامت کا انکار نہیں کرسکتا۔ یہ بات آپ نے خود اپنے ایک خطبہ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو جواب دیتے ہوئے کہی! چنانچہ فرماتے ہیں:

''مجلسِ شوریٰ مہاجرین اور انصار پر مشتمل ہے، وہ کسی بھی آدمی پر اتفاق واجماع کر کے اسے امام بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا شامل حال ہوگی۔ اگر کوئی اُن کے حکم سے کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے نکلے تو اُسے واپس لایا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جانے کی بناء پر قتل کر دیا جائے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔'' [1]

آپ ان چھ حضرات میں سے ایک تھے، جن میں سے فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المومنین چنا جانا تھا۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کے ذمہ دار افراد سے مشورہ کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بتا دیا کہ مہاجرین و انصار عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور اس کے بعد بیعت کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

''سب سے اول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [2]

---

[1] ''نهج البلاغة'' ص ٣٦٨ تحقيق صبحي.

[2] ''طبقات ابنِ سعد'' ج ٣ ص ٤٢، مطبوعه ليدن، ''البخاری'' باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان.

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود بھی یہی کہہ رہے ہیں: ''جب آپ کو (یعنی فاروق رضی اللہ عنہ کو) شہید کر دیا گیا تو میں چھ آدمیوں کی کمیٹی میں سے ایک تھا۔ میں اسی طرح اس کمیٹی میں شامل ہوگیا جس طرح انہوں نے چاہا۔ مجھے گوارا نہیں تھا کہ میں مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ڈال کر انہیں کمزور کردوں۔ چنانچہ تم نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور میں نے بھی ان کی بیعت کی۔'' [1]

ایک جگہ کہتے ہیں: ''تم جانتے ہو کہ میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔ بخدا میں نے بھی وہی تسلیم کرلیا جو سب مسلمان کر چکے تھے۔ مجھ پر کوئی زبردستی نہیں تھی۔ [2] میں نے صرف اور صرف اجر اور اللہ کے فضل کی خاطر یہ سب کچھ کہا۔

اس کی شرح میں ابنِ ابی الحدید، جو کہ مشہور معتزلی شیعہ ہے، لکھتا ہے کہ ''عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے اس وقت بیعت کی کہ اگر نہ کرتا تو مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جاتا، پھر کہتے ہیں، تم جانتے ہو کہ میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حق دار تھا...... پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت کرلی۔'' [3]

علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے مخلص و وفادار دوستوں میں تھے۔ آپ کو نصیحت بھی کرتے، مشورے بھی دیتے اور آپ کے دور میں بھی صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح فیصلے کیا کرتے تھے۔ شیعہ محدثین نے اپنی کتابوں میں مستقل ابواب قائم کیے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ذوالنورین کے دورِ خلافت میں آپ نے فلاں اور فلاں فیصلے کئے (رضی اللہ عنہم اجمعین)! مفید نے اپنی کتاب "الارشـــاد" میں عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ''علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے'' کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے جس میں ایسے بہت سے فیصلے نقل کیے گئے ہیں جو علی رضی اللہ عنہ نے کیے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں نافذ کیا، لکھتا ہے:

---

[1] "الامالی" للطوسی جلد ٢ جزء ١٨ ص ١٢١ مطبوعہ نجف.

[2] "نهج البلاغة" تحقيق صبحي صالح ص ١٠٢.

[3] ابنِ ابی الحدید "ناسخ التواريخ" ج ٢ كتاب ٢ ص ٤٤٩ مطبوعہ ایران.

''ایک عورت نے ایک بوڑھے مرد سے نکاح کیا اور حاملہ ہوگئی، بوڑھے نے سوچا کہ میں نے تو اس کے ساتھ جماع کیا نہیں لہٰذا یہ حمل میرا نہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا۔ آپ نے عورت سے پوچھا، کیا اس بوڑھے نے اپنا پانی تم میں گرایا ہے؟ وہ باکرہ تھی، کہنے لگی: نہیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر اس پر حد جاری کرو، یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام نے آپ سے کہا، عورت کے دو زہر ہیں، ایک حیض اور ایک پیشاب، شاید کبھی یہ بوڑھا اس کے قریب گیا ہو اور اس کا پانی اس کے زہر حیض میں مل گیا ہو جس سے یہ حاملہ ہوگئی ہو۔ اس آدمی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا: اس نے کہا، میں اس کے آگے والے حصے میں اپنا پانی بہا دیا کرتا ہوں کیونکہ (قدرتِ جماع) نہیں رکھتا۔ یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام نے کہا: اسی کا حمل ہے اور اسی کی اولاد ہے۔ اور اسے اپنے نطفہ سے انکار کرنے کی بناء پر سزا دی، عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی فیصلہ کو نافذ کیا اور (علی رضی اللہ عنہ کی معاملہ فہمی) پر تعجب کیا۔''[1]

ایک اور فیصلہ سنیے ''ایک مرد کی ایک لونڈی تھی جس سے اس کی اولاد ہوئی۔ پھر اس نے اسے علیحدہ کر دیا اور اس کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا۔ مالک فوت ہوگیا اور وہ اس کے بیٹے کی ملک سے آزاد ہوگئی اور اس کا بیٹا اس کے شوہر کا وارث بنا (مالِ میراث میں وہ غلام بھی جس سے اس عورت نے شادی کی تھی اس عورت کے بیٹے کے حصے میں آ گیا) پھر بیٹا فوت ہوگیا اور وہ اپنے بیٹے کے مال کی، جو دراصل اس کا شوہر تھا، وارث بنی۔ اب (وہ غلام اور یہ عورت) دونوں جھگڑا کرتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ عورت کہتی تھی، یہ میرا غلام ہے۔ اور وہ کہتا تھا: یہ میری عورت ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے مشکل سا مسئلہ ہے، امیر المومنین علیہ السلام آئے اور کہا اس سے پوچھیے کہ کیا اس نے اس کو میراث میں لے کر اس سے جماع کیا ہے؟ وہ کہنے لگی نہیں، آپ نے کہا اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اسے سخت سزا دیتا۔ جا یہ تیرا غلام ہے، اس کا تجھ پر کوئی حق نہیں، چاہے تو اسے غلام رکھ، چاہے تو آزاد کر، اور چاہے تو اسے بیچ ڈال۔''[2]

---

[1] ''الارشاد'' ص ۱۱۲، ۱۱۳ مطبوعہ: مکتبہ بصیرتی قم، ایران۔ [2] ایضاً ص ۱۱۳۔

کلینی نے اپنی صحیح میں ابوجعفر محمد باقر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

''جب ولید بن عقبہ پر شراب کی گواہی دی گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے علی علیہ السلام سے کہا: آپ ان کے، اور ان لوگوں کے درمیان جو سمجھتے ہیں کہ آپ نے شراب پی ہے فیصلہ کر دیجیے، علی علیہ السلام نے ایک ایسا کوڑا چالیس دفعہ مارنے کا حکم دیا جس کی دو شاخیں تھیں۔'' [1]

مشہور مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے ''جب ولید، عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: اسے کون مارے گا؟ لوگ قرابت کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی ماں کی طرف سے بھائی تھے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ کو کوڑے لگائے۔'' [2]

ایسے کام وہی کرسکتا ہے جس کے نزدیک خلیفہ وقت کی خلافت مسلم ہو، وہی امیر کے احکامات کی بجا آوری اور حاکم وقت کی حکومت میں اس کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے جس کے نزدیک اس کی حکومت صحیح و جائز ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ کی اولاد اور تمام بنی ہاشم تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ہر طرح سے اطاعت کرتے رہے۔

اس بات کی ایک اور دلیل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا، جب لوگ تیسرے امام مظلوم ذوالنورین کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اس قول کو شیعہ حضرات کی مقدس ترین کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے، آپ نے کہا: ''مجھے چھوڑ کر کسی اور کو ڈھونڈو۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی تمہارے جیسا ایک فرد ہوں۔ جس کو بھی تم اپنا حاکم بناؤ گے، میں اس کی بات سنوں گا اور اس کی اطاعت کروں گا۔'' [3]

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل بیت کے تعلقات

اہلِ بیت آپ رضی اللہ عنہ کو کس قدر پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہاشمی خاندان کے کثیر افراد نے آپ کی خلافت و امامت کے دوران کئی اہم

---

[1] ''الکافی من الفروع'' ج ۷ ص ۲۱۵ باب مایجب فیه الحد من الشراب.

[2] ''تاریخ الیعقوبی'' شیعه ج ۲ ص ۱۶۵.

[3] ''نهج البلاغة'' تحقیق صُبحی صالح ص ۱۳۶.

عہدے قبول کیے اور بہت سے اہم مناصب پر فائز رہے، مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب عہدۂ قضاء پر فائز رہے۔ ❶

اسی طرح حارث بن نوفل بھی اسی اہم عہدے (قضاء) پر فائز رہے۔ ❷

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ۳۵ھ میں امارتِ حج کا عہدہ قبول کر کے امیرِ حج کے فرائض سرانجام دیے۔ ❸

اس کے علاوہ سب اہلِ بیت آپ رضی اللہ عنہ کے پرچم تلے مشغولِ جہاد رہے۔ ان لشکروں میں شامل و شریک رہے جو کفار اور دوسرے دشمنانِ اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے تھے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اس لشکر میں شریک تھے جس نے ۲۶ھ میں افریقہ میں متعدد اسلامی جنگیں لڑیں۔

عبداللہ بن ابی سرح کی زیرِ قیادت برقہ، طرابلس اور افریقہ کی طرف جانے والے لشکر میں علی بن ابی طالب کے دونوں بیٹے حسن اور حسین کے علاوہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، ان کے چچا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی شریک تھے۔ ❹

''خراسان، طبرستان اور جرجان کی جنگوں میں لڑنے والوں میں حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اموی کے زیرِ قیادت جنگ لڑ رہے تھے۔'' ❺

اس کے علاوہ بھی اہلِ بیت متعدد جنگوں اور معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کی خدمت میں مالِ غنیمت اور دیگر تحائف کے علاوہ لونڈیاں اور خدام بھی ہدیہ میں دیا کرتے تھے...... مامقانی اپنے آٹھویں امامِ معصوم...... رضا، سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

''عبداللہ بن عامر بن کرز نے جب خراسان کو فتح کیا تو اسے عجمی شہنشاہ یزید جر بن

---

❶ ''الاستیعاب''، ''اسد الغابة''، ''الاصابة'' وغیرہ۔ ❷ ''طبقات''، ''الاصابة''۔

❸ ''تاریخ الیعقوبی'' ج ۲ ص ۱۷۶۔ ❹ ''تاریخ ابنِ خلدون'' ج ۲ ص ۱۰۳۔

❺ ''تاریخ الطبری'' الکامل لابن الاثیر''، ''البدایہ والنہایة''، ''تاریخ ابنِ خلدون''۔

شہریار کی دو بیٹیاں ہاتھ لگیں۔ اس نے ان دونوں کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے ایک حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسری حسین رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، جو دونوں مرتے دم تک انہی دونوں حضرات کے پاس رہیں۔'' ❶

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ بے حد محبت و اکرام سے پیش آتے تھے، اسی لیے جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کر لیا تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر اس طرح پہرہ دو کہ کوئی اندر نہ جانے پائے۔ ❷

دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو روکیں اور عثمان رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے دیں۔ ان میں ایک علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اخیر وقت تک آپ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے رہے اور آپ کے دروازے پر ڈٹے رہے۔ انہی سنگین و سیاہ دنوں میں جب حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کو حج کا امیر مقرر کیا تو آپ کہنے لگے: اللہ کی قسم! اے امیر المومنین یہاں جہاد کرنا میرے نزدیک حج سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ اس وقت تک نہ ہٹوں گا جب تک یہ چلے نہ جائیں۔ ❸

خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ابتدائی حالات میں آپ کا دفاع کرنے والوں میں شریک تھے۔ انہی کی کتاب اٹھا کر ذرا یہ الفاظ پڑھیے ''آپ نے خود (یعنی علی رضی اللہ عنہ نے) بھی کئی دفعہ آ کر لوگوں کو ان (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) کے قریب سے ہٹایا اور اپنے دونوں بیٹوں اور بھتیجے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی وہاں پر پہرہ دینے کا حکم دیا۔'' ❹

''آپ دیر تک انہیں زبان اور ہاتھ سے دور کرتے رہے۔ جب دیکھا کہ انہیں بھگانا

---

❶ "تنقیح المقال فی علم الرجال" للمامقانی ج ۳ ص ۸۰ مطبوعه طهران.

❷ "انساب الاشراف" للبلاذری ج ۵ ص ۶۸-۶۹ مطبوعه مصر.

❸ "تاریخ الامم و الملوک" ۳۵ھ کے حالات میں۔

❹ "شرح نهج البلاغة" لابن ابی الحدید ج ۱۰ ص ۵۸۱ مطبوعه: قم، ایران.

ممکن نہیں تو آپ وہاں سے چلے آئے۔"[1]

"آپ اپنی زبان، ہاتھ اور اپنی اولاد کی مدد سے (باغیوں) کو ہٹاتے رہے لیکن کچھ نہ بن سکا۔"[2]

آپ خود اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اللہ کی قسم میں اس حد تک (لوگوں کو) آپ سے روکتا رہا کہ میں نے سوچا کہیں گناہ گار نہ ہو جاؤں۔"[3]

کیونکہ حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کو دفاع کرنے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا:

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سب اپنا اسلحہ لے کر چلے جاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔"[4]

"آپ (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ نے) حسن بن علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور دیگر انصار کے بچوں کو روک دیا، چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا تم میری مدد سے بری ہو۔"[5]

چنانچہ جہاں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیٹے زخمی ہوئے وہاں زخمی ہونے والوں میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے غلام قنبر بھی تھے۔[6]

جب سرکش باغیوں نے آپ کا پانی بھی بند کر دیا تو علی رضی اللہ عنہ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اے لوگو! جو کام تم کر رہے ہو نہ مسلمانوں نے کیے ہیں نہ کافروں نے، ایرانی و رومی بھی جب کسی کو گرفتار کرتے ہیں تو اسے کھانے پینے کو دیتے ہیں، خدا کے لیے اس آدمی کا پانی نہ بند کرو، علی رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم کی ایک عورت کے ہاتھ پانی کی بھری تین مشکیں آپ کے

[1] "شرح ابن میثم البحراني" ج ٤ ص ٣٥٤ مطبوعه طهران.

[2] شرح ابن ابی الحدید اس خطبہ کے تحت "بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر۔"

[3] "شرح نهج البلاغة" لابن ابی الحدید ج ٣ ص ٢٨٦.

[4] "تاریخ خلیفه بن خیاط" ج ١ ص ١٥١، ١٥٢ مطبوعه عراق.

[5] "شرح النهج" زیر عنوان، عثمان کا محاصرہ اور پانی بند کر دینا۔

[6] "الانساب" للبلاذری ج ٥ ص ٩٥ "البدایه" بضمن "عثمان کا قتل"

پاس بھیجیں۔" ❶

آخر میں ہم آپ کو مشہور شیعہ مورخ مسعودی ❷ کی زبانی اس روح فرسا اور درد افزا المیہ کی کہانی سناتے ہیں، لکھتا ہے:

"جب علی رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، آپ نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دیگر متبعین کے ساتھ ہتھیار دے کر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ ان کے دروازے پر ان کی مدد کے لیے پہرہ دیں۔ انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو وہاں ہرگز پہنچنے نہ دیں، اسی طرح زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے بیٹوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، ان حضرات نے باغیوں کو گھر تک پہنچنے سے روکے رکھا، ان پر تیر برسائے گئے، لوگ باہم گڈ مڈ ہو گئے، حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے، قنبر کا سر پھٹ گیا، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔ لوگ ڈر گئے کہ کہیں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تعصب کی جنگ نہ چھڑ جائے، انہوں نے لوگوں کو دروازے پر لڑتا چھوڑ دیا۔ کچھ آدمی انصار کے گھروں میں ان کی دیواریں پھاند کر داخل

---

❶ "ناسخ التواریخ" ج ۲ ص ۵۳۱۔ اس جیسی ایک روایت "انساب الاشراف" للبلاذری ج ۵ ص ٦٩ میں بھی ہے۔

❷ اس کا نام ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہے۔ بغداد میں تیسری صدی کی آخری تہائی میں پیدا ہوا۔ بہت سے مشرقی اور افریقی ممالک میں سفر کرتا رہا اور ۳۴۲ یا ۳۴٦ھ میں وفات پائی۔

محسن امین شیعہ مورخین کے طبقہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: مسعودی تاریخ کا امام ہے "مروج الذہب" اور "اخبار الزمان" کا مصنف ہے (اعیان الشیعہ قسم ثانی جلد ۱ ص ۱۳۰)

قمی نے کہا ہے: "یہ مورخین کا شیخ اور سربراہ ہے۔ اس نے اور کتابوں کے علاوہ امامت میں بھی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" کے نام سے لکھی ہے۔ "مروج الذہب" کا مصنف ہے۔ نجاشی نے شیعہ راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔" (الکنی والالقاب ج ۲، ص ۱۵۳)

خوانساری نے اس کی تعریف میں کہے گئے بہت سے شیعہ علماء کے اقوال نقل کیے ہیں، جنہوں نے اس کی بہت سی خوبیوں کی تعریف کی ہے "ہم امامیہ حضرات کا شیخ متقدم ہے"، "یہ صدوق کا ہم عصر ہے۔ اہم ترین علماء امامیہ اثنا عشریہ کے فاضل ترین لوگوں میں سے ہے۔" (روضات الجنات ج ٤ ص ۲۸۱)

ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر اور دوسرے دو آدمی آپ تک پہنچے، عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب ان کی بیوی تھی۔ ان کے گھر والے اور دوسرے افراد لڑنے میں مشغول تھے، محمد بن ابی بکر نے ان کی داڑھی کو پکڑا۔ آپ کہنے لگے: اے محمد! بخدا اگر تیرے والد تجھے یہاں دیکھتے تو بہت برا سمجھتے، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہاں سے نکل کر گھر کی طرف چلا گیا، اس کے بعد دو آدمی داخل ہوئے اور انہیں قتل کر دیا۔ اس وقت قرآنِ پاک آپ کے سامنے تھا جسے آپ رضی اللہ عنہ پڑھ رہے تھے، آپ کی بیوی اٹھ کھڑی ہوئیں، زور زور سے رونے اور کہنے لگیں، امیر المومنین قتل ہو گئے، یہ سن کر حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ بنی امیہ کے کچھ افراد بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے (رضی اللہ عنہ)۔ سب رونے لگے۔ علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم تک یہ خبر پہنچی۔ سب واپس آ گئے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ سب بے حد پُر درد و غم رسیدہ تھے۔ علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بیٹوں سے (شدتِ غم میں) کہنے لگے۔ تمہارے دروازے پر ہوتے ہوئے امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے؟ حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا، حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا۔ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سخت برا بھلا کہا۔" [1]

شہید ہونے کے بعد علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھر والوں ہی نے رات میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کیا۔ چنانچہ معتزلی شیعہ ابنِ ابی الحدید لکھتا ہے:

"آپ اور آپ کے ساتھ گھر والوں میں سے تھوڑے سے لوگ نکلے، جن میں حسن بن علی، ابنِ زبیر اور ابوجہم بن حذیفہ تھے۔ یہ حضرات مغرب اور عشاء کے درمیان (جنازہ لے کر) نکلے اور مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں لے آئے۔ یہ باغ جنت البقیع سے باہر تھا اور اسے حش الکوکب کہا جاتا تھا۔ وہاں ان حضرات نے آپ کی نماز پڑھی۔" [2]

آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہلِ بیت کی محبت کا یہ بھی ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے

---

[1] "مروج الذهب" للمسعودی ج ٢ ص ٣٤٤ مطبوعه بیروت۔

[2] "شرح النهج" لابنِ ابی الحدید ج ١ ص ٩٧ مطبوعه قدیم ایران ج ١ ص ١٩٨ مطبوعه بیروت.

اپنی بیٹیوں کی شادیاں ان کے بیٹوں سے کیں، بلکہ خود ان سے کیں، اور کیوں نہ کرتے کہ جب اللہ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ ترین فرد نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں ان سے کر دی تھیں۔ اہلِ بیت اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ دیکھیے مفید لکھتا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام عثمان تھا:

''امیر المومنین کے ستائیس لڑکے اور لڑکیاں تھیں: (۱) حسن رضی اللہ عنہ (۲) حسین رضی اللہ عنہ۔ (۱۰) عثمان آپ کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن وارم تھیں۔'' [1]

اصفہانی نے لکھا ہے کہ یہ بھی اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔ جب عثمان بن علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو اس وقت ان کی عمر اکیس برس تھی۔ ضحاک نے لکھا ہے: خولی بن یزید نے عثمان بن علی رضی اللہ عنہ پر تیر چلایا جس سے آپ پچھاڑ کھا کر گر گئے۔ بنی ابان بن دارم میں سے ایک آدمی نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر کے آپ کا سر اتار لیا۔ [2]

یہ ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی صحیح تصویر! وہ عثمان رضی اللہ عنہ جو دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ جن سے اہلِ بیت اور اہلِ بیت کے دوسرے تمام عزیز و اقارب اسی طرح بے حد محبت کیا کرتے تھے جس طرح صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ سے جیسا کہ خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و رشتہ داری میں سب سے قریب تھے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا وہ شرفِ عظیم ملا تھا جو صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں ملا۔ [3]

قارئین نے ان صفحات میں دیکھا کہ اہلِ بیت کے ہاں ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم تینوں خلفائے راشدین کا کیا مقام و موقف ہے۔ ہم نے تمام حوالہ جات شیعہ حضرات کی اپنی ان کتب سے نقل کیے ہیں جو ان کے نزدیک معتمد علیہ، ثقہ اور مصادرِ اصلیہ کا

---

[1] "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶ ''زیرِ عنوان امیر المومنین کی اولاد کا ذکر۔''

[2] "مقاتل الطالبیین" ص ۸۳ "عمدۃ الطالب" ص ۳۵٦ نجف، "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۱۳.

[3] "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح ص ۲۳٤.

درجہ رکھتی ہیں۔ ہر حوالہ کے ساتھ صفحہ اور جلد کا حوالہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل بیت کا موقف

محبت اہل بیت کے جھوٹے دعویدار وہ شیعہ حضرات جو اپنے مذہب کو اہلِ بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جن کا دعویٰ ہے کہ ہم لوگ اہلِ بیت کی اطاعت و پیروی کر رہے ہیں، درحقیقت کھلم کھلا ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ حضرات صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے ساتھ انتہائی درجہ کا بغض اور عداوت رکھتے ہیں...... ان مقدس حضرات کو گالیاں بکتے اور برا بھلا کہتے ہیں بلکہ بدزبانی کی انتہا یہ ہے کہ ان حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر و فاسق تک کہہ دیتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس فعلِ شنیع و مکروہ کو خدا کا پسندیدہ ترین عمل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس سے زیادہ موجبِ اجر و ثواب کوئی فعل نہیں کہ ان حضرات کو گالیاں بکی جائیں اور برا بھلا کہا جائے۔ ان کی کوئی کتاب اور کوئی رسالہ آپ کو نہیں ملے گا جو گالیوں، بدزبانیوں اور طعن و تشنیع سے بھرپور نہ ہو، جس میں میری جان اور میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص ترین ساتھیوں پر کیچڑ نہ اچھالا گیا ہو۔ اللہ کا وہ رسول جو سب سے زیادہ متقی تھا اللہ کا سب سے پیارا تھا۔ اس کی شریعت کا لانے والا، اس کی ناموس و رسالت کا مبلغ، اس کا نمائندہ اور پسندیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق و متقی شاگردوں پر، جس سے امت کے بہترین لوگوں نے ہدایت پائی، یہ بدزبان طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہیں۔ خدائے ستار و غفار ان مقدس صحابہ رضی اللہ عنہم پر راضی ہو۔

دیکھیے ملا محمد کاظم اپنی کتاب میں روایت کرتا ہے:

''ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے۔ یہ زین العابدین کے حوالہ سے جھوٹی بات کہہ رہا ہے

کہ آپ نے کہا جس نے جبت (یعنی صدیق) اور طاغوت (یعنی فاروق) پر ایک دفعہ لعنت بھیجی اللہ اس کے لیے ستر لاکھ نیکیاں لکھتا ہے، ستر لاکھ گناہ اس کے دھو ڈالتا ہے، ستر لاکھ درجے اس کے بلند کرتا ہے۔ جس نے رات کو ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت بھیجی اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے، ہمارے آقا علی بن حسین نے کہا ہے: میں اپنے آقا ابوجعفر محمد باقر کے پاس گیا، میں نے کہا اے میرے آقا کیا آپ کو وہ حدیث سناؤں جو میں نے اپنے والد سے سنی ہے، آپ نے کہا، سناؤ اے ثمالی، میں نے یہ حدیث انہیں سنائی، آپ کہنے لگے: ہاں اے ثمالی! مزید سننا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں میرے آقا، اس پر آپ نے کہا جس نے ان دونوں پر ہر صبح ایک دفعہ لعنت بھیجی اس دن رات ہونے تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور جس نے رات کو ان دونوں پر ہر صبح ایک دفعہ لعنت بھیجی، صبح ہونے تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ کہتا ہے، پھر ابوجعفر چلے گئے اور میں اپنے آقا صادق کے پاس آ گیا، میں نے کہا: ایک حدیث سناؤں جو میں نے آپ کے والد اور دادا سے سنی ہے؟ آپ کہنے لگے حمزہ سناؤ! میں نے یہی حدیث انہیں بھی سنائی، آپ نے کہا، سچ ہے اے ابوحمزہ اور پھر آپ علیہ السلام نے کہا: اور ایک لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں پھر کہا بے شک اللہ بہت کرم کرنے والا ہے۔'' [1]

اسی پر بس نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں، چنانچہ کشی لکھتا ہے: ''ہم بنی ہاشم اپنے چھوٹوں بڑوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کو گالیاں بکیں اور ان سے اپنی براءت کا اعلان کریں۔'' [2]

اس کے بعد کوئی ایسی گالی نہیں جو ان بدبختوں نے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں کو نہ دی ہو۔

ان کا (مفسر) عیاشی اپنی تفسیر میں سورۂ براءت کی تفسیر کرتے ہوئے ابوحمزہ ثمالی کی

[1] "اجمع الفضائح" للملا کاظم، "ضیاء الصالحین" ص ۵۱۳.

[2] "رجال الکشی" ص ۱۸۰.

روایت نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا ہے: میں نے (امام سے) پوچھا: اللہ کے دشمن کون ہیں؟ آپ نے کہا چار بت ہیں، کہتا ہے میں نے کہا: کون کون سے؟ آپ نے کہا ابوالفصیل، رمع، نعثل اور معاویہ، اور جو بھی ان کے دین کا ماننے والا ہو۔ جس نے ان سے دشمنی کی اس نے خدا کے دشمنوں سے دشمنی کی۔ ❶

اس کے بعد حاشیہ نویس ان تین اصطلاحات کی تشریح کرتے ہوئے جزری سے یہ روایت نقل کرتا ہے کہ:

لوگ ابوبکر کو ابوالفصیل کی کنیت سے پکارا کرتے تھے، اس لیے کہ فصیل بھی ''بکر'' کے قریب ہی کی چیز ہے، بکر سے مراد جوان اونٹ اور فصیل کا مطلب ہے اونٹنی کا وہ بچہ جو حال ہی میں اپنی ماں سے الگ ہوا ہو۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ (یعنی ابوبکر) کچھ عرصہ تک فصیل جانوروں کو چراتا رہا اس لیے لوگ اسے ابوالفصیل کہنے لگے، اور ماہرین لغت نے کہا ہے کہ ابوبکر بن ابی قحافہ عام الفیل میں تین سال کا تھا، اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ عزیٰ ایک بت کا نام ہے اور زمانۂ جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالفصیل تھی۔ جب اسلام لایا تو عبداللہ نام رکھا اور ابوبکر کنیت ہوگئی۔ لفظ ''رمع'' کی تفسیر یہ ہے کہ یہ دراصل عمر کا الٹا نام ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے غلام کی شہادت کو رد کیا وہ رمع تھا، سب سے پہلے جس نے مالِ میراث کا لالچ کیا وہ رمع تھا۔

نعثل ایک آدمی کا نام ہے جس کی داڑھی بہت لمبی تھی، جوہری نے کہا ہے: عثمان جب اس کے قریب ہوتا تھا تو اسی جیسا لگتا تھا۔'' ❷

دیکھیے ان بدبختوں کی طرف، ان میں ذرا شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہیں کہ ان بہترین و پاکیزہ ترین افراد کو بتوں سے ملا رہے ہیں۔

کاش کوئی ان سے پوچھے کہ اپنے پانچویں امام معصوم کا وہ قول کہاں رکھو گے جو آپ

---

❶ "تفسیر العیاشی" ج ۲ ص ۱۱٦ "بحارالانوار" للمجلسی ج ۷ ص ۳۷.

❷ "تفسیر العیاشی" ۲ ص ۱۱٦ مطبوعه طهران.

نے ایک سائل کے جواب میں اس وقت کہا جب اس نے آپ سے پوچھا، کیا ان دونوں حضرات نے آپ پر کوئی ظلم کیا ہے؟

آپ نے کہا: ''نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے تا کہ وہ پوری دنیا کو ڈرائے، ان دونوں نے ہم پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔''[1]

سوچیے کہ کیوں علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دی؟ اگر عثمان رضی اللہ عنہ کافر تھے۔ (نقلِ کفر کفر نباشد) تو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیں؟ بتایئے علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہلِ بیت نے کیوں اس قدر آپ کی تعریف کی ہے؟ کیوں علی رضی اللہ عنہ خود بھی اور اپنے بیٹوں کو بھی لے کر آپ کا دفاع کرتے رہے؟ ان میں سے ایک جو عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے زخمی ہوئے تھے، وہ قوم شیعہ کے نزدیک امامِ معصوم ہیں کہ نہیں؟ آخر اس بات کا ان کے پاس کیا جواب ہے؟

اگر عثمان رضی اللہ عنہ (العیاذ باللہ) کافر تھے تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے کو عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابان کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے کیوں منع نہیں کیا؟ کیوں آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کی بیٹی سکینہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید کے ساتھ شادی سے نہیں روکا؟ اس کے علاوہ بھی متعدد باہمی رشتے ہوئے۔ ذرا یہ بھی سوچیے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام عثمان کیوں رکھا؟

عیاشی اپنی عادت کے مطابق خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے خلاف بغض ونفرت کا اظہار کرنے سے باز نہیں آیا۔ بے اصل و بے بنیاد واقعات اور من گھڑت قصے تراشنا اس کا کام ہے، لکھتا ہے:

''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تو اختلاف جو نہیں ہونا چاہیے تھا شروع ہو گیا، عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن بھی نہیں کیا گیا تھا، جب علی علیہ السلام نے یہ صورتِ حال دیکھی اور دیکھا کہ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں تو آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں لوگ فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں، چنانچہ آپ نے اپنے آپ کو کتاب اللہ

[1] ''شرح نهج البلاغة'' لابنِ ابی الحدید.

میں مشغول کرلیا۔ آپ مصحف کے جمع کرنے میں لگ گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف آدمی بھیجا، کہ آؤ بیعت کرو، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ قرآن کو جمع نہ کرلوں، آدمی دوبارہ بھیجا گیا، پھر آپ نے کہا: میں فارغ ہونے سے پہلے نہیں نکلوں گا، تیسری دفعہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف اپنے چچا زاد بھائی کو بھیجا جسے قنفذ کہا جاتا تھا، اب فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس آدمی اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہوگئیں۔ اس نے آپ (یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو مارا، پھر قنفذ چلا گیا، علی رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ نہیں گئے۔ اب اسے ڈر ہوا کہ کہیں علی لوگوں کو نہ جمع کرلیں۔ اس نے حکم دیا کہ علی کے گھر کے قریب لکڑیاں ڈھیر کردو۔ پھر عمر نے آگ لگائی، وہ چاہتا تھا کہ علی اور اس کا گھر، فاطمہ، حسن اور حسین صلوٰت اللہ علیہم کو جلا ڈالے۔ جب علی نے دیکھا تو مجبوراً گھر سے نکلے اور بیعت کی۔'' [1]

شجاعتِ علی رضی اللہ عنہ

یہ واقعہ وہ اس شجاعت کا بیان کر رہے ہیں جو کہتا ہے: اللہ کی قسم اگر دشمن سے پوری زمین بھی بھر چکی ہو، اور میں اکیلا ان سے ٹکرا جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ اور خوف نہیں ہوگا۔ [2]

انہی کے بارے میں یہ خود بیان کرتے ہیں کہ ابو وائلہ نے کہا: میں فلاں آدمی کے ساتھ چل رہا تھا......یعنی عمر کے ساتھ، مجلسی نے حیات القلوب میں صراحت کے ساتھ عمر لکھا ہے......اچانک میں نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی، میں نے اس سے کہا، ذرا رکو، کیا بات ہے؟ اس نے کہا: تیرا ستیاناس! کیا تم نے دانتوں سے کاٹ کھانے والے شیر ببر کو نہیں دیکھا جو گائے اور بھیڑ بکریوں پر پل پڑتا ہے۔ باغی و سرکش پر غلبہ پانے والا، دو تلواروں اور پرچم والا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب تھے، میں نے اس سے کہا، ہاں فلاں وہ تو علی

---

[1] "تفسير العياشي" ج ٢ ص ٣٠٧، ٣٠٨ "البحار" ج ٨ ص ٤٧.

[2] "نهج البلاغة" ص ٤٥٢ تحقيق صبحي.

بن ابی طالب ہیں، وہ کہنے لگا میرے قریب آؤ میں تمہیں اس کی شجاعت و جرأت کی بات سناؤں، احد کے روز ہم نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم نہیں بھاگیں گے۔ جو ہم میں سے بھاگا وہ گمراہ ہوگا جو ہم میں سے مارا گیا وہ شہید اور نبی کا ساتھی ہوگا۔ اچانک ہم پر ایک سو بہادروں نے حملہ کردیا، ہر بہادر کے زیرِ کمان ایک سو یا اس سے زیادہ افراد تھے۔ ہماری صفیں تتر بتر ہوگئیں۔ اس وقت میں نے علی کو دیکھا کہ ایک شیر کی طرح کھڑے ہیں۔ پھر کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور ہمارے چہروں پر مار کر کہا: چہرے سیاہ ہو جائیں، بگڑ جائیں، کٹ جائیں، چر جائیں، کہاں بھاگ رہے ہو؟ دوزخ کی طرف؟ ہم نہیں پلٹے، علی نے دوبارہ یہی کہا، ان کے ہاتھ میں ایک چوڑی تلوار تھی جس سے موت ٹپک رہی تھی۔ کہا کہ تم نے بیعت کر کے توڑ دی، بخدا تمہیں مرنے والوں میں سب سے پہلے مرنا چاہیے تھا۔ میں نے ان کی آنکھوں کی طرف دیکھا، گویا زیتون کے تیل کی دو بھٹیوں میں آگ بھڑک رہی ہے، یا خون سے لبریز دو پیالے ہیں، میرا خیال ہے ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو پلٹ نہ آیا ہو۔ اپنے ساتھیوں میں سے سب سے پہلے میں ان کے پاس پہنچا، میں نے کہا: اے ابوالحسن! اللہ اللہ! عرب تو اکھڑ گئے اور بھاگ رہے تھے، بھاگتی ہوئی چیزیں ہوشیاری و مہارت سے کام نہیں آئیں گویا کہ آپ (علی علیہ السلام) کو شرم آرہی تھی۔ آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا، میرے دل کا خوف ابھی تک نہیں تھم سکا، بخدا ابھی تک میرے دل سے رعب نہیں نکل سکا۔“ [1]

شجاعت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حضرات بے شمار قصے بیان کرتے ہیں، ان میں سے ایک اور قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں، جسے قطب راوندی نے بیان کیا ہے:

”علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے شیعہ کا ذکر (غلط انداز میں) کیا ہے۔ وہ آپ کو اچانک کسی باغ کے راستے میں مل گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کمان تھی، آپ نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے میرے گروہ کا ذکر

[1] ”تفسیر القمی“ ج ۱ ص ۱۱۴۔۱۱۵۔

(غلط انداز میں) کیا ہے اور کہا: میں تمہاری پسلی میں چار ضربیں لگاؤں گا، آپ نے کہا: تم نے ہمیں بُرا کہا، پھر کمان کو زمین پر مارا، اچانک وہ اونٹ جتنا بڑا سانپ بن گئی (علی نے) اسے قابو کیا اور عمر کی طرف بڑھایا تا کہ وہ اسے نگل لے، عمر چیخنے لگا، اللہ اللہ اے ابوالحسن! میں اس کے بعد کبھی ایسی بات نہیں کروں گا، آپ کی منت سماجت اور آہ وزاری کرنے لگا۔ (علی نے) سانپ پر ہاتھ مارا، پھر وہ کمان بن گئی جیسی کہ پہلے تھی۔ عمر دہشت زدہ اپنے گھر چلا گیا۔'' [1]

اسی طرح انتہائی بدزبان و بدگو اور خبیث شیعہ سلیم بن قیس نے ذکر کیا ہے کہ علی عمر کو یہ کہہ کر ڈرایا اور دھمکایا کرتے تھے۔ ''خدا کی قسم اے ابن ضحاک اگر میں اس سے تیر چلاؤں تو تمہارا داہنا ہاتھ توڑ دوں، اگر میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچ لی تو تمہاری جان لیے بغیر اسے نیام میں نہیں ڈالوں گا، پھر اُسے درست کیا، عمر دب گیا اور خاموش ہوگیا، جان گیا تھا کہ علی جب قسم کھاتے ہیں تو پوری کرتے ہیں۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر کیا تو وہ نہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مار ڈالنے) کا ارادہ کیا تھا، میری طرف (کسی کو) بھیجا۔ میں اپنی تلوار گردن میں لٹکائے آیا۔ پھر میں تیری طرف بڑھا تا کہ تجھے مار ڈالوں تو اللہ نے یہ آیت نازل کردی ﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾ ''یعنی جلد بازی سے کام نہ لیں ہم ان کا انتظام کر رہے ہیں۔'' ابنِ عباس نے کہا ہے: پھر وہ آپس میں صلاح مشورے کرتے اور کہتے تھے: جب تک یہ آدمی (یعنی علی) زندہ ہے اس وقت تک ہمارا معاملہ درست نہیں ہوگا، ابوبکر کہنے لگا: کون ہم میں سے اسے قتل کرے گا؟ عمر نے کہا خالد بن ولید دونوں نے اسے (علی) کی طرف بھیجا، دونوں نے کہا، اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا بار ہم نے تم پر ڈال دیا ہے؟ وہ کہنے لگا تم دونوں جو چاہے میرے ذمہ لگا دو، خدا کی قسم اگر تم دونوں مجھے علی بن ابی طالب کے قتل پر بھی مامور کردو گے تو میں یہ بھی کر گزروں گا، وہ دونوں کہنے لگے: یہی تو ہم چاہتے ہیں، اس نے کہا، میں اس کے لیے تیار ہوں، ابوبکر نے کہا: جب

[1] ''کتاب الخرائج و الجرائح از راوندی'' ص ۲۰، ۲۱ مطبوعہ بمبئی۔

ہم فجر کی نماز میں کھڑے ہوں تو تم تلوار اپنے ساتھ لے کر اس کے پہلو میں کھڑے ہو جانا اور سلام پھیرتے ہی اس کی گردن مار دینا، اس نے کہا: اچھا! اس فیصلے پر وہ علیحدہ ہو گئے، پھر ابوبکر نے سوچا کہ میں نے جو علی کے قتل کا حکم دیا ہے، اگر یہ کام ہو گیا تو شدید جنگ چھڑ جائے گی اور بہت بڑی مصیبت آ پڑے گی، اپنے کام پر نادم ہوا۔ ساری رات سو نہ سکا، صبح جب مسجد آیا تو جماعت کا وقت ہو چکا تھا، آگے بڑھا، لوگوں کو نماز پڑھائی، سوچ رہا تھا اور سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کہے، خالد بن ولید تلوار گردن میں لٹکائے آگے بڑھا، علی کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔ علی معاملہ بھانپ گئے، جب ابوبکر تشہد پڑھ چکا تو سلام پھیرنے سے پہلے ہی چیخ اٹھا کہ اے خالد! وہ کام ہرگز نہ کرنا جس کا میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اگر تو نے کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، اس کے بعد دائیں اور پھر بائیں جانب سلام پھیرا۔ یکا یک علی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے، خالد کا گریبان پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی، اسے گرا کر اسی کے سینے پر چڑھ بیٹھے، اس کی تلوار پکڑ لی اور اسے مار ڈالی۔ مسجد میں موجود لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے تا کہ خالد کو بچائیں لیکن آپ پر قابو نہ پا سکے، اس پر عباس نے کہا، انہیں قبر کی قسم دو، لوگوں نے آپ کو قبر کا واسطہ دیا تب آپ نے اُسے چھوڑا۔ اٹھے اور گھر چلے گئے۔"[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں، آپ اس قدر قوت کے مالک تھے کہ "ایک دفعہ علی نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو زمین پر زلزلہ آ گیا۔"[2]

اور ایک دن زمین میں زلزلہ آ گیا تو آپ نے اپنا پاؤں مارا، زلزلہ رُک گیا، صافی کا یہ جھوٹ ملاحظہ کیجیے:

"فاطمہ علیہا السلام بیان کرتی ہیں کہ ابوبکر کے عہد میں ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ زلزلہ آ رہا ہے۔ لوگ خوفزدہ ہو کر ابوبکر اور عمر کے پاس پہنچے، دیکھا تو وہ دونوں بھی خوف زدہ ہو کر علی علیہ السلام کی طرف نکل چکے تھے۔ لوگ بھی ان کے پیچھے پیچھے

---

[1] کتاب سلیم بن قیس العامری ص ۲۵۶، ۲۵۷.

[2] "تفسیر البرهان" مقدمه ص ۷۴.

چلتے گئے، حتیٰ کہ سب علی علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ گئے، آپ باہر نکلے، لوگ جس خوف میں مبتلا تھے آپ اس سے بے فکر و مطمئن تھے۔ آپ چلے، لوگ بھی آپ کے پیچھے چلنے لگے، بالآخر سب ایک ٹیلے کے قریب پہنچ گئے، آپ اس پر چڑھ گئے۔ سب لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ لوگ مدینہ کے لرزتے باغوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ علی نے ان سے کہا: جو کچھ تم دیکھ رہے ہو گویا تمہیں مار ہی ڈالے گا؟ وہ کہنے لگے: ہم پر کیوں خوف اور ہول طاری نہ ہو کہ ہم نے ایسی چیز کبھی دیکھی ہی نہیں۔ آپ نے اپنے ہونٹ ہلائے اور اپنا مبارک ہاتھ مارا، پھر کہا، مالک؟ (تجھے کیا ہوا) تھم جا! تو وہ خدا کے حکم سے تھم گئی۔ اس پر انہیں اس سے بھی زیادہ تعجب ہوا، جو انہیں اس وقت ہوا تھا، جب وہ آپ کی طرف (بے فکری کے عالم میں) نکلے تھے۔ آپ نے ان سے کہا: تمہیں میرے اس کام پر تعجب ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے، ہاں! آپ نے کہا میں وہ آدمی ہوں جس کے متعلق اللہ نے کہا ہے:

﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا o وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا o وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا o﴾

''یعنی انسان اس (زمین) کو کہے گا کہ اسے کیا ہوگیا ہے اس دن جس دن یہ سب باتیں بتا دے گی۔'' میں ہی وہ انسان ہوں جو اسے کہتا ہے کہ ''تجھے کیا ہوگیا ہے'' تو یہ مجھے (سب کچھ) بتاتی ہے۔'' [1]

ایک اور بات سنیے کہ آپ نے اپنی زبردست قوت سے شیطان کو پچھاڑ دیا، اس قصے کو ابن بابویہ قمی نے عیون اخبار الرضا میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح کے اور بھی بے شمار قصے کہانیاں ہیں۔

اب جب ہم نے یہ قصے شروع کر ہی دیے ہیں تو ایک عجیب و غریب اور جھوٹا قصہ اور

---

[1] ''الصافی'' ص ۵۷۱.

سن لیجیے اس میں ہم اپنی اس بحث کو ختم کر دیں گے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح اس قوم نے جھوٹے قصے کہانیاں گھڑ رکھی ہیں اور انہی قصوں کی کمزور بنیادوں پر اپنے مذہب و عقائد کی عمارت کو استوار کر رکھا ہے۔ یہ قصہ ہم سید نعمت اللہ جزائری کی "کتاب انوار النعمانیہ" سے نقل کر رہے ہیں۔ سنیے اور سر دھنیے!

برسی اپنی کتاب میں فتح خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے: (خیبر کی) فتح علی رضی اللہ عنہ ہی کے زورِ بازو کا نتیجہ تھی، مرحب کے قتل کے بعد جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس خوشی کی مبارکباد دینے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس خوشخبری کی کیفیت پوچھی، جبریل علیہ السلام نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جب علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو مارنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اللہ سبحانہ، نے اسرافیل اور میکائیل کو حکم دیا کہ آپ کے بازو کو ہوا میں روک لیں تاکہ آپ کی ضرب پوری قوت سے نہ پڑ سکے، اس کے باوجود آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اس کے ساتھ اس کے اوپر جتنا لوہا تھا وہ بھی، اسی طرح اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی آپ کی تلوار زمین کے طبقات تک پہنچ گئی، مجھ سے اللہ سبحانہ، نے کہا: اے جبریل علیہ السلام جلدی کر زمین کے پاتال میں پہنچ جا اور علی کی تلوار کو زمین کے بیل تک پہنچنے سے روک لے تاکہ زمین نہ الٹ جائے۔ میں گیا اور میں نے اسے (اپنے پروں پر) روک لیا۔ اس کا بوجھ میرے پروں پر قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں سے بھی زیادہ تھا، حالانکہ وہ سات بستیاں تھیں اور اس کا قلعہ ساتویں زمین پر تھا۔ اس کی بلندی میرے پروں سے بھی اونچی آسمان کے قریب تک تھی۔ میں صبح تک اسے اٹھائے حکم کا منتظر تھا کہ کب مجھے حکم ملے اور میں انہیں الٹ دوں۔ ان کا بوجھ بھی علی کی تلوار کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تو نے کیوں انہیں اٹھاتے ہی الٹ نہ دیا؟ وہ کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ایک بوڑھا کافر تھا جو اپنی گدی کے بل سو رہا تھا، اس کے بالوں کی سفیدی کا رخ آسمان کی طرف تھا۔ خدا کو حیا آئی کہ اسے عذاب دیں۔ سحر کے قریب جب اس بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا نے مجھے عذاب دینے کا حکم دیا۔ اور اس دن جب قلعہ فتح ہوا اور ان کی عورتیں گرفتار ہوئیں

ان میں قلعہ کے بادشاہ کی بیٹی (قلعہ کے سردار کی بیٹی) صفیہ بھی تھیں۔ وہ نبی ﷺ پاس آئیں۔ان کے چہرے پر زخم کا نشان تھا۔ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: جب علی قلعہ میں آئے اور دیکھا کہ کام دشوار ہے، آپ نے اس کے برجوں میں سے ایک برج کو پکڑا اور اسے ہلانا شروع کیا، پورا قلعہ لرزنے لگا، ہر اونچی چیز جو اس میں تھی گرنے لگی، میں اپنے بستر پر بیٹھی تھی کہ اس سے نیچے گر گئی، بستر مجھے لگ گیا، نبی ﷺ نے آپ سے کہا: اے صفیہ! جب علی رضی اللہ عنہ نے غضبناک ہو کر قلعہ کو جھنجوڑنا شروع کیا تھا، علی کے غضب کی وجہ سے خدا کو بھی غضب آ گیا۔ سارے آسمان لرز اٹھے، فرشتے خوف کے مارے اپنے چہروں کے بل گر گئے، آپ کو خدائی شجاعت ہی کافی ہے۔ خیبر کے دروازے کو رات کے وقت چالیس آدمی مل کر بند کیا کرتے تھے، جب علی رضی اللہ عنہ نے خیبر پر حملہ کیا تو لڑتے لڑتے آپ کی ڈھال ٹوٹ گئی اور دور جا گری۔ آپ نے دروازے کو اکھاڑ کر ہاتھ میں ڈھال کی جگہ لے لیا اور لڑتے رہے۔ وہ آپ کے ہاتھ ہی میں تھا کہ اللہ نے فتح عطا کر دی۔'' ❶

ایک طرف زور و قوت کا یہ عالم اور دوسری طرف وہ روایت بھی سن لیجیے جو مشہور شیعہ مورخ یعقوبی نے لکھی ہے ''ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے گھر میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہیں۔ یہ ان لوگوں کے پاس آئے اور گھر پر حملہ کر دیا۔ علی تلوار لے کر نکلے، عمر آپ کو ملا۔ عمر نے آپ کو پچھاڑ دیا، آپ گر گئے، آپ کی تلوار توڑ دی اور گھر میں داخل ہو گئے، فاطمہ نکل کر کہنے لگیں: خدا کی قسم یا تم نکل جاؤ یا میں اپنا سر ننگا کر کے خدا سے فریاد کروں گی! چنانچہ یہ نکل گئے اور جو بھی گھر میں تھا، نکل گیا۔ کچھ دن لوگ رکے رہے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے بیعت کرنے لگ گئے۔'' ❷

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کون سچا ہے؟ نعمت اللہ جزائری، سلیم بن قیس ❸ عامری،

❶ "الانوار النعمانية" لنعمت الله جزائرى ج ١ ص ٥٥. ❷ "تاريخ اليعقوبى" ج ٢ ص ١٢٦.

❸ یہ سلیم بن قیس عامری ہلالی کوفی ہے۔ ۹۰ھ کے قریب فوت ہوا۔ کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں تھا۔ خوانساری لکھتا ہے: ''امیر المومنین علیہ السلام کا ساتھی اور اس مشہور کتاب کا مصنف ہے جس سے ''بحار'' ⇐

قطب راوندی، قمی، مجلسی، عیاشی یا یعقوبی؟؟؟

کیا معلوم یہ سب کے سب جھوٹے ہوں جو من گھڑت اور ناپیش آمدہ واقعات بیان کر رہے ہیں۔ جنہیں یہ بھی خبر نہیں کہ اہلِ بیت ایسے نہیں تھے اور اُن کی طرف منسوب کردہ باتیں سراسر جھوٹ ہیں۔ اگر وہ ایسے ہوتے یا یہ کچھ انہوں نے کہا ہوتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیوں کہتے کہ آپ صدیق ہیں، عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کیوں کہتے کہ آپ کی ذات بابرکت اور سیرت پسندیدہ ہے۔ پھر وہ ان کے ناموں پر ہرگز اپنے بیٹوں کے نام نہ رکھتے، ان سے رشتہ داریاں اور لین دین کے معاملات کبھی نہ کرتے، موت کے بعد ان کی مدح وثنا ہرگز نہ کرتے۔ ان تمام روایات کو بیان کرنے کے بعد ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں، خدایا! اہل بیت اپنے اعمال و افعال میں سچے ہیں۔ اپنے اقوال و احوال میں صحیح رستے پر چلنے والے ہیں۔ یہ شیعہ ہی ہیں جو ان پر جھوٹ کے طومار باندھ رہے ہیں، ان کے اعتقادات کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کے پیاروں، رشتہ داروں، دامادوں، امیروں اور ان حکام کے خلاف دشمنی رکھتے ہیں، جو پورے خلوص کے ساتھ ان حضرات کی اطاعت، خیر خواہی کرتے اور مشورے دیتے رہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں پوری تفصیل کے ساتھ یہ سب کچھ بیان کر آئے ہیں۔

کیا اس قدر دلیر و جری اور شجاع و بہادر آدمی کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے کہ اسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام مجبوراً ان کے ناموں پر رکھے ہوں؟ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا آپ کے تمام اہلِ بیت کو بھی مجبوری تھی؟

بات واضح ہے کہ قومِ شیعہ محبت اہل بیت کی آڑ میں درحقیقت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

⇦⇦ وغیرہ میں چیزیں نقل کی گئی ہیں۔ اہلِ بیت علیہم السلام کے پرانے علماء میں سے ہے۔ اس نے پانچ معصوم اماموں کا زمانہ پایا۔ ان میں امیر المومنین حسن اور حسین، زین العابدین اور باقر ہیں۔'' (روضات الجنات ج ٤ ص ٦٦)
قمی کہتا ہے: ''اس کی مشہور کتاب ان بنیادی اور اصول کی کتابوں میں سے ایک ہے جن سے اہلِ بیت کے راویوں نے احادیث نقل کی ہیں۔ اس کی کتاب ہی محدثین کے درمیان سب سے پہلے معرضِ وجود میں آئی۔ شیخ کلینی اور صدوق وغیرہ دوسرے قدیم علماء نے اس کی کتاب پر اعتماد کیا ہے۔'' (الکنی والالقاب ج ٣ ص ٤٤٨)

کی مخالفت کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کے پسندیدہ اور برگزیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے بارے میں میری جان اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''قابلِ رشک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔''[1]

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ قوم رسول اللہ ﷺ کے عزیزوں اور آپ ﷺ کے دامادوں کی کس قدر مخالف و دشمن ہے۔

عیاشی، ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتا ہے کہ یہ آیت:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾

''اے مومنو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو۔''

عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2]

قمی بھی لعن طعن اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر و فاسق کہنے میں کسی طرح عیاشی سے کم نہیں، چنانچہ اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے جن و انس کے شیطانوں میں سے ایک دشمن مقرر کر دیا ہے، ان میں سے بعض بعض کی طرف دھوکے سے مزین بات وحی کرتے ہیں۔''

خدا نے جو نبی بھی بھیجا ہے، اس کی امت میں سے دو شیطان بھی پیدا کیے ہیں جو اسے تکلیف پہنچاتے رہے ہیں۔ محمد ﷺ کے وہ دو شیطان جبتر اور زریق ہیں۔[3]

---

[1] "كتاب الخصال" ابن بابويه قمي، ج ٢ ص ٣٤٢.

[2] "تفسير العياشي" ج ١ ص ١٤٧ "البحار" ج ٨ ص ٢١٧.

[3] "تفسير العياشي" ج ١ ص ١٤٧ "البحار" ج ٨ ص ٢١٧.

ہم نے اپنی کتاب "الشیعة والسنة" میں اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔

بحرانی بھی دونوں کے نقشِ قدم پر چلتا ہے: ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ "دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے" کے تحت لکھتا ہے، اور دراصل جلتا ہے کہ کیوں صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ سے مدینہ کے سفر میں نبی ﷺ کی معیت نصیب ہوئی۔ کیوں اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے وقت آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رب کے حکم سے اپنی مصاحبت کے لیے چنا، اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا؟ لکھتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو آپ ان کے بستر پر سو رہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ڈر تھا کہ یہ انہیں (کفارِ مکہ کو) آپ ﷺ کے سفر کے بارے میں بتا دے گا۔ اس لیے آپ اسے اپنے ساتھ غار میں لے گئے۔ ❶

ابوجعفر کی طرف یہ جھوٹا قول منسوب کرتا ہے کہ آپ نے کہا ہے "رسول اللہ ﷺ غار میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اطمینان رکھو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" اس کے بعد کہتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہوں تو تمہیں اپنے انصار صحابہ اپنی مجلسوں میں بیٹھے باتیں کرتے ہوئے دکھا دوں، جعفر اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں تیرتا ہوا دکھا دوں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا جس سے آپ کو نظر آنے لگا کہ انصار اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہیں، آپ نے جعفر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غوطے لگاتے دیکھ لیا، اس وقت اس کے دل میں خیال آیا کہ آپ جادوگر ہیں۔" ❷

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ مجوسیت کی بڑھکتی آگ کو بجھا دینے والے، کسریٰ کی عظمت و شوکت کے بت توڑ دینے والے، یہودیت کی عزت و برتری مٹا دینے والے، حبیب ﷺ رب کے محبوب، اس کے دشمنوں کے مبغوض، جو آپ ﷺ کی اُمت کے دشمنوں اور یہود و مجوس کی اولاد کی آنکھوں میں بری طرح کھٹکتے رہے۔ وہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بارے

---

❶ "البرهان" ج ٢ ص ١٢٧۔

❷ ایضاً ص ١٢٥ "الروضة من الكافي" ج ٨ ص ٢٦٢.

میں بحرانی ان آیات کے تحت لکھتا ہے: ''وکان الشیطان للانسان خذولا '' (اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے) شیطان سے مراد دوسرا خلیفہ ہے ''یٰویلتٰی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا '' (اے کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا) یعنی دوسرے (خلیفہ یعنی عمر) کو ''لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاء نی '' (تحقیق اس نے مجھے ذکر سے گمراہ کردیا) ''اس کے بعد وہ میرے پاس پہنچا'' سے مراد ولایت ہے۔'' ❶

ایک جگہ انتہائی بیہودہ گوئی کرتے اور واہیات بکتے ہوئے کہتا ہے: ''ابلیس کا معنیٰ مبلسین نہیں۔ لفظِ ''شیطان'' میں اس کی تشریح آئے گی کہ اس سے مراد کچھ اور ہے۔ اس کے معنیٰ ابلیس کے بھی کیے جاتے ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ اصبغ بن نباتہ کی ایک حدیث میں ہے کہ علی علیہ السلام نے (شیطان) کو صحرا میں نکالا اور آپ کے پاس کافی لوگ موجود تھے جن میں حذیفہ بن یمان بھی ہے۔ آپ نے علی علیہ السلام کا ایک معجزہ بیان کیا ہے: کہتے ہیں، علی علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب کے فرشتو! ابھی اسی وقت سب ابلیسوں کے ابلیس اور سب فرعونوں کے فرعون کو میرے پاس لاؤ، پس خدا کی قسم پلک جھپکنے سے پہلے وہ اسے آپ کے پاس لے آئے۔ جب اسے آپ کے سامنے کھینچا تو وہ کھڑا ہوگیا اور کہا: تباہی اس کی جس نے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کیا۔ تباہی اس کی جس نے ان پر جرأت کی، پھر کہا: میرے آقا مجھ پر رحم کیجیے، میں اس عذاب کو برداشت نہیں کرسکتا۔ علی علیہ السلام نے کہا: اے غلیظ، ناپاک، خبیث، پلید، شیطان، خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے معاف کرے۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اس سے پوچھو یہ تمہیں بتائے گا کہ یہ کون ہے؟ ہم نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں سب ابلیسوں کا ابلیس اور اس امت کا فرعون ہوں، میں ہی ہوں جس نے اپنے آقا و مولیٰ امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین کا انکار کیا تھا۔ اس کی نشانیوں اور معجزات کا انکار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد دوسرا ہی (خلیفہ) ہے۔ کیونکہ وہی تمام مفسدین کا سردار تھا اور وہی ہے جسے قرآن میں پہلا شیطان کہا گیا ہے۔'' ❷

❶ ایضاً ج ۳ ص ۱٦٦.   ❷ "البرهان" مقدمه ص ۹۸.

اسلام اور مسلمانوں کے عظیم محسن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو کہا تو نے اپنے اسلام کو تباہ کرلیا ہے، پس چلا جا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ (وہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے)۔ ❶

سب کے ساتھ اپنی نفرت وبغض کا اظہار کرتے ہوئے اس آیت کے تحت لکھتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو اپنے آپ کو پاکیزہ بتلاتے ہیں) سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو صدیق، فاروق اور ذوالنورین کہتے ہیں۔'' [٤٩] ❷

گویا ایک طرح کا فیصلہ صادر کرتا ہوا کہتا ہے: ﴿مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ﴾ (جن کے نامۂ اعمال بھاری ہوں گے) سے مراد علی اور ان کا گروہ ہے۔ اور ''من خفت موازینہ'' (جن کے نامۂ اعمال ہلکے ہوں گے) سے مراد خلفاء ثلاثہ (تین خلفاء راشدین) اور ان کے پیرو ہیں۔'' ❸

ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہا کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آیت ﴿ان الذين جاء وا بالافك﴾ (وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا) عائشہ، حفصہ، ابوبکر اور عمر کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی، جب انہوں نے ماریہ قبطیہ اور جریج پر تہمت لگائی تھی۔ ❹

ان کا چوتھا مفسر کا شانی بھی خباثت وضلالت میں اپنے دوسرے قومی بھائیوں سے کسی

---

❶ "البرهان" ج ٤ ص ٢.

❷ حسد، کینہ اور جہالت نے ان کو اس قدر اندھا کردیا ہے کہ اتنا بھی نہ جان سکے کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنے آپ کو ان ناموں سے نہیں پکارا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی روایت ہی موجود ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت نے آپ رضی اللہ عنہ کو ان ناموں سے پکارا اور یہ لقب دیے ہیں۔ یہ لعنت گر اتنا بھی نہیں جانتا کہ خود ان کی اپنی روایات میں خود علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ان ناموں سے پکارا ہے اور کہا ہے کہ "انا الصديق انا الفاروق ." (الاحتجاج للطبرسي ج ١ ص ٩٥)

❸ "مقدمه" ص ٣٣٣ . ❹ "البرهان" جلد ٣ ص ١٢٧ .

طرح پیچھے نہیں۔ اس آیت کے تحت لکھتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا﴾ "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے" پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے (یعنی معاویہ) عبدالرحمٰن اور طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" ❶

اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے: ﴿وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ﴾ (انہوں نے کفریہ بات کہی اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے) جب رسول اللہ ﷺ نے علی کو غدیر خم کے دن کھڑا کیا تو آپ کے بالمقابل سات منافق تھے۔ ان کے نام ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ، سالم، ابوحذیفہ کا غلام، اور مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کیا تم اس کی آنکھوں کی طرف نہیں دیکھتے جیسے دیوانے کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے کہا ہے!

اس کفر و خرافات کو نقل کرنے پر ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں معاف کرنا۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔" ❷

ان کا پانچواں بدزبان جو اپنے آپ کو مفسر کہتا ہے، عروسی، حویزی، اس آیت کے تحت لکھتا ہے ﴿لها سبعة ابواب﴾ اس کے سات دروازے ہیں پہلا دروازہ ظالم کے لیے اور وہ زریق ہے۔ دوسرا دروازہ حبتر کے لیے، تیسرا دروازہ تیسرے کے لیے، چوتھا معاویہ کے لیے، پانچواں عبدالملک کے لیے، چھٹا عسکر بن ہوسر کے لیے، ساتواں ابوسلامہ کے لیے، جو جس کی پیروی کرے گا اس کا بھی وہی دروازہ۔ ❸

ان ناموں کی تشریح کرتے ہوئے ملعون حاشیہ نویس لکھتا ہے: "مجلسی نے کہا ہے

---

❶ "تفسير صافی" للكاشانی ص ١٣٦ مطبوعہ ایران بڑے سائز میں۔

❷ "الصافی" ص ٢٣٦ بڑے سائز میں اور ص ٧١٥ ج ١ چھوٹے سائز میں۔

❸ "نور الثقلين" ج ٣ ص ١٨.

زریق پہلے کو کنایتاً کہا جاتا ہے کیونکہ عرب زرقۃ العین (نیلی آنکھوں والا) کے لفظوں سے گالی دیا کرتے تھے۔ جبتر لومڑ کو کہتے ہیں۔ اس کے مکر وحیلہ کی وجہ سے اس کو اس کنیت سے پکارا جانے لگا، اس کے علاوہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس بھی آیا ہے، وہ زیادہ ٹھیک اور مناسب ہے کہ پہلے کو جبتر کہا جائے، ممکن ہے یہاں پر وہ بھی مراد ہو، دوسرے کو مقدم اس لیے لائے کہ وہ زیادہ شقی، سنگ دل اور درشت خُو تھا، عسکر بن ہوسر بنوامیہ یا بنوعباس کے بعض خلفاء کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح ابوسلامہ کنایہ ہے، ابوجعفر سے۔ ممکن ہے کہ عسکر سے عائشہ اور دوسرے سارے اہل جمل مراد ہوں کیونکہ عائشہ کی اونٹنی کا نام عسکر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ شیطان تھا۔'' ❶

ان آیات ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا.... اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''جن کو اللہ کے سوا یہ پکارتے ہیں، کچھ نہیں پیدا کرسکتے۔ مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے'' کے تحت لکھتا ہے:

''وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' اول، ثانی اور ثالث ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی تکذیب کی کہ ''علی کی پیروی اور اس کا اتباع کرو'' انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی اور ان کی پیروی نہ کی۔ لوگوں کو اپنی ولایت کی دعوت دی۔ یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا ''والذین یدعون من دون اللّٰہ'' ...... ''اموات غیر احیاء'' کا مطلب ہے کافر ہیں، مومن نہیں ''وھم مستکبرون'' یعنی علی کی ولایت سے تکبر کرنے والے ہیں۔'' ❷

شیعہ محدثین اور فقہاء

یہ ہیں قوم شیعہ کے مفسر، بدزبان و بیہودہ گو۔ محمد ﷺ کے صحابہ، اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی سب سے بہترین افراد کو کافر قرار دینے والے، ان خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو جو نبی ﷺ کے بعد مرکزِ ہدایت ہیں۔ اسی طرح ان کی تفسیر کی کتابیں ہیں۔ ان کا سارا تفسیری

❶ ''نور الثقلین'' ج ۳ ص ۱۸ مطبوعہ قم، ایران. ❷ ایضاً نور الثقلین ج ۳ ص ٤٧.

سرمایہ گالی گلوچ، لعن طعن، اور بہتان طرازی و تہمت تراشی پر مبنی ہے۔ اور ذرا سوچیے کہ یہ سب کن پر؟ ان پر جن کی طہارت و پاکیزگی کی گواہی خود ربِ کائنات نے دی ہے۔ جنہیں خود اللہ نے کامیابی و کامرانی اور اپنی رضاء و جنت کی خوشخبری دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی، دوست، شاگرد اور مرید جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، ان کی بیعت کی، ان کی تائید و نصرت کی، ان کے ساتھ ہجرت کی، ان کی خاطر اپنے اقارب، خاندان، اولاد، مال، وطن، ملک سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس نور کا اتباع کیا جو آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ ان کے جھنڈے تلے جہاد کیا، ان کے اشارہ پر ہر گراں، اور ہر دلعزیز چیز کو قربان کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد ان کے جھنڈے کو بلند رکھا، اسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرایا، سمندروں کے پار تک پہنچایا، یہ کون تھے؟ یہ صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ جن کے صحیح قدر دان اہلِ بیت تھے، اہل بیت ان کی عزت اور اکرام کیا کرتے، ان کی زندگیوں اور موت کے بعد بھی ان کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے۔ جن کے حضور اپنے دل و جگر کے نذرانے پیش کیا کرتے، ان کی ہدایات و طریقے ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہتے۔ انہی کی ڈگر پر چلتے اور انہی کے مسلک کے پیرو تھے۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے، جو ان کی محبت و اتباع کا دھوکہ دیتے ہیں، سراسر ان کے مخالف و برعکس ہیں۔ کھلم کھلا اور واضح مخالفت! ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجیے، شروع سے آخر تک بدزبانی و بیہودہ گوئی پر مشتمل ہوگی۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں ہم نے آپ کو دکھایا کہ ان کے مفسرین نے کیا لکھا ہے؟ جو کچھ لکھا ہے، علمِ تفسیر کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی مفسرین ان جیسے ہوتے ہیں۔

اب ذرا ان کے محدثین اور فقہاء کو دیکھیے کہ وہ بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلے ہیں۔ ان کی بھی کوئی کتاب اس قسم کی بیہودہ گوئی سے خالی نہیں۔ اہلِ بیت نبی ﷺ کے سرتاسر مخالف، رسول ﷺ کے پیاروں سے بغض رکھنے والے، انہیں آپ ﷺ کے عزیزوں، دامادوں اور امہات رضی اللہ عنہا المومنین سے حد درجہ نفرت ہے۔

آیئے ایک سرسری نظر ان کے محدثین اور فقہاء پر بھی ڈالتے چلیں، ان کا سب سے بڑا محدث کلینی اپنا عقیدہ اور دل کی بات بیان کرتا ہے، اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دراصل اس نے اپنے اندر کی بات کہہ ڈالی ہے: ﴿حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''پسندیدہ کر دیا تمہارے لیے ایمان اور خوشنما بنایا تمہارے دلوں میں'' یعنی امیر المومنین علی ﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ ''اور ناپسندیدہ بنا دیا تمہارے لیے کفر، فسق اور معصیت کو'' سے مراد پہلا دوسرا اور تیسرا ہے (یعنی خلفائے ثلاثہ)۔'' ❶

اس سے بھی زیادہ واشگاف الفاظ میں کہتا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے تیم، عدی اور بنی امیہ ❷ کو اپنے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت نازل کی: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى﴾ (جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا) پھر (شیطان) نے آپ سے کہا: اے محمد! مجھے حکم دیا گیا تھا تو میں نے اطاعت نہیں کی تھی۔ تو نہ ڈر، تجھے بھی اپنے وصی کے بارے میں حکم دیا گیا، تو نے بھی اطاعت نہیں کی۔ ❸

اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى﴾ (وہ لوگ جو مرتد ہو گئے الٹے قدموں اس کے بعد کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی) فلاں فلاں ہیں جو ایمان لا کر مرتد ہو گئے، امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت چھوڑنے کی وجہ سے) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ﴾ (یہ اس وجہ سے کہا کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو ناپسند کرتے ہیں اس چیز کو جو خدا نے نازل کی کہ تمہاری اتباع کریں گے بعض معاملات میں) کہتا ہے: خدا کی

---

❶ "الاصول من الكافی" جلد ۱ ص ۴۲۶.

❷ اس سے وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بنی تیم سے، فاروق رضی اللہ عنہ بنی عدی سے، اور ذوالنورین رضی اللہ عنہ بنی امیہ سے تھے۔ ان کی طرف اشارہ ہے۔

❸ "الاصول من الكافی" كتاب الحجة ج ۱ ص ۴۲۶ مطبوعه: طهران.

قسم یہ آیت جسے جبریل علیہ السلام لے کر محمد ﷺ کی طرف آئے، ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''❶

عبدالملک بن امین کی روایت بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ سے کہا مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں بتائیں؟ ان دونوں نے کتاب اللہ میں ہمارا حق چھینا، دونوں نے والد کی میراث سے فاطمہ صلوات اللہ علیہا کو محروم کیا اور آج تک ان دونوں کا ظلم جاری ہے۔ اور اپنے پیچھے اشارہ کرتے ہوئے کہا: (ونبذا کتاب اللّٰہ وراء ظھورھما) یعنی انہوں نے کتاب اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا۔ ❷

کمیت اسدی کی روایت بیان کی گئی ہے کہ ''اس نے کہا؟ میں نے کہا: مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں بتائیے؟ کہتا ہے آپ نے تکیہ پکڑا، اسے درمیان سے توڑا پھر کہا: خدا کی قسم اے کمیت! جس قدر خون بھی کسی پچھنا لگانے والی سینگی نے بہایا ہے، جو مال بھی ناجائز طور پر لیا گیا ہے اور جو پتھر بھی کسی پتھر سے ہٹا، سب کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔''❸

ایک اور جھوٹ بیان کرتا ہے کہ ''حبان بن سوید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، آپ نے کہا میں نے جعفر سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا اے ابوالفضل! ان دونوں کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھ، خدا کی قسم ہم میں سے جو بھی مرا ہے ان دونوں پر خاموش مرا ہے، ہر مرنے والے بڑے نے ہمارے چھوٹے کو یہی وصیت کی ہے کہ ان دونوں نے ہمارا حق دبایا، ہمارا مالِ غنیمت ہم سے روکا۔ اسلام میں سب سے پہلے وہ دو ہیں جو ہماری گردن پر سوار ہوگئے اور ہمیں چیر ڈالا، یہ ظلم اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک ہمارا اٹھنے والا نہیں اٹھتا اور ہمارا متکلم نہیں بولتا (یعنی بارھواں غائب امام ظاہر نہیں ہو جاتا)۔ ❹

کھلم کھلا کہتا ہے: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ بہت غمگین و اداس تھے۔ علی علیہ السلام نے آپ سے پوچھا: کیا بات ہے آپ کو غمگین و اداس دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے کہا: میں (غمگین و

❶ ''کتاب الحجۃ من الکافی'' ج ۱ ص ۴۲۰۔
❷ ''کتاب الروضۃ من الکافی'' ج ۸ ص ۱۰۲۔
❸ ''کتاب الروضۃ من الکافی'' ج ۸ ص ۱۰۲۔
❹ ''کتاب الروضۃ'' ص ۱۰۳۔

اداس) کیوں نہ ہوں کہ میں نے رات (خواب میں) دیکھا ہے کہ بنی تیم، بنی عدی، اور بنی امیہ میرے اس منبر پر چڑھے بیٹھے ہیں۔ اور لوگوں کو اسلام سے الٹے قدموں واپس پھیر رہے ہیں۔" ❶

ایک روایت ابوجعفر کی بیان کی گئی ہے کہ "آپ نے کہا یعقوب کی اولاد نبی نہیں تھی، لیکن ان کی اولاد، اولادِ انبیاء تھی انہوں نے دنیا کو خوش بختی کی حالت میں چھوڑا۔ اپنے گناہ یاد کیے اور توبہ کی، شیخین نے جب دنیا کو چھوڑا تو نہ توبہ کی اور نہ وہ کچھ یاد کیا جو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت۔" ❷

ابنِ بابویہ قمی، جو شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ میں سے ایک کتاب کا مصنف ہے اور جسے ان لوگوں نے صدوق کا لقب دے رکھا ہے، صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے: "جب ابوبکر کی بیعت کی گئی تو علی کے مددگار اس کی طرف گئے، مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کہا نبی کے قول کو چھوڑنے والی اور اپنے رب کو جھٹلانے والی اس امت نے اس (ابوبکر رضی اللہ عنہ) پر اتفاق کرلیا ہے، میں نے اپنے اہلِ بیت سے اس کے بارہ میں مشورہ کیا ہے، انہوں نے صرف خاموش ہو جانے کا مشورہ دیا ہے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ لوگ غصہ سے بھڑک اٹھیں گے، یہ اللہ بزرگ و برتر اور اس کے نبی کے اہلِ بیت کے خلاف بغض رکھتے ہیں۔ یہ زمانۂ جاہلیت جیسی جنگیں چاہتے ہیں۔ بخدا اگر تم نے کچھ کہا تو یہ لوگ جنگ و جدال کے لیے اپنی تلواریں سونت لیں گے جیسا کہ انہوں نے کیا ہے۔ پھر مجھ پر غلبہ اور قابو پالیں گے...... البتہ تم اس آدمی کو لاؤ اور اسے بتاؤ جو تم نے اپنے نبی سے سنا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ کرو، تاکہ یہ اس پر سب سے بڑی حجت ہو اور اس کے رب کے پاس عذاب میں زیادتی کا سبب ہو یقیناً ان دونوں نے اپنے نبی کی نافرمانی کی، اس کے حکم کی خلاف ورزی کی، کہا چلے جاؤ اور جمعہ کے روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کا احاطہ کرو...... سب سے پہلے جس شخص نے بات شروع کی اور کھڑا ہوا، وہ خالد بن سعید بن

❶ ایضاً ص ۳۴۵۔ ❷ // ص ۲۴٦۔

عاص تھا، جو بنی امیہ کے اشارہ پر کھڑا ہوا تھا۔" اس کے بعد کہتا ہے۔"عمر بن الخطاب نے اس سے کہا: چپ ہو جا اے خالد! تو مشورہ دینے والوں میں نہیں، اور نہ تیری بات پر لوگ راضی ہوتے ہیں۔ خالد نے کہا: تو چپ رہ اے ابن الخطاب، بخدا تو جانتا ہے کہ تو اپنی زبان کے بغیر بولتا ہے، اپنے ارکان کے بغیر پناہ لیتا ہے، بخدا قریش جانتے ہیں کہ میں حسب میں سب سے بلند ہوں، ادب میں سب سے برتر ہوں، سب سے زیادہ خوبصورت بات کرتا ہوں، اور تو جنگ میں بزدل ہے، خوشحالی میں بخیل ہے، گھٹیا اصل والا ہے، قریش میں تیرا کوئی قابلِ فخر کارنامہ نہیں۔" [1]

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے:

"جہنم کے نچلے تابوت میں چھ اولین میں سے ہیں اور چھ آخرین میں سے...... آخرین میں سے چھ یہ ہیں: نعثل، معاویہ، عمرو بن العاص، ابوموسیٰ اشعری، اور دو کا نام محدث بھول گیا۔" [2]

کتاب الخصال میں ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

"اولین اور آخرین میں سے شریر بارہ ہیں، چھ اولین میں سے چھ آخرین میں سے۔" پھر اولین کے چھ افراد کے نام بتاتا ہے "آدم کا وہ بیٹا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا، فرعون، ہامان، قارون، سامری اور دجال۔ یہ اولین میں سے ہیں اور یہی چھ آخرین میں بھی ظہور پذیر ہوئے۔ چھ آخرین کے نام یہ ہیں، نعثل یہ وہی عجل ہے، معاویہ فرعون ہے، اس امت کا ہامان زیاد اور قارون سعید ہے، ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس وہی سامری ہے، اس لیے کہ اس نے بھی وہی کہا تھا جو قوم موسیٰ کے سامری نے کہا تھا لا مساس یعنی لاقتال (جنگ نہ کرو) اور ابتر عمرو بن العاص ہے۔ [3]

کہتا ہے: "اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی فرمانبرداری واجب ہے۔ ان کے ان دشمنوں

---

[1] "كتاب الخصال" ص ٤٦٣ مكتبة الصدوق طهران.

[2] "كتاب الخصال" ٤٨٥. [3] ايضاً ص ٤٥٨، ٤٥٩.

سے براءت بھی واجب ہے، جنہوں نے آلِ محمد علیہ السلام پر ظلم کیا، ان کی بے حرمتی کی اور فاطمہ علیہا السلام سے فدک چھین لیا۔ ❶ ان کی میراث کو روک لیا، فاطمہ اور اس کے شوہر کے حقوق غصب کر لیے، جو ان کے گھر کو جلا ڈالنا چاہتے تھے۔ ❷ جنہوں نے ظلم کی بنیاد رکھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو بدل دیا، ان عہد شکن اور ظالموں سے براءت واجب ہے۔ انصاب، ازلام، گمراہی کے اماموں اور ظلم و جور کے سربراہوں، پہلوں اور پچھلوں، سب کے سب سے براءت واجب ہے۔" ❸

دیکھیے کس طرح انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اور صدیقہ رضی اللہ عنہما کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے، ان دونوں حضرات کے خلاف اپنے سینوں میں چھپے بغض، کینہ، حسد اور کڑھن کے اظہار کے لیے یہ گھناؤنی کہانی گھڑ لی ہے؟ کہتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے علی! جس نے تجھ سے محبت کی اور تیری پیروی کی، رحمت اس کی طرف بڑھتی ہے، جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تجھ سے دشمنی کی اس کی طرف لعنت بڑھتی ہے، عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجیے کہ میں اور میرے والد ان میں سے نہ ہوں جو ان سے بغض یا دشمنی رکھتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: چپ ہو جا اگر تو اور تیرا باپ ان سے محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے والوں میں ہوتے تو رحمت تمہاری طرف بڑھتی، تم دونوں تو ان میں سے ہو جو اس کے خلاف بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔ اسی لیے تمہاری طرف لعنت بڑھ چکی ہے۔ میں تیرے اور تیرے والد کے پاس آیا، تیرا باپ ہی سب سے پہلا اس پر ظلم کرنے والا ہے۔

❶ دیکھیے کس طرح ایک ایسے مسئلہ پر یہ لوگ صدیق رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے ہیں، جس میں آپ رضی اللہ عنہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہوگئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تو راضی ہوگئی تھیں مگر عبداللہ بن سبا کی اس اولاد کو کون راضی کرے، جو ہمیشہ امت میں انتشار و افتراق ہی کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے ہیں۔

❷ ایک سراسر جھوٹا قصہ ہے جو صرف ان لوگوں نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن و تنقید کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے۔

❸ "کتاب الخصال" جلد ۲ صفحه ٦٠٧ مطبعه الحیدری طهران.

اور تو ہی ہے جو مجھے چھوڑ کر سب سے پہلے اس سے جنگ کرنے والی ہے۔ ❶

ایک جگہ کہتا ہے: ''جعفر سے پوچھا گیا، امیر المومنین نے کیوں فلاں فلاں سے جنگ نہیں کی؟ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: ﴿لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما﴾ (اگر وہ الگ رہتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے) پوچھا گیا: ان کے الگ رہنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے کہا مومنین کے نطفے جو کافروں کی پشتوں میں تھے۔'' ❷

مزید لکھتا ہے: ''کیوں آپ (یعنی علی رضی اللہ عنہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پچیس سال تک اپنے دشمنوں سے جہاد نہیں کیا، اپنے دورِ ولایت میں کیوں کیا؟'' (پھر بتاتا ہے کہ) ''رسول اللہ کی پیروی کرتے ہوئے، کیونکہ آپ نے بھی مکہ میں نبوت ملنے کے تیرہ سال بعد تک اور پھر مدینہ میں انیس ماہ تک صرف اس لیے جہاد نہیں کیا کہ آپ کے مددگار بہت کم تھے۔ اسی طرح علی علیہ السلام ❸ نے بھی اپنے دشمنوں سے جہاد نہیں کیا کہ ان کے مددگار بھی اس وقت کم تھے۔ ❹

دیکھیے کس طرح قصے گھڑتے اور کہانیاں تیار کرتے ہیں، ان بدبختوں کا پیٹ ان کو ''ضلالت و گمراہی، ظلم و جور کے امام اور دوزخ کی طرف لے جانے والے'' کہہ کر بھی نہیں بھرا بلکہ اپنی بیہودگی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ عداوت و نفرت کی وجہ سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن، اور دشمنِ اسلام، مشرکینِ مکہ کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

ہاں ہاں! ان خدا رسیدہ بزرگ ہستیوں کو جو اس کے جھنڈے کو بلند کرنے والے، اس

❶ "علل الشرائع" لابنِ بابویہ ص ١٤٧ مطبوعہ نجف.

❷ "علل الشرائع" لابنِ بابویہ ص ١٤٧ مطبوعہ نجف.

❸ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ اپنے ائمہ میں سے کسی ایک کا نام بھی لیں تو اس کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور ''علیہم السلام'' ضرور کہتے ہیں مگر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں تو صرف ایک حرف (ص) لکھ دیتے ہیں۔ اس سے نبیوں اور ائمہ کے بارے میں ان کے عقائد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

❹ "علل الشرائع" ص ١٤٧.

کے پیغام کو دور دور تک پہنچانے والے اور اس کے دین کو عام کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے اور جو خود رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، جن کے زمانے میں رسول اللہ کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوئیں جو آپ ﷺ کے رسول و نبی برحق ہونے کی نشانیاں ہیں۔ میری جان ان پر اور ان کے جانثاروں پر قربان۔ ان پیشین گوئیوں کا ذکر خود یہ گستاخ و بدگو اپنی کتاب میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے کرتا ہے کہ آپ نے کہا:

''جب رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کی کھدائی میں ایک بہت بڑا اور سخت پتھر نکل آیا جس پر کدالوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آئے، اسے دیکھا، اپنا کپڑا اپنے نیچے رکھ کر پھاوڑا پکڑا اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی، اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر، مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں...... بخدا میں اس وقت اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، پھر بسم اللہ کہہ کر دوسری ضرب لگائی، اس کا ایک تہائی حصہ مزید الگ ہوگیا، اس پر کہا: اللہ اکبر، مجھے فارس (ایران) کی چابیاں دے دی گئیں، بخدا میں اس کی آبادیوں کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں، پھر تیسری ضرب لگائی جس سے باقی ماندہ پتھر ٹوٹ گیا اور کہا: اللہ اکبر! مجھے ملک یمن کی چابیاں دے دی گئیں۔ بخدا میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔'' [1]

یہ پیشین گوئیاں کس کے دورِ خلافت میں پوری ہوئیں؟ کس کے بارے میں بزبانِ وحی گفتگو کرنے والی ذات نے یہ کہا تھا کہ ''مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئیں، ملکِ فارس کی چابیاں دے دی گئیں، ملک یمن کی چابیاں دے دی گئیں؟''

آپ ﷺ نے کون سے جانشین کو اپنے آپ سے تعبیر کیا کہ چابیاں تو اسے ملی ہیں، لیکن آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھے مل گئیں۔ کوئی بتائے تو سہی کوئی تو جواب دے؟؟

ان کے صدوق کو دیکھیے جس کی کتاب کو یہ سب سے زیادہ صحیح کتاب مانتے ہیں، قرآن سے بھی زیادہ صحیح، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق قرآن میں تحریف و تبدیلی کی جاچکی

[1] "کتاب الخصال" ج ۱ ص ۱۶۲.

ہے۔ اگر چہ ان کی دوسری ساری کتابیں بھی اسی جیسی ہیں، لیکن خاص طور پر اس کتاب کا نام ہم نے اس لیے لیا ہے تا کہ پڑھنے والا صاف دیکھ سکے کہ کس طرح ان کی کتابیں نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے بہترین لوگوں کے بارے میں کینے اور بغض وعداوت سے پر ہیں؟ رضی اللہ عنہم اجمعین!

ان کا سب سے پہلا محدث ...... جیسا کہ یہ خود کہتے ہیں ...... سلیم بن قیس ہے، جس سے کلینی صدوق اور ان کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایات نقل کی ہیں، اس نے کوئی گندی گالی اور بیہودہ کلمہ ایسا نہیں چھوڑا جو ان مقدس ہستیوں پر چسپاں نہ کیا ہو۔ اس کی جرأتیں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی جھوٹ بولنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ کہتا ہے:

''جانتے ہو کہ جس وقت ابوبکر منبر پر چڑھا ہے، سب سے پہلے کس نے بیعت کی؟ میں نے کہا جانتا تو نہیں لیکن میں نے ایک بوڑھے بزرگ کو دیکھا تھا جو لاٹھی کے سہارے چلتے ہوئے آیا تھا، جس کی پیشانی پر سجدوں کی کثرت کے باعث نشان پڑ چکا تھا۔ جب وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) منبر پر چڑھا، یہ سب سے پہلے روتے ہوئے اٹھا اور کہہ رہا تھا: خدا ہی کے لیے ساری تعریفیں ہیں جس نے مجھے تمہیں اس جگہ بیٹھا دیکھنے کے لیے موت نہیں دی، اپنا ہاتھ بڑھایئے، چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی، اس کے بعد کہا یہ بھی آدم کے دن کی طرح کا ایک دن ہے اور پھر مسجد سے نکل گیا۔

علی علیہ السلام نے کہا: اے سلیمان! تو جانتا ہے، وہ کون تھا؟

میں نے کہا: نہیں، لیکن مجھے اس کی بات ناگوار گزری، گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر خوش ہو رہا تھا، علی علیہ السلام نے کہا: وہ ابلیس تھا...... اس کے بعد کہا: ﴿ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه فاتبعوه الا فریقاً من المومنین﴾ (اور ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا پس اتباع کی اُس کی سب نے، سوائے مؤمنین کی ایک جماعت کے)۔ [1]

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، سربراہانِ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امتِ مسلمہ کے ان عظیم افراد

[1] ''کتاب سلیم بن قیس'' ص ۸۰، ۸۱۔

کے خلاف ان لوگوں نے ایک ایسا قصہ گھڑا ہے، جسے سن کر بچے اور دیوانے بھی ہنس پڑتے ہیں۔ سچ ہے انہی جیسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔''

دیکھیے کس طرح ایک لمبی چوڑی کہانی گھڑ لی گئی ہے، جس میں شروع سے آخر تک طعن وتشنیع کی بھرمار ہے:

''جب علی علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ انہیں چھوڑ چکے ہیں اور ان کی مدد نہیں کر رہے بلکہ ابوبکر کی بات پر سب متفق ہو کر انہی کی تعظیم وتکریم کر رہے ہیں تو آپ اپنے گھر ہی میں رہنے لگے، عمر نے ابوبکر سے کہا: کیوں تم کسی کو ان کی طرف نہیں بھیجتے کہ وہ بھی بیعت کر لیں؟ سوائے ان کے اور ان چار افراد کے سب بیعت کر چکے تھے۔ ابوبکر ان دونوں میں زیادہ موم دل، نرم خو اور منکسر المزاج تھا، دوسرا زیادہ سنگدل، درشت خو، اور سخت گیر تھا، ابوبکر نے اس سے کہا کہ کسے بھیجیں؟ عمر نے کہا: ہم قنفذ کو بھیجتے ہیں، وہ طلقاء بنی عدی بن کعب میں سے ایک سنگدل اور درشت مزاج آدمی ہے۔ چنانچہ اسے بھیجا گیا اور اس کے ساتھ مددگاروں کی ایک جماعت بھی گئی، وہ گیا اور علی علیہ السلام سے اجازت مانگی، آپ نے اجازت نہ دی، قنفذ کے ساتھی ابوبکر اور عمر کے پاس آئے، یہ دونوں مسجد میں بیٹھے تھے، لوگ ان کے اردگرد جمع تھے۔ کہنے لگے: ہمیں اجازت نہیں دی جا رہی، عمر نے کہا: جاؤ اگر اجازت دیں تو ٹھیک، ورنہ بغیر اجازت کے داخل ہو جاؤ، وہ گئے اور اجازت مانگی، اس پر فاطمہ علیہا السلام نے کہا: میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا تم پر حرام ہے، وہ سب پلٹ گئے، لیکن قنفذ ملعون ٹھہرا رہا۔ انہوں نے کہا: فاطمہ ایسا ایسا کہتی ہیں اور انہوں نے بغیر اجازت ہمارا داخل ہونا ہم پر حرام کر دیا ہے۔ عمر کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا، عورتوں سے ہمیں کیا، پھر اپنے اردگرد کے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں اٹھائیں، انہوں نے لکڑیاں اٹھائیں، عمر نے خود بھی لکڑیاں اٹھائیں اور اس گھر کے اردگرد ڈال دیں جس میں علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رہتے تھے، پھر عمر اتنی زور سے پکارا کہ علی علیہ السلام نے سن لیا، فاطمہ کہنے لگیں، اے علی! تجھے خدا کی قسم، تو جا اور رسول اللہ کے خلیفہ کی بیعت کر لے ورنہ تجھے آگ میں جلا دیا جائے گا، فاطمہ علیہا السلام نے کہا: اے عمر! تیرا ہمارا کیا

جھگڑا؟ اس نے کہا: دروازہ کھول، ورنہ ہم تمہارے گھر کو آگ لگا دیں گے، آپ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: اے عمر کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا، تو میرے گھر میں داخل ہوگا؟ عمر نے لوٹ جانے سے انکار کر دیا، عمر نے آگ منگوائی، اور دروازہ میں آگ لگا دی، پھر دروازہ جل گیا تو عمر داخل ہو گیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے دیکھا اور چیخ ماری، ہائے میرا باپ، ہائے اللہ کا رسول، عمر نے نیام سے تلوار کھینچ لی، اور آپ کے پہلو میں ماری، آپ چیخیں، ہائے میرا باپ، عمر نے کوڑا اٹھا لیا، اور آپ کے بازوؤں پر مارا، آپ چیخ اٹھیں، اے اللہ کے رسول آپ کے جانشین ابوبکر اور عمر بہت بُرے ہیں، اس پر علی علیہ السلام اٹھے اور اس کا گریبان پکڑ لیا، اسے چت کر دیا، اس کی ناک اور گردن پر مارا اور چاہا کہ اسے قتل کر دیں لیکن آپ کو رسول اللہ کا قول یاد آ گیا، آپ کی وصیت یاد آ گئی، آپ نے کہا: اے ابن صحاک! اس ذات کی قسم جس نے محمد کو نبوت سے نوازا، اگر خدا کی طرف سے ایسا ہی لکھا نہ ہوتا اور رسول اللہ کے ساتھ میرا عہد نہ ہوتا تو جان لے کہ تو کبھی بھی میرے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ عمر نے لوگوں کو مدد کے لیے پکارا، لوگ آئے اور گھر میں داخل ہو گئے، علی علیہ السلام اپنی تلوار کی طرف جھپٹے، قنفذ ابوبکر کے پاس گیا، وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں علی اپنی تلوار لے کر نہ نکل کھڑے ہوں کیونکہ آپ کی طاقت وقوت کو جانتا تھا، ابوبکر نے قنفذ سے کہا: جا، وہ نکل آئیں تو ٹھیک، ورنہ ان کے گھر میں گھس جا، اگر وہ روکیں تو اُن کے گھر کو آگ لگا دے، قنفذ ملعون چلا، وہ اور اس کے ساتھی بغیر اجازت آپ کے گھر میں گھس گئے، علی علیہ السلام اپنی تلوار کی طرف لپکے لیکن لوگ جلدی ان پر جھپٹ پڑے اور انہیں زیر کر لیا۔ کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، کچھ نے اپنی تلواریں پکڑ لیں، چونکہ تعداد میں زیادہ تھے اس لیے آپ کو زیر کر لیا، ان کے گلے میں رسی ڈال لی، علی اور ان لوگوں کے درمیان دروازے میں فاطمہ حائل ہو گئیں، قنفذ ملعون نے انہیں کوڑا مارا، جب آپ نے وفات پائی اس وقت تک آپ کے بازو میں ایک پھوڑے کی طرح کا نشان تھا، یہ اسی مار کا اثر تھا، خدا کی لعنت ہو اس پر۔ پھر علی کو گھسیٹتے ہوئے ابوبکر تک لے گئے، عمر اُن کے سر پر تلوار لیے کھڑا تھا، خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، ابوحذیفہ کا غلام سالم، معاذ بن جبل، مغیرہ بن

شعبہ، اسید بن حضیر، بشیر بن سعد اور دوسرے سارے لوگ ابوبکر کے گرد مسلح ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، کہتا ہے: میں نے سلیمان سے پوچھا کیا وہ فاطمہ کے پاس بغیر اجازت چلے گئے؟ آپ نے کہا: ہاں، خدا کی قسم ان کے سر پر اوڑھنی بھی نہیں تھی، چنانچہ آپ پکار اٹھیں، ہائے میرے باپ، اے اللہ کے رسول تیرے جانشین ابوبکر اور عمر بہت برے ہیں، تیری آنکھیں قبر میں پھوٹ کیوں نہ گئیں، آپ اپنی پوری آواز سے یہ کہہ رہی تھیں، میں نے ابوبکر اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، کوئی ایسا نہیں تھا جو نہ رویا ہو سوائے عمر، خالد اور مغیرہ بن شعبہ کے، عمر کہہ رہا تھا، ہم عورتوں اور ان کی رائے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ علی کو ابوبکر کے پاس لے آئے، آپ کہہ رہے تھے، خدا کی قسم! اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم جانتے ہو کہ تم یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ لیکن میں اپنے آپ کو ہرگز ملامت نہ کرتا، کہ میں نے تمہارے ساتھ جہاد کیا ہے، میں تمہاری جماعت کو پارہ پارہ کر دیتا، خدا کی لعنت ہو ان پر جنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر مجھے چھوڑ دیا، جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو چلایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو، علی علیہ السلام نے کہا: اے ابوبکر، کتنی جلدی تم رسول کی مسند پر کود پڑے، کس حق کی بناء پر، کس حیثیت کی بنا پر، تم نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، کیا کل خدا اور اس کے رسول کے حکم سے تم میری بیعت نہیں کر چکے؟ خدا کی لعنت ہو قنفذ پر، اس نے فاطمہ کو اس وقت کوڑا مار دیا جب وہ اپنے شوہر اور اس (قنفذ) کے درمیان حائل ہوئیں، عمر نے اس کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ اگر فاطمہ علی اور قنفذ کے درمیان حائل ہوں تو انہیں مارا جائے، قنفذ نے اُن کے بازو پر مارا، ان کی پسلی توڑ دی جس سے ان کے پیٹ کا بچہ گر گیا اور وہ اپنی موت تک بستر سے نہ اٹھ سکیں، خدا کی رحمتیں ہوں ان پر، انہیں شہادت نصیب ہوئی، کہتا ہے، جب علی کو ابوبکر کے پاس لے گئے، عمر نے آپ کو جھڑک کر کہا، بیعت کر، ان جھوٹے قصوں کو چھوڑ۔ علی نے اس کو کہا: اگر میں نہ کروں تو تم کیا کر لو گے؟ وہ کہنے لگے: ہم تمہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیں گے۔ آپ نے کہا: تو گویا تم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے؟ ابوبکر نے کہا جہاں تک خدا کے بندے ہونے کا تعلق ہے وہ تو

ٹھیک ہے، لیکن رسول کا بھائی ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے، آپ نے کہا: کیا تم انکار کرتے ہو کہ رسول اللہ نے اپنے اور میرے درمیان مواخاۃ کی تھی؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے تین دفعہ یہی بات دہرائی، پھر علی لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے، اے مسلمانو! مہاجرین اور انصار کے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے غدیر خم کے دن رسول اللہ ﷺ کو ایسا ایسا کہتے سنا ہے؟ آپ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، رسول اللہ ﷺ نے اعلانیہ طور پر جو کچھ کہا تھا، سب لوگوں کو یاد دلا دیا۔ لوگوں نے کہا: ہاں! (رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا تھا) تو پھر ابوبکر سے کیوں ڈرتے ہو کہ لوگ اس کی مدد کریں گے؟ ابوبکر نے جلدی سے اُن کی بات کاٹ کر کہا: جو کچھ تم نے کہا ہے سچ ہے، ہم سب نے اپنے کانوں سے سنا ہے، دل سے قبول کیا ہے، لیکن اس کے بعد میں رسول اللہ کو یہ کہتے سن چکا ہوں کہ ہم اہلِ بیت کو اللہ نے چن لیا ہے، ہمیں عزت بخشی ہے، دنیا کے مقابلے میں ہمارے لیے آخرت کو پسند کیا ہے، کیونکہ اللہ کو اہلِ بیت میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع نہیں کرنا ہیں۔ اس پر علی علیہ السلام نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ رسول اللہ کے صحابہ میں سے اور بھی کوئی تھا؟ عمر کہنے لگا رسول اللہ کے خلیفہ نے سچ کہا ہے، جو یہ کہہ رہے تھے۔ یہ بات میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے، ابوعبیدہ، ابو حذیفہ کا غلام سالم اور معاذ بن جبل نے بھی کہا کہ: ہم نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے، علی علیہ السلام کہنے لگے: تم نے اپنے اس پیمان کو پورا کر دیا جو کعبہ میں کر چکے ہو کہ اگر محمد کو قتل کر دیا جائے یا وہ وفات پا جائیں تو تم اس معاملے میں ہم اہلِ بیت سے پھر جاؤ گے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کے بارے میں آپ کیسے جانتے ہیں؟ ہم نے تو آپ کو نہیں بتایا، علی علیہ السلام نے کہا: اے زبیر میں تم سے، سلمان تم سے، ابوذر تم سے اور مقداد تم سے اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ کو یہ کہتے نہیں سنا؟ تم سن رہے تھے، جب رسول اللہ نے ان پانچوں کے بارے میں بتایا تھا کہ فلاں فلاں لوگوں کے درمیان ایک تحریر لکھی جا چکی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کا معاہدہ طے پا چکا تھا، وہ کہنے لگے: ہاں ہاں، یقیناً ہم نے رسول اللہ کو آپ سے یہ بات کہتے سنا ہے کہ ان لوگوں کے درمیان ایک

تحریر لکھی جا چکی اور ایک معاہدہ طے پا چکا ہے، جس کے مطابق ان لوگوں نے عمل کیا ہے۔ حضور آپ سے کہہ رہے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں یا وفات پا جاؤں تو اے علی یہ لوگ تجھے چھوڑ دیں گے، آپ نے کہا تھا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! اگر ایسا ہوا تو آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے حکم یہ ہے کہ اگر تمہیں ان کے خلاف مددگار مل جائیں تو ان سے جہاد کرنا اور ان سے الگ ہو جانا۔ اور اگر تمہیں مددگار نہ ملیں تو بیعت کر کے اپنی جان بچا لینا۔ اس کے بعد علی علیہ السلام نے کہا: خدا کی قسم اگر وہ چالیس آدمی بھی جنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، میرے وفادار ہوتے تو میں خدا کے راستے میں تم سے جہاد کرتا، خدا کی قسم تمہارے بعد قیامت تک کوئی اسے نہیں پا سکتا، ورنہ رسول اللہ نے اللہ کا یہ قول جو ارشاد فرمایا ہے جھوٹا ہوگا: ﴿ام یحسدون الناس علی ما اٰتاھم اللّٰہ من فضلہ، فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمة واٰتیناھم ملکا عظیما﴾ (کیا وہ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو خدا نے انہیں اپنے فضل سے دی؟ پس ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انہیں وسیع ملک عطا کیا) پس کتاب سے مراد نبوت ہے، حکمت سے مراد سنت ہے اور ملک سے مراد خلافت ہے۔ ہم آلِ ابراہیم ہیں! مقداد کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے علی! میرے لیے کیا حکم ہے؟ بخدا اگر آپ حکم دیں تو میں اپنی تلوار سے جنگ کروں اور اگر حکم دیں تو رُک جاؤں، علی نے کہا، رُک جا اے مقداد اور رسول اللہ کے ساتھ کیے اس عہد کو یاد کر، اس وصیت کو یاد کر جو تجھے رسول اللہ نے کی تھی۔ میں کھڑا ہو گیا، میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں جانتا کہ میں ظلم و زیادتی کو دور کر سکتا ہوں، خدا کے دین کو بلند کر سکتا ہوں تو میں اپنی تلوار اپنی گردن میں ڈالتا اور پھر اس سے ایک ایک کو مارتا، جب تم نے میرے بھائی رسول اللہ ﷺ اور ان کے وصی، ان کی امت کے خلیفہ کی مسند پر قبضہ کر لیا ہے تو پھر مصیبتوں کی خوشخبریاں ہیں، رحمت سے مایوس ہو جاؤ، ابوذر اٹھے اور کہنے لگے: اے امتِ پریشاں، اے اپنے نبی کو چھوڑنے والی اور اس کی نافرمانی کرنے والی امت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ان اللّٰہ اصطفی

اٰدم ونوحا واٰل ابراهيم واٰل عمران على العالمين ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم ﴾ (بے شک خدا نے چن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو زمانے میں سے۔ ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے) آلِ محمد نوح کی اولاد ہیں، آلِ ابراہیم ہیں، ان کی اصل اور جڑ اسماعیل ہیں، محمد ﷺ کا کنبہ اور نبی ﷺ کے اہل بیت رسالت کی جائے قرار ہیں۔ فرشتوں جیسے ہیں، بلند آسمان جیسے ہیں، مضبوط پہاڑوں کی طرح ہیں، چھپے کعبہ کی طرح ہیں، صاف چشمے کی مانند ہیں، راہ دکھانے والے تارے ہیں، وہ مبارک درخت ہیں جس کا نور پھیل چکا اور جس کی نمی میں خدا نے برکت دی ہے، محمد آخری نبی ہیں، پوری اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ علی تمام وصیوں کے وصی ہیں (وصی وہ شخص، جس کے بارے میں وصیت کی گئی ہو) نیک لوگوں کے امام ہیں، درخشاں پیشانی والوں کے سردار ہیں۔ آپ ہی صدیق اکبر ہیں، آپ ہی فاروقِ اعظم ہیں، محمد ﷺ کے وصی ہیں۔ آپ کے علم کے وارث ہیں۔ سب مؤمنین کے ہاں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿النبي اولٰى بالمومنين من انفسهم وازواجه امهاتهم واولوا الارحام بعضهم اولٰى ببعض فى كتاب اللّٰه ﴾ (نبی ان کو اپنی جانوں سے بھی عزیز تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اولوالارحام، کتاب میں بعض بعض سے افضل ہیں)۔ تم بھی اسے مقدم رکھو جسے خدا نے مقدم کیا ہے، اسے موخر کرو جسے خدا نے موخر کیا ہے، اسے ہی ولایت و وارثت دو جس کے لیے خدا نے بنائی ہے، عمر کھڑا ہو گیا، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا، ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، تمہیں کس چیز نے منبر پر بٹھا دیا ہے؟ یہ بیٹھنے والا جنگجو نہیں اٹھے گا سوائے اس صورت میں کہ بیعت کرے، یا تو حکم دے کہ اس کی گردن ماردی جائے، حسن اور حسین دونوں کھڑے تھے، جب عمر کی یہ بات سنی رونے لگ گئے، علی علیہ السلام نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا: آپ نہ روئیں، خدا کی قسم یہ دونوں تمہارے باپ کو قتل نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ کی دایہ ام ایمن آگے بڑھی اور کہنے لگی، اے ابوبکر کتنی جلدی تم نے اپنے حسد اور نفاق کو ظاہر کر دیا؟ عمر

نے اسے مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا اور کہنے لگا: عورتوں سے ہمارا کیا تعلق؟ (بریدہ اسلمی کھڑا ہوا) اور کہا اے عمر کیا تو میرے بھائی رسول اللہ کی مسند پر قبضہ کرے گا؟ تو وہ ہے کہ ہم قریش میں تیرے متعلق خوب جانتے ہیں۔ کیا تم دونوں وہ نہیں جن سے رسول اللہ نے کہا تھا کہ، تم دونوں علی کے پاس جاؤ اور مؤمنین کے معاملات ان کے سپرد کر دو، تم دونوں نے پوچھا تھا کہ: کیا اللہ اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے، تو آپ ﷺ نے کہا تھا، ہاں۔ اس پر ابوبکر نے کہا: ایسا کہا تھا، لیکن پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، میرے اہلِ بیت میں نبوت اور خلافت جمع نہیں ہوں گی، آپ نے کہا: خدا کی قسم رسول اللہ نے یہ نہیں کہا تھا، بخدا میں اسی شہر میں رہتا ہوں جس میں تم امیر ہو، عمر کے حکم دینے پر آپ کو مارا اور گرایا گیا، پھر کہنے لگا، اے ابو طالب کے بیٹے اٹھ اور بیعت کر، آپ نے کہا: اگر میں نہ کروں؟ تو اس نے کہا پھر ہم تیری گردن مار دیں گے، آپ نے تین دفعہ انکار کیا، پھر اپنا ہاتھ کھولے بغیر مٹھی بند کر کے اس کی طرف بڑھایا، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ مارا اور اُن سے خوش ہو گیا، علی علیہ السلام نے بیعت کرنے سے پہلے جب رسی اُن کی گردن میں تھی، یہ پکارا تھا (یـا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی)۔

(بھائی قوم نے مجھے ضعیف سمجھا اور میرے قتل کے در پے ہو گئے۔'' [1]

اس بیہودگی اور ان خرافات پر ہی بس نہیں کیا، ان کے ساتھ اور بھی کئی جھوٹ ملا دیے ہیں، مثلاً کہتا ہے: ''زبیر نے کہا ہے کہ جب عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر ابوبکر نے بیعت کی تو کہا: اے ضحاک کے بیٹے! اگر یہ سرکش لوگ نہ ہوتے جنہوں نے تیری مدد کی ہے تو کبھی مجھ پر مقدم نہ ہوتا، میرے پاس میری تلوار ہے، میں تیری بزدلی [2] اور خوف کو جانتا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ تو ان سرکش لوگوں سے ڈرتا ہے کہ کہیں حملہ نہ کر دیں، عمر کو غصہ آ گیا، کہنے لگا

[1] ''کتاب سلیم بن قیس'' ص ۸۳ تا ۸۹۔

[2] دیکھیے کس قدر جھوٹ بولا جا رہا ہے؟ فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بہادر کو اپنی بہادری ثابت کرنے کے لیے ایسی گھٹیا حرکت کی کیا ضرورت؟ یہ ان پر سراسر تہمت و بہتان ہے: انها لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور.

تو ضحاک کا ذکر کر رہا ہے؟

اس نے کہا: (بتاؤں) ضحاک کون ہے؟ اور کس چیز نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے روکا ہے؟ صھاک زانیہ تھی، کیا تو نہیں مانتا؟ کیا وہ میرے دادا عبدالمطلب کی ایک حبشی لونڈی نہیں تھی جس سے تیرے دادا نفیل نے زنا کیا تھا اور اس سے تیرا باپ خطاب پیدا ہوا تھا؟ عبدالمطلب نے اس سے زنا کرنے کے بعد تیرے دادا عبدالمطلب کو ہبہ کر دی تھی، اسی سے میرے دادا کا ایک غلام پیدا ہوا جو ولد الزنا (حرامی) تھا۔'' [1]

اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اپنی بیہودگی ونجاست اور خباثت و یہودیت میں بڑھتا چلا جاتا ہے، بڑھتا چلا جاتا ہے، چنانچہ کہتا ہے: ''میں نے سلمان سے پوچھا اے سلمان! کیا آپ نے ابوبکر کی بیعت کر کے کچھ بھی نہ کہا؟ کہتے ہیں میں نے بیعت کرنے کے بعد کہا تھا، تباہی ہے تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے کیا تم سمجھتے ہو کہ جو تم نے اپنے بارے میں کیا، درست کیا، تم نے غلطی کی تم اپنے سے پہلے اختلاف وتفرقہ پیدا کرنے والوں کی سنت پر چلے، تم نے اپنے نبی کی راہ کو چھوڑا حتیٰ کہ انہیں اپنے مرکز اور اپنے گھر والوں سے نکال دیا، عمر نے کہا: اے سلمان! جب تیرا ساتھی اور تو بیعت کر چکے اب جو چاہے سو کہہ، جو کرنا چاہے کر، تیرا ساتھی جو چاہے کہے، جو کرنا چاہے کرے، سلمان کہتے ہیں: میں نے کہا، میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ تجھ پر اور تیرے اس ساتھی پر، جس کی تو نے بیعت کی ہے قیامت تک پوری امت کے گناہوں کا بار ہے، جتنا عذاب پوری امت کو ملے گا اتنا ہی تمہیں بھی، اس پر (عمر) نے کہا: جو چاہے سو کہہ، کیا تو بیعت نہیں کر چکا؟ خدا نے تیری آنکھیں نہیں پھوڑ دی تھیں جبکہ تیرا ساتھی بھی تیرے ساتھ تھا، میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خدا کی نازل کردہ کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ تیرے نام، نسب اور صفت کا جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اس نے مجھ سے کہا جو چاہے سو کہہ، کیا خدا نے ان کو دور نہیں کر دیا جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر خدا بنا رکھا تھا؟ میں نے اس سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

[1] ''کتاب سلیم بن قیس'' ص ۸۹، ۹۰.

یہ کہتے سنا ہے، میں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا: ﴿یومئذ لایعذب عذابه احد ولا یوثق وثاقه﴾ (اس دن اس جیسا عذاب کوئی نہ دے گا اور اس جیسی کوئی گرفت نہیں کرے گا)۔

تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ اس سے تو ہی مراد ہے۔ عمر نے مجھ سے کہا: چپ ہو جا، چپ ہو جا، خدا تجھے مارے اے لخناء کے بیٹے، اس پر علی علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے سلمان! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جا، سلمان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر علی مجھے خاموش ہو جانے کا حکم نہ دیتے تو میں ہر وہ چیز جو اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہر وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ سے اس کے اور اس کے ساتھی کے بارے میں سنی ہے، بتا دیتا، جب عمر نے دیکھا کہ میں خاموش ہو گیا ہوں تو کہا: تو نے اس کو تسلیم کر لیا اور اطاعت کر لی، جب ابو ذر اور مقداد نے بھی بغیر کچھ کہے بیعت کر لی تو عمر نے کہا: اے سلمان کیا تو ہاتھ نہیں بڑھائے گا جس طرح تیرے دونوں ساتھی ہاتھ بڑھا چکے ہیں؟ بخدا تو ان دونوں سے زیادہ اہل بیت سے محبت کرنے والا اور ان کے حق کا احترام کرنے والا تو نے نہیں دیکھا ہے کہ ان دونوں نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی ہے، ابو ذر کہنے لگے، اے عمر! کیا تو ہمیں اہل بیت کی محبت و تعظیم کی عار دلاتا ہے، خدا کی لعنت ہو۔ اور یقیناً خدا کی لعنت ان پر ہو چکی ہے...... اس پر جو ان سے بغض رکھے، ان پر جھوٹ باندھے ان کا حق مارے، لوگوں کو ان کے ساتھ دشمنی پر اکسائے، اور اس امت کو الٹے پیروں (اسلام) سے پھیر دے، عمر نے کہا: آمین، خدا لعنت کرے اس پر جو ان کا حق مارے۔ بخدا یہ ان کا حق نہیں ہے اور نہ وہ اسے (یعنی خلافت کو) چاہتے ہیں۔ یہ سب لوگوں پر پیش کی جائے گی، ابو ذر نے کہا: تو پھر تم انصار سے ان کے حق کی وجہ سے کیوں جھگڑتے ہو؟ علی علیہ السلام نے عمر سے کہا: اے ابن ضحاک ہمارا اس پر کوئی حق نہیں۔ یہ تیرے لیے اور اس کے لیے ہے جس کی ماں مکھیاں کھایا کرتی تھی۔ عمر کہنے لگا، ابوالحسن، بس اب رک جائیے، آپ نے بیعت کر لی ہے، سب لوگ میرے ساتھی پر راضی ہیں، اب آپ پر کوئی بھی راضی نہیں تو میرا کیا گناہ ہے؟ علی علیہ السلام نے کہا: لیکن خدائے بزرگ

و برتر اور اس کا رسول مجھ ہی پر راضی تھے، تو اور تیرا ساتھی، تمہاری اتباع کرنے والے اور تمہارے پیچھے چلنے والے، خدا کی ناراضگی، اس کے عذاب اور ذلت کی خوشخبری سن لیں، اے ابن الخطاب ہلاکت ہو تجھ پر، کاش تو جانتا کہ تو کس چیز سے نکل گیا ہے، کس میں داخل ہو گیا ہے اور تو نے اپنے اور اپنے ساتھی کے واسطے کیا گناہ کیا ہے۔" [1]

ایک جگہ لکھتا ہے "آگ کا ایک تابوت ہوگا جس میں بارہ آدمی ہونگے، چھ اولین میں سے اور چھ آخرین میں سے، یہ ایک مقفل تابوت میں بند، جہنم کی تہہ میں ایک گڑھے میں پڑے ہوں گے۔ اس گڑھے کے اوپر ایک چٹان ہوگی، جب اللہ جہنم کو بھڑکانا چاہیں گے تو اس گڑھے سے چٹان ہٹائیں گے، اس گڑھے (کھائی) کی گرمی کی وجہ سے جہنم بھڑک اٹھے گی...... اولین یہ ہیں ...... اور آخرین میں ایک دجال اور پانچ وہ ہیں جنہوں نے معاہدہ اور تحریر تیار کی تھی۔ اور وہ جبت اور طاغوت جس پر انہوں نے معاہدہ کیا تھا ...... علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا، رب کعبہ کی قسم، علی اس سے بری ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ تیرے اوپر لعنت بھیج رہے تھے۔ تجھ پر لعنت کرنے کے بعد کبھی تیرے لیے مغفرت طلب نہیں کی ...... کہتا ہے ...... سوائے چار آدمیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہارون اور اس کے متبعین جیسے ہو گئے تھے۔ بچھڑے اور اس کے پیروکاروں کی طرح ہو گئے تھے، چنانچہ علی ہارون کی مانند ہیں۔ عتیق (ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب) بچھڑے کی مانند اور عمر سامری کی مانند ہیں۔" [2]

پرودگاران کفریات اور ہذیان کو نقل کرنے پر ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں۔

رسول اللہ پر جھوٹ اور بہتان لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ:

"میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وارث، میری امت کے خلیفہ اور میرے بعد تمام مومنین کے معاملات کے ذمہ دار پر سلام بھیجو، کیونکہ وہ زمین کا مرکز ہیں جہاں وہ قرار پکڑتی

---

[1] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۹۰،۹۱.

[2] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۹۱،۹۲ مطبوعه بیروت.

ہے، اگر تم نے انہیں کھو دیا تو تم زمین اور اہلِ زمین کا انکار کرنے والے ہو گے۔ میں نے اس امت کے بچھڑے اور سامری کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے دیکھا ہے۔ وہ پوچھ رہے تھے، کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حق ہے؟ رسول اللہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حق ہے...... وہ کہنے لگے، اس آدمی کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹے کی شخصیت کو بڑھا رہا ہے۔'' ❶

اس ملعون کی جرأت دیکھیے اگر اس نے خود کہا ہے یا کسی نے اس کی طرف نسبت کر کے کہا ہے تو وہ بھی لعنتی ہے۔ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو تمام مومنین کی ماں ہیں، مؤمنین میں شامل ہونے کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی بھی ماں ہیں، وہ عائشہ صدیقہ طیبہ، طاہرہ رضی اللہ عنہا جن کی پاکیزگی و طہارت کی شہادت قرآن دے رہا ہے، ان کے متعلق کہتے ہیں:

''علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے بیٹھی تھی آپ رسول اللہ ﷺ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے، عائشہ کو غصہ آ گیا، کہنے لگی، کیا تمہاری مقعد کو میری گود کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟ رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے، کہنے لگے: اے حمیرا، میرے بھائی علی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچا۔ وہ تو امیر المومنین، مسلمانوں کے خلیفہ، اور چمکدار پیشانی والے ہیں۔ اللہ انہیں پل صراط پر کھڑا کر دے گا اور وہ دوزخ و جنت کی تقسیم کریں گے۔ اپنے چاہنے والوں کو جنت اور دشمنوں کو دوزخ دیں گے۔'' ❷

---

❶ ''کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے زندہ اور موجود ہوتے ہوئے کسی کو امیر المومنین بنا دیں؟ کیا ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا؟ کسی کو بھی علم نہیں کہ اس روز سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان کیا ہوا تھا؟ لیکن ان لوگوں کا حال یہ ہے، کہ: ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾

❷ ایضاً ص ۹۷۹۔

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ لکھتا ہے: ”علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ❶ ابی سفیان (رضی اللہ عنہم) کی طرف لکھا تھا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہ کرنے والے بارہ امام اپنے منبر پر بیٹھے دیکھے تھے جو لوگوں کو الٹے پیروں اسلام سے پھیر رہے تھے۔ دو آدمی قریش میں سے اور دس بنی امیہ میں سے ہیں۔ دس میں سے پہلا تیرا وہ ساتھی ہے جس کے خون کا تو مطالبہ کر رہا ہے۔ یعنی عثمان۔“ ❷

اس کتاب میں اس نے اور بھی بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سی باتیں لکھی ہیں، اس کے غلاف (ٹائٹل) پر لکھا ہے:

”ہمارے شیعہ حضرات اور ہمارے چاہنے والوں میں سے جس کے پاس کتاب سلیم بن قیس العامری موجود نہ ہو، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ (امام صادق)“

مجلسی نے اس کے متعلق کہا ہے: ”حق بات یہ ہے کہ یہ اصول معتبرہ کی کتاب ہے۔“ ❸

مشہور شیعہ مصنف ابن الندیم نے ”فہرست“ میں اس کے متعلق لکھا ہے:

”قیس ایک ایسے بزرگ تھے جن کے پاس ایک خاص نور تھا جو انہیں بلند کرتا تھا۔ سب سے پہلے شیعہ حضرات کی جو کتاب معرضِ وجود میں آئی، وہ کتاب سلیم بن قیس العامری ہے۔“ ❹

شیعہ حضرات کا انتہائی بزرگ اور شیخ محمد بن ابراہیم الکاتب النعمانی اپنی ”کتاب الغیبۃ“ مطبوعہ ایران میں لکھتا ہے:

”تمام شیعہ حضرات جنہوں نے علم حاصل کیا اور اسے ائمہ علیہم السلام سے روایت

---

❶ ”ابوسفیان فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔ اس وقت رسول اللہ نے فرمایا تھا: ”جو ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا، اسے امان ہے۔“

❷ ”کتاب سلیم بن قیس“ ص ۱۹۶.

❸ ”کتاب کا مقدمہ“ ص ۱۳.

❹ ”ایضاً.

کیا ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب سلیم بن قیس الہلالی کتبِ اصول میں سب سے بڑی اصل ہے۔ جسے اہلِ علم اور اہلِ بیت کے محدثین نے روایت کیا ہے، یہی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس لیے کہ اس اصل میں جو کچھ بھی ہے سب یا تو رسول اللہ ﷺ سے یا امیر المومنین سے مروی ہے، یا مقداد، سلمان فارسی، ابوذر اور اُن کے اُن متبعین سے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین کا زمانہ پایا اور ان سے سنا، یہ ان کتبِ اصول میں سے ہے جن کی طرف شیعہ حضرات رجوع کرتے اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔'' [1]

کیا اس کے بعد بھی کوئی دھوکہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ:

''شیعہ حضرات پر جو یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں بکتے اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں، یہ ان لوگوں کی ایک ظالمانہ سیاست ہے جو بک جانے والے ہیں، جنہوں نے اپنے ضمیر انتہائی سستے داموں بیچ ڈالے...... انہوں نے ظالموں پر ملامت کرنے میں بہت تاخیر کردی۔ شیعہ حضرات کو برُا بھلا کہہ کر یہ ان لوگوں کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ دشمنانِ دین اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اغراض کی خاطر تفریق و انشقاق کا دائرہ وسیع کرتے چلے گئے۔ انہوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کو اپنے سینوں سے نکال دیا۔ فتنہ وفساد پھیلانے والے پوری قوت سے سرگرمِ عمل ہوگئے، تاکہ مسلمانوں کے درمیان بغض و عداوت کے شعلے بھڑکا دیں۔ ان کے دل غم وغصہ سے بھر چکے ہیں۔''

ان کی حکومت و سیاست کا شیعہ نے پوری قوت سے جواب دیا۔ باہم لڑائیاں ہوئیں، سخت ترین حملے کیے۔ لالچی لوگوں نے انہیں حکومت میں عہدے پیش کیے تاکہ اس نظام کی تائید ہو۔ یہ مسئلہ امت کی عقلی زندگی کا ایک جز بن کر رہ گیا ہے۔ دراصل وہ لوگ اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں۔

[1] ''ایضاً ص ۱۲''۔

ان لوگوں نے علمی طرزِ گفتگو اختیار نہیں کی۔ لوگوں کو آزادانہ بات کہنے کا موقعہ نہ دیا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ شیعہ حضرات کے کفریات کو تسلیم کر لیں۔ ان کی مذہب اہل بیت سے دوری کو تسلیم کریں۔ کوئی پوچھنے والا اگر ان سے اس کی حقیقت پوچھے، ان سے وضاحت چاہے تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا کہ یہ بات ان کے نظام میں شامل ہے۔

ہم ان سے پوچھتے ہیں:

(۱)......کہاں ہیں وہ لوگ جو سب صحابہ کو کافر کہتے اور ان سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں؟

(۲)......کہاں ہیں وہ لوگ جو ائمہ اہل بیت کو درجہ ربوبیت تک پہنچا دیتے ہیں؟

(۳)......کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی تعلیمات مجوس سے حاصل کیں اور ان کی تعلیمات کو اپنے عقائد میں شامل کر لیا؟

(۴)......کہاں ہیں وہ لوگ جو قرآن میں تحریف اور اس میں نقص و خرابی کے دعویدار ہیں؟

(۵)......کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے ان نئے مذاہب کی بنیاد رکھ چکے ہیں جو اسلام سے خارج ہیں؟ یہ لوگ ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، اس لیے کہ ان کے نظریات کی بنیاد ہی ایسی تہمتوں اور ان الزامات پر ہے۔ ان کی مخالفت کرنا ان کے لیے ممکن نہیں، نہ یہ لوگ علم کی زبان میں اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ حقیقت کو جاننے کا کتنا قریب راستہ تھا، کاش! تکفیر کی جگہ ان میں حقیقت معلوم کرنے کا شوق ہوتا، خدا کا خوف اور دین کی حفاظت کا جذبہ ہوتا۔ [1]

ہم جواب دیتے ہیں کہ جناب! شیعہ حضرات کو جو اس بات کا الزام دیا جاتا ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں بکتے ہیں، یہ ایک ایسی قطعی اور صاف حقیقت ہے، جو بار ہا واضح ہو چکی ہے۔

خود تمہاری اپنی کتابوں میں یہ چیزیں ملتی ہیں جنہیں تم نے چھپانے اور مخفی رکھنے کی

[1] "الامام الصادق" لاسد حیدر ج ۲ ص ۶۱۷، ۶۱۸ مطبوعه بیروت.

بہت کوششیں کی ہیں۔

کیا اس جیسی ناپاک اور دکھ دہ کتابیں شائع کرنے کے بعد تم مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہو۔ تم اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعتوں میں سے ایک جماعت اور اسلام کے طبقہ ہائے فکر میں سے ایک طبقہ فکر ثابت کرنا چاہتے ہو؟

بخدا ان جھوٹی باتوں سے کوئی دھوکہ نہیں کھا سکتا، سوائے اس کے جو خود اپنی اغراض کے لیے اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال دے۔ کیا لالچی و خود غرض اس کا طلب گار ہوگا یا اُس کا۔ تمہاری باتوں سے صرف جاہل و غافل ہی دھوکہ کھا سکتا ہے، جسے کچھ خبر نہ ہو کہ حق کیا ہے اور حقیقت کیا ہے؟

کتنے ہی بک گئے جنہوں نے اپنے قلم ان سرکش و نافرمانوں کے لیے وقف کر دیے جو صحابہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکنے والے ہیں، اسلام پہنچانے اور رسالت پھیلانے والوں پر طعن و تشنیع کرنے والے ہیں۔ یہ بک جانے والے ان سرکشوں کا دفاع کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں اور ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں۔ ایسی برأت پیش کرتے ہیں کہ عقل و خرد اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ وہ لوگ بہت سستے داموں اپنے ضمیر بیچ چکے۔ امت میں اتحاد و اتفاق کا ڈھنڈورا پیٹنے والے یہ لوگ کیا ان سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی عزت و عظمت کا مذاق اڑانے پر اتحاد ہو سکتا ہے؟ یہ امہات المومنین کی عزتوں کا مذاق اڑائیں اور ان سے اتحاد؟

کیا اس جیسی کتابیں چھپتی اور شائع ہوتی رہیں تو مسلمانوں میں اتحاد ممکن ہے؟ کیا ان عقائد پر اتحاد ہو سکتا ہے جنہیں یہ پکار پکار کے کہتے پھریں؟

یہ تو ایسا ہوا کہ کسی کو گھائل کر دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ تڑپ مت۔ کسی کو زخمی کر کے اس سے کہا جائے کہ اُف نہ کر، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کہاں ہیں وہ جو پکارتے پھرتے ہیں کہ آؤ مل بیٹھیں، ذرا سوچو تو سہی! کس نے دنیا کے بدلے میں دین کو بیچ ڈالا؟

کہاں ہیں وہ لوگ؟ کیا انہوں نے یہ کتابیں نہیں دیکھیں؟ اس سے بھی زیادہ بیہودہ

کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں ان کے عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ یہ اپنے عقائد پر کتنے کاربند ہیں؟

کتاب سلیم بن قیس کی طرح ان حضرات کی کوئی کتاب بھی، جو ان کے ہاں اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہے، طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے خالی نہیں۔ ❶

پچھلے صفحات میں ہم نے ان کی کچھ کتب سے عبارات نقل کی ہیں، آیئے ایک سرسری نظر کچھ دیگر کتب پر بھی ڈال لیں۔

حضرات شیعہ کی حدیث و رجال کی کتابوں میں سے سب سے اہم اور قدیم کتاب کا نام "معرفة الناقلين عن الائمة الصادقين" ہے۔ یہ کتاب ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی کی تالیف ہے، اور "رجال الكشي" کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب اس وجہ سے بھی دوسری کتابوں سے ممتاز ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تلخیص ان کے شیخ الطائفۃ ابوجعفر طوسی نے کی ہے، جس کی دو کتابیں "الاستبصار اور التهذيب" صحاحِ اربعہ میں شمار کی جاتی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب دو آدمیوں نے تیار کی ہے۔ ایک ان کا محدث اور فنِ رجال کا سب سے بڑا عالم جو سند اور حجت کا درجہ رکھتا ہے، یعنی کشی اور دوسرا ان کا امام اور شیخ، شیخ الطائفہ طوسی۔ ❷

---

❶ "ہمیں معلوم ہے کہ ان حضرات نے کچھ کتابیں تقیہ کرتے ہوئے عوام اور اہل سنت کو دھوکہ دینے کے لیے لکھی ہیں جیسے "اصل الشيعه واصولها" لمحمد حسين آل کاشف الغطاء اور اسد حیدر کی کتاب "الامام الصادق والمذاهب الأربعة."

❷ قمی نے اس کے بارے میں کہا ہے: ابوعمرو متقدمین میں سب سے بڑا عالم تھا۔ شیخ طوسی نے کہا ہے: وہ ثقہ ہے، احادیث اور راویوں کا جاننے والا ہے۔ صحیح عقیدہ والا ہے۔ عیاشی کے ساتھ رہا اور اس سے روایات لیں اور نقل کیں۔ اس کا گھر شیعہ اور اہل علم کی آماجگاہ تھا۔

معالم العلماء سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتاب کا نام "معرفة الناقلين عن الائمة الصادقين" ہے، شیخ الطائفہ نے اسے مختصر کرکے اختیار الرجال کا نام دیا ہے۔ ائمہ فن کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ علامہ کے وقت سے لے کر ہمارے وقت تک کے تمام علما یہی کہتے ہیں کہ یہی اختیار الشیخ ہے۔ کشی ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر کش کی طرف منسوب ہے۔" (الكنى والالقاب ج ۳ ص ۹۴، ۹۵) یہ چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوا اور اسی صدی میں وفات پائی۔

اس کتاب سے کچھ روایات نقل کرتے ہیں، جس سے اس قوم کی خرافات و بدزبانی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایات بتلا رہی ہیں کہ ان کے سینے اللہ کے برگزیدہ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، اور ہدایت یافتہ تابعین کے خلاف کس قدر حسد اور بغض سے پُر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ان سب ساتھیوں سے راضی ہو!

اس کتاب میں لکھتے ہیں:

''محمد بن ابی بکر نے علی علیہ السلام کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ وہ اپنے باپ سے بری ہیں۔'' ❶

مزید لکھتا ہے کہ ''انہوں نے علی سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امام ہیں، آپ کی اطاعت فرض کردی گئی ہے اور میرا باپ دوزخ میں ہے۔'' ❷

ایک روایت میں کہتا ہے:

''صہیب بُرا آدمی تھا جو عمر رضی اللہ عنہ پر رویا کرتا تھا۔'' ❸

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے:

''جو خون بھی ناجائز بہایا گیا ہے، جس حکم کا فیصلہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور علی کے حکم کے خلاف کیا گیا ہے۔ سب کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔'' ❹

ایک جگہ لکھتا ہے:

''اسلام میں کسی پچھنہ لگانے والی سینگی نے جس قدر خون بھی بہایا ہے جو مال بھی ناجائز طور پر کمایا گیا ہے، جو نکاح بھی ناجائز طور پر کیا گیا ہے، سب کا گناہ ان دونوں کو ملتا رہے گا، حتیٰ کہ ہمارا (مذموم) غائب امام کا ظہور نہیں ہو جاتا ہم بنی ہاشم اپنے چھوٹوں اور بڑوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کو گالیاں بکیں اور

❶ "رجال الکشی" محمد بن ابی بکر کے حالات کے تحت ص ۹۱ پر کتاب مطبوعہ کربلا۔
❷ "ایضاً"۔
❸ "رجال الکشی" ص ٤١ بلال وصہیب کے حالات کے تحت۔
❹ "رجال الکشی" ص ۱۷۹، ۱۸۰۔

ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں۔'' ❶

حضرت ذوالنورین کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ آیت ﴿یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ (یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں) عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❷

افضل کون؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی رضی اللہ عنہ!

ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ ان لوگوں کے نزدیک نبی صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہ؟ اس لیے کہ اگر علی رضی اللہ عنہ کو شرف اور فضیلت اس لیے ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں، ان کے عزیز و فرمانبردار ہیں تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے عزیز اس شرف سے کیوں محروم ہیں؟ ہر وہ آدمی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عزیز ہو، داماد ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اطاعت کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے عزیز رکھے، وہ عزت والا ہے اور اس کی عزت کی جائے گی، وہ عظیم آدمی ہے، اس کی توقیر لازم ہے، اس کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اس کا احترام کیا جائے گا، اور وہ اسی قابل ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں، بزبانِ وحی گفتگو کرنے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی خوشی سے دونوں بیٹیوں کی شادی آپ رضی اللہ عنہ سے کی، اور علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو دل کا درجہ دیا، تو پھر ان کا احترام اور تعظیم و توقیر کیوں نہ کی جائے؟ اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کے نواسے بھی تھے۔ مومنین میں سے سب سے پہلے ایمان لانے کی وجہ سے اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے ہیں۔

اللہ کے بندو کچھ انصاف کرو!

ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ کا احترام و تعظیم نہیں کرتے،

---

❶ "ایضاً ص ۱۸۰" ❷ "رجال الکشی" ص ۳۴۔

بلکہ علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آپ ﷺ کا احترام کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی بیٹی سے شادی کر کے آپ ﷺ کو عزیز اور اپنا رشتہ دار بنایا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جو بھی علی کے قریب ہو گیا آپ کی مدد کی، اعانت کی اور آپ کے گروہ میں شامل ہو گیا وہی افضل و اعلیٰ ہے، اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے اِن لوگوں نے یہ جھوٹا قصہ اور عجیب و غریب روایت گھڑ لی ہے کہ:

''صدوق کا بھلا ہو، نبی ﷺ سے روایت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تین چیزیں دی گئی ہیں جن میں علی بھی میرا شریک ہے۔ اور علی کو تین چیزیں دی گئیں لیکن میں ان میں شریک نہیں۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی تین چیزیں ہیں جن میں علی آپ کے شریک ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا حمد کا جھنڈا میرا ہے اور اُسے اٹھانے والے علی ہیں، حوضِ کوثر میرا ہے اور اس سے پلانے والے علی ہیں۔ جنت و جہنم کا اختیار مجھے ہے لیکن اسے تقسیم کرنے والے علی ہیں۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں اور مجھے ان میں شریک نہ کیا گیا وہ یہ ہیں، علی کو شجاعت دی گئی اور مجھے ویسی شجاعت نہ ملی، علی کو فاطمہ زہرا جیسی بیوی ملی مجھے ویسی بیوی نہیں ملی، علی کو حسن اور حسین جیسے دو بیٹے ملے مجھے ویسے بیٹے نہیں ملے۔

(الانوار النعمانية لنعمت الله جزائری)

مجلسی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی بلکہ مزید کہتا ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا خدیجہ تیری خوش دامن ہیں، مجھے ویسی خوش دامن نہیں ملی، میرے جیسا سسر تجھے ملا، میرا مجھ جیسا سسر نہیں، تجھے جعفر جیسا سگا بھائی ملا مجھے اس جیسا بھائی نہیں ملا، تیری والدہ فاطمہ ہاشمیہ ہیں، مجھے ویسی ماں نہیں ملی۔'' (بحارالانوار للمجلسی ص ۵۱۱ مطبوعه قديم الهند)

ان روایات سے ...... اور اس جیسی بہت سی روایات ہیں...... ان لوگوں کے اعتقادات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ علی کو اصل اور نبی کو فرع سمجھتے ہیں۔ خود ان لوگوں نے صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ سیّد الکونین ﷺ سے علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں، ان کا یہ عقیدہ بالکل ظاہر ہے جس

میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

یہ ان کے کشی اور طوسی کا حال ہے۔

آ یئے دیکھیں کہ [1] عاملی نباتی کیا کہتا ہے؟ اس نے اپنی کتاب میں ایک مستقل حصہ لعن طعن کے لیے مخصوص کر دیا ہے اور اس باب کا عنوان یہ رکھا ہے؟ ''یہ باب ان پر طعن کے لیے ہے جن لوگوں نے (علی پر) ظلم و زیادتی کی اور ہر ایک نے اپنے زمانے میں جو جو ظلم کیے۔'' اس عنوان کے تحت لکھتا ہے: ''اس باب کو اصحابِ ثلاثہ کی نسبت سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔'' [2]

چنانچہ اس نے پہلے حصہ میں اپنے جیسے ایک اور رافضی کی زبان سے یہ اشعار لکھے ہیں:

کہتے ہیں کہ ابوبکر احمد کا خلیفہ تھا
اس کے متعلق جھوٹ کہتے ہیں جس پر قرآن نازل ہوا
یہ تیمی (بنو تیم کا فرد) اس کا خلیفہ نہیں تھا
بلکہ یہ شیطان کا خلیفہ تھا! [3]

رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور یارِ غار کے خلاف اپنے اندر کا بغض و کینہ اگلتے ہوئے محمد بن ابی بکر کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہتا ہے کہ انہوں نے کہا:

''میں عمر، عائشہ اور میرا بھائی اپنے والد کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے تین دفعہ تباہی، ہلاکت کا نام لیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں دوزخ

---

[1] اس کا نام ابومحمد زین الدین علی بن یونس عاملی ہے، نویں صدی کی ابتدا میں پیدا ہوا اور ۸۷۷ھ میں فوت ہوا۔ ''فقیہ محدث اور مفسر ہے۔'' (معجم المؤلفین ج ۷ ص ۲٦٦)

''جبل عامل کے فقہاء میں سے تھا، اعلیٰ ترین علما سے اور علم کلام کا عظیم عالم تھا۔ شریعت کا خوب عالم تھا اور راویوں کا جاننے والا تھا۔'' (مقدمہ للصراط ج ۲ ص ۱۹) اس کی کتاب ''الصراط المستقیم'' اس کی سب سے بڑی اور عظیم تصنیف ہے۔

[2] ''الصراط المستقیم الیٰ مستحق التقدیم'' للعین النباتی ج ۲ ص ۲۷۹ ط مطبعة الحیدری، مکتبة المرتضویه.

[3] ایضاً ص ۲۹۹.

کی پیشین گوئی کی ہے۔ ان کے ہاتھ میں وہ عہد نامہ تھا، جس پر ہم نے پیمان کیا تھا۔ سب مجھے چھوڑ کر نکل گئے اور کہنے لگے: چھوڑ دیا جائے، میں نے کہا، آپ بے خیالی میں کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگے، بخدا نہیں! خدا ابنِ ضحاک پر لعنت کرے، اس نے نصیحت آ جانے کے بعد مجھے گمراہ کر دیا۔ آپ ہلاکت ہلاکت پکارتے رہے تا آنکہ میں نے انہیں چپ کرا دیا۔ پھر انہوں نے مجھے وصیت کی کہ میں ملامت کے ڈر سے یہ بات نہ کروں۔'' [1]

یہ لکھا ہے اس بدگو نے اللہ اس کا حشر بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض رکھنے والوں کے ساتھ کرے۔

اسلام کی وہ عظیم شخصیت جس نے قیصر کو فتح کیا، کسریٰ کی شوکت و عظمت کو توڑ، یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال پھینکا، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سسر اور ان کی بیٹی امّ کلثوم کے شوہر کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی موت کے قریب کہا تھا:

''کاش! میں اپنے گھر والوں کا ایک مینڈھا ہوتا، وہ گوشت کھا جاتے میری ہڈیاں چبا ڈالتے لیکن میں کسی گناہ کا مرتکب تو نہ ہوتا۔'' [2]

یہ ملعون ''اس کے اندر کی خباثت اور اس کے کلام کی خساست'' کا عنوان قائم کر کے اس میں ایسی بات لکھتا ہے جس کے کہنے سے فاسق و فاجر بھی حیا کرتے۔ لکھتا ہے کہ ﴿وَلَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ﴾ (برا اور اچھا برابر نہیں) اور ﴿اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ﴾ (بری عورتیں بُرے مردوں کے لیے ہیں) دونوں آیتیں اس کے بارے میں نازل ہوئیں۔'' [3]

اس سے بھی زیادہ جراءت و جسارت کرتے ہوئے یہ اشعار لکھتا ہے۔ خدا اسے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ڈالے۔ لکھتا ہے:

جب تو عدی کی نسبت بنی مضر میں کرے تو نسب میں دال کو عین سے پہلے لے

---

[1] ایضاً ص ۳۰۰۔ [2] ایضاً ج ۳ ص ۲۵ ''نوع ثانی'' کے تحت۔

[3] الصراط المستقیم ج ۳ ص ۲۹۔

آ اور برائی و بے حیائی کے یہ الفاظ اس آدمی سے پہلے کہہ کہ وہ حرامی ہے، بدمعاش ہے، اس کے نسب میں خیانت کی گئی ہے۔ ❶

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے:

''جو بھی ظلم اور فتنہ بپا ہوا ہے، وہ دوزخ میں ان دونوں کے گلے میں ڈالا جائے گا۔'' ❷

صاحب جود وحیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے شوہر، ذوالنورین، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے بارے میں لکھتا ہے:

''اسے بھیڑیے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نعثل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی بہت زیادہ بال ہونے کی وجہ سے بھیڑیا ہی تھا...... کہا جاتا ہے کہ نعثل اس بڑے سانڈ کو کہتے ہیں جس کی داڑھی بہت بڑی ہو۔ کلبی نے ''کتاب المثالب'' میں کہا ہے، عثمان سے چھیڑ خانی کی جاتی تھی، وہ مخنث تھا اور ڈھولک بجایا کرتا تھا۔'' ❸

مزید لکھتا ہے: ''لوگوں کی زبان پر عثمان کا نام کافر ہی مشہور تھا۔'' ❹

آخر میں ہم آپ کو بتا دیں کہ اس کاٹ کھانے والے کتے نے تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم وارضاہم کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ کا یہ قول:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انہیں بہرا اور اندھا کر دیا ہے۔''

ان تینوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ ❺

اس کے دل کا زہر اس کے منہ سے اُبلا پڑتا ہے۔ اشعار میں کہتا ہے ؎

ہو جا تو عتیق اور غنذر سے
اور نعثل سے انکار کرنے والا

---

❶ "ایضاً ج ۳ ص ۲۹"۔
❷ "ایضاً ج ۳ ص ۱۳"۔
❸ "الصراط المستقیم" ج ۳ ص ۳۰۔
❹ "ایضاً ص ۳۶۔
❺ "ایضاً ص ٤٠"

یہ دوزخ کے کتے اور خنزیر ہیں
نبی مرسل، احمد کے دشمن ہیں ❶

ہم نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں تمام شیعہ حضرات کے عقائد یہ ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ پہلے لوگوں نے ایسا کیا ہے، متاخرین یہ باتیں نہیں کہتے۔

ان دھوکہ بازوں کی باتوں سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ یہ لوگ ظاہراً (دھوکہ دہی کے لیے) یہی کہتے ہیں کہ:

> ''غیر شیعہ حضرات جو ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ہم سلف اور صحابہ میں سے بعض کو بُرا بھلا کہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اس دعویٰ کی دلیل لائیں۔ شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے نبی کے ساتھیوں کا احترام کرنا اپنے نبی کا احترام ہے۔ ہم آپ کے احترام کی وجہ سے ان سب کا احترام کرتے ہیں۔'' ❷

یہ بات ملحوظ رہے کہ صرف ان کے متقدمین و اولین ہی نے اس قسم کی ہذیان گوئی نہیں کی بلکہ متاخرین بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلے ہیں۔ ہم نے پچھلے صفحات میں متقدمین و متاخرین، فقہاء، مفسرین اور محدثین کی کچھ عبارتیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ مزید عبارات ملاحظہ ہوں۔

یہ کتابیں وہ ہیں جو ان کے متقدمین نے تالیف کی تھیں اور انہیں متاخرین نے حاشیہ آرائی کے ساتھ، پوری تحقیق کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ ان کتابوں کی تعریف میں بے حد مبالغہ آرائی کی ہے۔ اگر یہ ان کتابوں اور ان موجود گالی گلوچ اور بیہودگی پر خوش نہ ہوتے تو انہیں شائع ہی کیوں کرتے، کیوں ان کی اس قدر تعریفیں کرتے؟

کیا اہلِ سنت میں سے کوئی آدمی کوئی ایسی کتاب شائع کر سکتا ہے جس میں علی رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ ﷺ کے نواسوں، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پر طعن و تنقید کی گئی ہو؟ معاذ اللہ!

❶ "الصراط المستقيم" ج ٣ ص ٤٠.
❷ "اعيان الشيعة" ج ١ ص ٦٩ ط: بيروت.

ان لوگوں نے صرف یہ کتب شائع ہی نہیں کیں بلکہ ان کی بے حد و حساب تعریف اور توصیف بھی کی ہے۔

مثال کے طور پر اسی کتاب کو لے لیجیے، ان حضرات نے مسلمانوں میں صرف اس کی طباعت و تقسیم ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اسے سب سے خوبصورت کتاب اور مبحث امامت میں لکھی جانے والی سب سے عمدہ کتاب قرار دیا ہے، کہتے ہیں کہ بحث و تحقیق اس پر ختم ہے اور یہ کتاب عقلی و نقلی دلائل، براہین قاطعہ اور صحیح روایات کے لیے سب سے مستند ہے۔ اس میں ایسی واضح آیات ہیں جن کی تاویل و تفسیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔ [1]

ایک اور کہتا ہے:

> ''میری جان کی قسم! اپنے موضوع پر یہ بڑی عجیب کتاب ہے۔ صاحبِ ''الروضات'' کہتا ہے، میں نے سیدنا مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب ''شافی'' کے بعد اس جیسی اور کوئی کتاب نہیں دیکھی، بلکہ کئی وجہ سے یہ کتاب اس سے بھی زیادہ اچھی ہے۔'' [2]

> اس جیسی عبارت کحالہ سے بھی منقول ہے۔ [3]

اسی طرح قمی [4]، خوانساری [5]، اصفہانی [6]، حر العاملی [7] اور ان کے علاوہ دیگر کئی حضرات سے اس کتاب کی تعریف منقول ہے۔ یہ سب کے سب متاخرین میں سے ہیں۔

اب شیعہ حضرات یہ کہہ کر، کہ وہ صحابہ پر تنقید نہیں کرتے اور نبی کے احترام کی وجہ سے صحابہ کا بھی احترام کرتے ہیں، دراصل سادہ لوح اہل سنت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ تقیہ

---

[1] یہ وہ الفاظ ہیں جو سماحة الحجة الكبير آية الله امام شیخ آغا بزرگ طہرانی نے ذکر کیے ہیں، جو نجف اشرف کے مشہور ترین مجتہدین میں سے ہے۔ ''الذریعہ'' وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے۔ (دیکھیے: مقدمه ج ۳ ص ۲٤)

[2] مقدمه ''الصراط المستقيم'' ج ۲ ص ۹ لشهاب الدين المرغشي النحفي.

[3] ''معجم المولفين'' ج ۷ ص ۲٦٦.

[4] ''الكنى والالقاب'' ج ۲.

[5] ''روضات الجنات'' ج ۱ ص ٤٠٠.

[6] ''رياض العلماء'' ص ٥٨٦.

[7] ''امل الآمل'' ص ۲۳.

کرتے ہیں۔ دلوں میں کچھ رکھتے ہیں اور ظاہر میں کچھ کہتے ہیں۔

اس کی سب سے بڑی دلیل سید محسن کا وہ قصیدہ ہے جو اس نے اس ناپاک کتاب کی تعریف و تمجید میں لکھا ہے۔ یہ قصیدہ اس نے اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب کبیر میں لکھا ہے۔ ساتھ ہی مصنف کے حالات بھی بیان کرتا ہے۔ اس کے باوجود ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نبی کے احترام کی وجہ سے صحابہ کا احترام کرتے ہیں۔

دیکھیے کیا کہتا ہے:

یہ کتاب اس آدمی کے لیے ہدایت کی بشارت ہے
جو ان کے راستوں پر بلا اختلاف چلنا چاہے
گویا یہ احمد مبعوث کی وہ کتاب ہے کہ جب آئی
تو آخری دین کو انصاف سے لے کر آئی
یہ گویا مقتدین شیعہ کی ایسی کتاب ہے
جیسے کہ سورۂ اعراف [1] ہے
یہ تجھے رجال اور راویوں کے بارے میں بتائے گی
ایسی عبارت اور ایسے لفظوں میں جو کافی و شافی ہیں!
یہی سیدھا راستہ ہے اور یہی سیدھے
دین کا وہ نظام ہے جو سالک کے لیے کافی ہے
یہ اس کی تالیف ہے جس میں اس کے بارے میں آراء بھی ہیں
پورے طور پر اور تمام اوصاف کے ساتھ

---

[1] سورۃ الاعراف کے ساتھ تشبیہ کی وجہ شبہ غالباً یہی ہے کہ جس طرح اس سورۃ مبارکہ میں بیان کردہ گزشتہ انبیاء ورسل کے واقعات مبنی بر حقیقت ہیں اسی طرح اس کتاب میں بیان کردہ دلائل و براہین بھی قطعی اور حقیقی ہیں۔ نیز کتاب کا نام ''الصراط المستقیم'' کی وجہ تسمیہ بھی اس سے ظاہر ہے۔ بہرحال اس سے شیعہ کے ہاں قرآن کریم کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (حنیف)

شیخ زین الدین جو اپنے زمانے کا قطب تھا
اچھے اخلاق کا مالک آلِ مناف میں سے تھا
اس نے شیعانِ حیدر کا نام روشن کردیا
وہ تباہ ہوگیا جس نے اس (کتاب) کی نصوص کا انکار کیا
اس کا ثواب احمد اور اس کے وصی کو پہنچے
جو کرم والے اور خوبیوں کے خزانے ہیں!

یہ ہم نے اس لیے نقل کیا ہے کہ شاید اس سے غافل چونک اٹھیں، فریب زدہ لوگ عبرت حاصل کریں، سادہ لوح نصیحت پکڑیں: ﴿كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ﴾

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلاف کے خلاف کس قدر نفرت وبغض بھرا ہے، وہ اسلاف جو اس امت کے حقیقی محسن ہیں۔ تاہم اس بحث وموضوع کی تکمیل وتتمیم کے لیے ہم مزید کچھ روایات دوسری کتابوں سے بھی اور دیگر علماء وفقہاء سے بھی نقل کیے دیتے ہیں۔

ان میں سے ایک اردبیلی ہے، جس نے اپنی کتاب میں ایک پورا باب لعن طعن کے لیے قائم کیا ہے جس میں وہ تمام صحابۂ رسول ﷺ کو کافر وفاسق کہتا ہے، بالخصوص تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو چنانچہ خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''خلفائے ثلاثہ جیش اسامہ سے پیچھے رہ گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے نبی کے حکم کی خلاف ورزی کی اس لیے وہ کافر ہوگئے اور اپنے کفر کی وجہ سے لعن کے مستحق ہوچکے ہیں۔'' [1]

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق اشعار میں لکھتا ہے۔ ع

''اللہ جانتا ہے انہی کا حق ہے، نہ تیم کا حق ہے اور نہ عدی کا، اے قبیلہ تیم کے فرد ابوحسن (علی) پر ظلم مت کر جبکہ خدا نے انہیں وصیوں کے درمیان چن لیا ہے

[1] ''حديقة الشيعة'' ص ۲۳۳ مطبوعه طهران.

نبی نے علی کو ان کے کافر ہونے کے دن نوازا علم، حلم، قرآن اور دین سے۔" ❶

"مطاعنِ عمر" کے عنوان سے ایک خاص باب قائم کر کے اس کے تحت لکھتا ہے:

"عمر کے اتنے مطاعن ہیں کہ نہ تقریر میں سما سکتے ہیں نہ تحریر میں۔" ❷

اسی طرح "مطاعنِ عثمان" کے نام سے ایک باب قائم کر کے لکھتا ہے کہ "جب مسلمانوں کو احد میں شکست ہوگئی تو عثمان نے چاہا کہ شام کی طرف بھاگ جائے، اس نے ایک یہودی دوست سے اجرت طے کر لی۔ طلحہ نے ایک نصرانی دوست سے اجرت طے کر لی اور پھر ایک نے یہودی اور دوسرے نے عیسائی بن جانے کا ارادہ کر لیا۔" ❸

ایک جگہ لکھتا ہے:

"ملعون عثمان باطل پر تھا۔" ❹

ابنِ طاؤس حسنی، جس نے ہلاکو کا نمائندہ و جاسوس بننا قبول کر لیا لیکن عباسیوں کا نمائندہ نہ بنا، مسلمانوں کا یہ قاتل اور انہیں ہلاک و تباہ کرنے والا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے کینے کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

"کیونکہ انہوں نے ابوبکر کی خلافت کو روا رکھا اور عباس، علی وغیرہ اور دوسرے بنی ہاشم کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ بنی ہاشم بنی تیم اور بنی عدی کے مقابلے میں اپنے نبی سے زیادہ قریب تھے...... تو کس طرح قریب والا اور افضل درجہ والا مرتبہ میں دور والے اور رذیل سے کم ہوگیا۔" ❺

مزید لکھتا ہے:

"(شبِ ہجرت) رسول اللہ نے علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا، ابنِ ابی قحافہ کے بارے میں ڈر تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دے گا، چنانچہ اسے اپنے ساتھ

---

❶ ایضاً۔ ❷ ایضاً ص ۲۶٦۔

❸ "ایضاً ص ۳۰۲۔ ❹ "ایضاً ص ۲۷۵۔

❺ "الطرائف فی معرفة مذهب الطوائف" لابنِ طاؤس ص ٤٠١ مطبعة الخيام، رقم ١٤٠٠ھ۔

غار میں لے گئے۔''❶

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ ''وہ اسلام سے پہلے گدھوں کو ہانکا کرتے تھے۔'' مزید کہتا ہے:

''اس کی دادی ضحاک ایک حبشیہ تھی، جس نے زنا کیا تو اس نے بچہ جنا، پھر روایت کرتے ہیں کہ حرامی ''نجیب'' (اچھے نسب والا) نہیں ہوسکتا۔ اس اختلاف و تناقض کے باوجود وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب سے اچھے نسب والا (انجب) ہے۔ خود کو جھٹلاتے ہیں۔ اگر وہ سمجھ دار ہوتے تو اس کے خلیفہ بننے کو سخت ناپسند کرتے، تاہم وہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ حرامی تھا۔''❷

دیکھیے کتنے غلط انداز اور بُرے لفظوں میں یہ بات کہہ رہا ہے:

''اور انہوں نے عمر کو چن لیا، اس کا حال وہ ہے جس کا وہ خود اقرار کر چکے ہیں، پھر دیکھو کہ کس طرح عمر لکڑیوں کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے، جسم کو ننگا کرتا ہے اور اپنے نبی محمد ﷺ کے راستے میں ان کی وفات کے بعد گدھوں کی تجارت کرتا ہے۔ پھر غور کرو! کہ کس طرح ان کی زندگی میں بدمعاملہ اور بُری صحبت اختیار کیے سامنے آتا ہے۔ نبی کے اہلِ بیت آپ کی وفات کے بعد اس راستے سے نہیں گزرے۔''❸

تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

''اور تیسرا اٹھا، کوے کی طرح اس کا پیٹ نکلا ہوا تھا، ہلاکت ہو اس پر۔ کاش اس کے پر کاٹ دیے جاتے، اس کا سر جدا کر دیا جاتا تو اس کے لیے بہتر تھا۔''❹

حضرات شیعہ کا مجدد اور حجۃ القوم، ان کا فقیہ اور محدث، ملا باقر مجلسی جسے یہ لوگ خاتم المحدثین اور امام الاخباریین کے نام سے پکارتے ہیں ...... وہ امام ہے لیکن دجل و کذب کا

---

❶ ایضاً ص ٤١٠۔ ❷ ایضاً ص ٤٦٨، ٤٦٩۔

❸ ''الطرائف فی معرفة مذهب الطوائف'' ص ٤١٧۔ ❹ ایضاً ص ٤١٧۔

امام ہے۔لعن طعن کا امام ہے۔ وہ بہتان طرازی وتہمت تراشی، جھوٹ اور ہذیان گوئی میں تمام اولین سے بڑھ کر ہے۔ اس نے اخلاقی اور غیر اخلاقی تمام حدود پھلانگ لی ہیں۔ اس بدبخت نے اپنی کتاب ''حق الیقین'' میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے، ''ابوبکر اور عمر کے کفر کا بیان'' اس کے تحت لکھتا ہے:

> ''یہ بات معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت الامیر علیہما السلام دونوں ابوبکر اور عمر کو منافق، ظالم اور غاصب سمجھتے تھے، اسی طرح ان کو جھوٹا، مخالف حق اور امام کی نافرمانی کرنے والا سمجھتے تھے۔''

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آدمی جس نے جماعت میں تفریق ڈالی، امام کی اطاعت کو چھوڑا، اور اسی حال میں مر گیا کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ بھی مروی ہے کہ کوئی آدمی مر جائے اور اس کے گلے میں اطاعتِ امام کا پٹہ نہ ہو یا جس نے جماعت میں ذرہ برابر بھی تفریق ڈالی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ بات بھی معلوم ہے کہ صدیقہ، طاہرہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے ابوبکر سے ناراضگی کی حالت میں وفات پائی ہے۔ [1] آپ ابوبکر کو گمراہی اور باطل پر سمجھتی تھیں، صرف یہی نہیں بلکہ جو آدمی بھی ابوبکر کی امامت کا اعتقاد رکھے اور اس کا اقرار کرے، وہ بھی جاہلیت اور کفر وضلالت کی موت مرا...... اور عمر بھی ایسا ہی تھا۔ [2]

---

[1] جھوٹ بکتا ہے خدا کا دشمن۔ اسے یاد نہیں کہ اس نے خود بیان کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی وفات سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس طرح راضی تھیں جس طرح عمر رضی اللہ عنہ سے پیچھے گزر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا۔

[2] "حق الیقین" للمجلسی ص ٢٠٤، ٢٠٥ مطبوعه ایران۔

فاطمہ کا علی پر غصہ کرنا رضی اللہ عنہا حالانکہ ان کا راضی ہونا اور ناراض ہونا اسلام اور کفر کا سبب نہیں بنتا، آپ رضی اللہ عنہا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر بارہا برہم وناراض ہو چکی ہیں مگر کوئی نہیں کہتا کہ اس سے علی رضی اللہ عنہ اسلام سے خارج ہو گئے۔

خود شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں روایات بیان کی ہیں۔

ان میں ایک روایت وہ ہے جسے ابنِ بابویہ قمی (صدوق) نے اپنی کتاب میں اپنے چھٹے امام معصوم...... ابوعبداللہ (جعفر) سے نقل کیا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا تھا:

''کیا جنازہ کے ساتھ آگ، انگیٹھی، قندیل یا اور کوئی ایسی چیز جس سے روشنی کی جائے، لے ⇦⇦

⇦⇦ کر جایا جاسکتا ہے؟“

راوی کہتا ہے: اس سوال سے ابوعبداللہ کا رنگ متغیر ہوگیا، آپ بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

”بدبختوں میں سے ایک بدبخت رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ کو علم نہیں کہ علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے، آپ نے پوچھا: تو سچ کہہ رہا ہے؟ اس سے نے کہا سچ کہہ رہا ہوں۔ تین دفعہ کہا، آپ کو اس قدر غیرت آئی کہ آپ کی برداشت سے باہر ہوگئی۔ بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں پر غیرت اور مردوں پر جہاد فرض کردیا ہے، جو عورت اس پر ضبط اور جبر کرے اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والے کو ملتا ہے، کہتا ہے: آپ کو اس پر شدید غم ہوا، آپ رات تک فکر مند رہیں، رات ہوگئی تو آپ نے حسن کو دائیں کندھے پر اور حسین کو بائیں کندھے پر اٹھایا۔ ام کلثوم کا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑا اور اپنے والد کے گھر چلی گئیں، علی آئے اور اپنے کمرے میں داخل ہوگئے۔ آپ نے فاطمہ کو نہیں دیکھا۔ فاطمہ کو اس سے اور زیادہ غم ہوا۔ علی نہ جانتے تھے کہ قصہ کیا ہے۔ علی کو شرم محسوس ہوئی کہ ان کو ان کے والد کے گھر سے بلا کر لائیں، آپ مسجد میں آئے تاکہ کچھ نماز پڑھ لیں، اس کے بعد مسجد کی کچھ چیزوں سے ٹیک لگالی۔ جب نبی ﷺ نے فاطمہ کو دیکھا کہ مغموم ہیں تو آپ پر پانی ڈالا، اس کے بعد اپنے کپڑے پہنے اور مسجد میں داخل ہوگئے۔ کافی دیر آپ ﷺ رکوع وسجود کرتے ہوئے نماز میں مشغول رہے۔ ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد آپ خدا سے دعا کرتے کہ یا اللہ! فاطمہ کا دکھ درد دور کردے۔ جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ آپ ہچکیاں اور سسکیاں لے رہی ہیں۔ نبی ﷺ نے دیکھا کہ آپ سوئی نہیں اور آپ کو قرار نہیں آرہا تو آپ سے فرمایا، اٹھ میری بیٹی، آپ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ نبی ﷺ نے حسن کو اٹھایا اور فاطمہ نے حسین کو اٹھا کر ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا، آپ علی کے پاس آئے، وہ سورہے تھے نبی ﷺ نے اپنے پاؤں سے ان کے پاؤں کو ٹھوکر لگائی اور کہا: اے ابوتراب اٹھ، کتنے ہی پرسکون آدمیوں کو تو نے جھنجوڑ دیا، جا ابوبکر کو اس کے گھر سے، عمر کو اس کی مجلس سے اور طلحہ کو بلا کر لاؤ۔ علی گئے اور دونوں کو ان کے گھروں سے بلا لائے۔ سب رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! کیا تو نہیں جانتا کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا اور حصہ ہے۔ جس نے اسے دکھ دیا گویا اس نے مجھے دکھ دیا، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی، جس نے میری موت کے بعد اُسے تکلیف پہنچائی گویا اس نے میری زندگی میں اُسے تکلیف پہنچائی جس نے میری زندگی میں اسے تکلیف دی وہ اس جیسا ہے جس نے میری موت کے بعد اسے تکلیف دی۔“ (علل الشرائع للقمی، ص ۱۸۵، ۱۸۶ مطبوعہ نجف۔ یہ روایت مجلسی نے بھی اپنی کتاب ”جلاء العیون“ میں نقل کی ہے)۔

عجیب بات ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کی روایت کے مطابق صرف علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے، لیکن یہ اسے صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھیر رہے ہیں۔ یہی بات ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے کہ اگر یہ عہد فاعل کے ساتھ ملحق ہے تو لامحالہ یہ وعید علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے لیے ہے۔ اور اگر وعید فاعل کے ساتھ ملحق نہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وعید سے علی رضی اللہ عنہ کی نسبت دور ہیں۔ (المنتقی للذھبی) ⇦⇦

⇦⇦ دوسری دفعہ آپ اس وقت علی پر برہم ہوئیں جب آپ نے علی کا سر اس لونڈی کی گود میں دیکھ لیا جسے آپ کے بھائی نے آپ کو ہدیہ میں پیش کیا تھا، روایت یوں ہے:

قمی اور مجلسی ابوذر سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''میں اور جعفر بن ابی طالب حبشہ کے شہروں کی طرف ہجرت کر رہے تھے، جعفر کو ایک لونڈی پیش کی گئی جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی، جب ہم مدینہ آئے تو اس نے وہ لونڈی علی کو دے دی کہ ان کی خدمت کرے۔ علی نے اُسے فاطمہ کے گھر میں رکھ لیا۔ ایک دن فاطمہ علیہا السلام نکلیں تو دیکھا کہ علی علیہ السلام کا سر لونڈی کی گود میں ہے، آپ کہنے لگیں: اے ابو الحسن تو نے اس سے کیا ہے؟ آپ نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا، تو کیا چاہتی ہے؟ آپ نے کہا: مجھے اجازت دو کہ میں اپنے والد رسول اللہ کے گھر چلی جاؤں علی نے آپ سے کہا: میں نے تجھے اجازت دی، فاطمہ نے اپنا گریبان پھاڑ لیا اور نبی کے پاس چلی گئیں۔''

(علل الشرائع ص ١٦٣، بحارالانوار ص ٤٣۔ ٤٤ باب معاشرتها مع علي)

''دیکھیے کتنی گندی اور گھٹیا تعبیر ہے، یہ ان لوگوں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر سراسر بہتان اور الزام ہے جو اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اہل بیت اس قسم کے گھٹیا پن سے بالاتر تھے۔

تیسری دفعہ آپ اس وقت برہم ہوئیں جیسا کہ خود ان حضرات نے بیان کیا ہے:

''فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب فدک کا مطالبہ کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دینے سے انکار کر دیا، آپ لوٹ رہی تھیں تو غصہ سے اس طرح کانپ رہی تھیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بیمار پڑ گئیں اور علی پر برس پڑیں کہ انہوں نے آپ کی کوئی مدد اور آپ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا۔''

آپ کہنے لگیں:

''اے ابنِ ابی طالب! زمانے کے بہادروں اور جنگجوؤں کو ہلاک کرنے کے بعد اب تو بزدلوں کی طرح چپ اور پیٹ کے بچے کی طرح خاموش بیٹھ گیا ہے، اب یہ ہیجڑے تجھ پر غالب آ گئے۔ یہ ابنِ ابی قحافہ مجھ سے فدک چھین رہا ہے جو میرے باپ نے مجھے دے دیا تھا۔ میرے ساتھ ناحق جھگڑا کر رہا ہے کسی نے میری مدد نہیں کی، کوئی میرا مددگار و معین اور کوئی میرا حامی اور وکیل نہیں۔ آپ غصہ میں کہتی چلی گئیں، آپ کا غم بڑھتا گیا، تو نے مجھے ذلیل کر دیا، بھیڑیے آ جا رہے ہیں اور تو جنبش تک نہیں کرتا (یلیتنی مت قبل هذا و كنت نسيا منسيا) میں اپنے باپ سے شکایت کروں گی، اپنے رب سے جھگڑوں گی۔''

("حق اليقين" للمجلسي "بحث فدك" ص ٢٠٣۔٢٠٤)

(اسی جیسی روایت "الاحتجاج" للطبرسی اور "الامالی" ص ۲۹۵ مطبوعہ نجف میں بھی ہے)

علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اور بھی بہت سے جھگڑے ہیں جنہیں مجلسی، طوسی اور اربلی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جو اسی بناء پر وقوع پذیر ہوئے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہا علی رضی اللہ عنہ پر برہم ⇦⇦

صحابۂ رسول ﷺ کی دشمنی میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''ایک دفعہ ابوبکر سے کلالہ کا مسئلہ پوچھا گیا، اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: اگر حق ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ کیا خوب کہا ابوبکر نے کہ اپنے آپ کو شیطان کا ساتھی بنالیا اور وہ جہنم میں بھی اس کا ساتھی ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ شیطان سے اس نے عمر مراد لیا ہو۔'' ❶

اس ملعون نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''اس باب میں چند وہ بدعتیں اور برے اعمال و افعال بیان کیے جاتے ہیں جن کا ارتکاب اہل سنت کے خلیفہ ثانی، عمر نے کیا ہے۔'' ❷

⇐ ⇐ ہوگئیں۔ پتہ نہیں اب یہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں، انصاف کرنے والے کیا فیصلہ کرتے ہیں؟

ہم تم ہی لوگوں کو منصف مقرر کرتے ہیں، آپ جو جواب علی کے بارے میں دیں گے وہی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ہمارا جواب ہوگا۔

اگر یہ کہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہونے کے بعد پھر علی رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئیں تھیں تو ہم کہیں گے کہ وہ تو شیخین سے بھی ناراض ہونے کے بعد راضی ہوگئی تھیں۔ ''اس کے بعد ابوبکر فاطمہ کی طرف گئے اور عمر کی سفارش کی اور انہیں ان کے پاس بلایا، چنانچہ آپ ان سے راضی ہوگئیں۔'' (شرح نهج البلاغة" لابنِ ابی الحديد ج ۱ ص ٥٧ مطبوعه: بیروت "حق اليقين" ص ۱۸۰ مطبوعه: طهران "شرح النهج" لابن میثم ج ٥ ص ٥٠٧ مطبوعه طهران "شرح النهج" للدنبلی ص ۳۳۱ مطبوعه طهران)

❶ "حق اليقين" ص ۲۰٦ کیا ان لوگوں کی یہ بات سننے کے بعد بھی کوئی آدمی اتحاد کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ وہی آدمی کرسکتا ہے جو یا تو جاہل و فریب خوردہ ہو یا جان بوجھ کر جاہل بنا ہو، ضمیر فروش ہو، کیا اس پر بھی اس کی غیرت جوش میں نہیں آئے گی؟ اتنی گالیاں سن کر بھی اس کی غیرتِ اسلامی اور شریعت کی محبت جوش نہیں مارے گی؟ جسے ام المومنین پر قرآن کے حوالے سے کیچڑ اچھالنے پر بھی غیرت نہیں آئے گی، اسے اپنی ماں پر بھی غیرت نہیں آئے گی۔ جسے رسول ﷺ کے سب سے پسندیدہ، اور محبوب شخصیت پر غیرت نہیں آئے گی اسے اپنے کسی محبوب پر بھی غیرت نہیں آئے گی۔

❷ ''اس بدبخت کو کون بتائے کہ وہ جسے اہلِ سنت کا خلیفہ کہہ رہا ہے، وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد، چچاؤں، ماموؤں اور بھائیوں بھتیجوں، بلکہ پورے خاندان کا خلیفہ ہے۔ وہ خود اس کے ایک وزیر، مشیر اور قاضی ہیں۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی بیٹی دی۔ ان کے اعمال پر رشک کیا، جیسے کہ پیچھے مکمل حوالہ جات کے ساتھ گزر چکا ہے۔

اس کے بعد کہتا ہے:

''اس فتنہ وفساد کی جڑ کے مطاعن اور برائیاں اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ کئی ضخیم اور تفصیلی کتب میں بھی نہیں سما سکتیں تو اس کتاب میں کیونکر آ جائیں گی؟ وہ ابوبکر کے تمام عیبوں اور برائیوں میں شریک تھا، بلکہ اس کی خلافت بھی اس کے جرائم میں سے ایک جرم ہے۔'' [1]

ایک جگہ لکھتا ہے ''اور عمر جانتا تھا کہ وہ کافر، منافق اور دشمن اہل بیت ہے اور اس کی گردن پر تمام شہیدوں کا بوجھ ہے۔'' (اس خبیث و بدگو سے خدا کی پناہ)

فشر کما لخیر کما الفداء

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو گالیاں، برا بھلا کہنے اور لعن طعن کرنے میں اس ظالم نے یہ کہہ کر انتہا کر دی ہے:

''جو کچھ بڑی بڑی کتابوں میں عمر کے حسب اور نسب کا نیچ ہونا اور حرامی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ مختصر سی کتاب اس کے لیے کافی نہیں۔'' [2]

اس کے بعد حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہ کچھ بکتا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں بک چکا ہے، لکھتا ہے:

''بڑے بڑے صحابہ اس کے کافر ہونے پر متفق تھے'' ...... حذیفہ کہا کرتا تھا: الحمدللہ کہ میں عثمان کے کفر میں شک نہیں کرتا (نعوذ باللہ)، البتہ اس چیز میں مجھے شک ہے کہ اس کا قاتل کافر تھا جس نے ایک کافر کو مارا، یا مومن کہ جس کا ایمان تمام مؤمنین سے بڑھا ہوا تھا۔ جو آدمی بھی عثمان کے بارے میں یہ گمان رکھے کہ وہ مظلوم مارا گیا، اس کا گناہ ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جو بچھڑے کی

---

[1] "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۱۹ مطبوعہ ایران.

[2] "ایضاً ص ۲۵۹.

پوجا کیا کرتے تھے۔'' ❶

''عثمان کے کفر کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) اس کے قتل کو مباح سمجھتے تھے۔ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔'' ❷

''اس بات کی دلیل کہ عثمان کو امیر المومنین کافر سمجھا کرتے تھے، یہ ہے کہ آپ نے اس کی نعش کو چھوڑ دیا تھا جسے کتے کھاتے پھرتے تھے، کتے اس کی ایک ٹانگ لے گئے تھے۔''

(دیکھیے ان یہودیوں کے بغض وعداوت کی انتہا)

کس طرح یہ ظالم اپنے منہ سے ایسے کلمات اگلتے ہیں جن سے ان کے دلوں کے کینے اور بغض و کدورت کا اظہار ہوتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کی محبت کے پردے میں دراصل یہ اسلام کے ان عظیم فرزندوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ اور ان کا گھرانہ ان سے بری و بیزار ہے) ''تین دن تک کتے کی طرح اس کا جسم گوبر کے ڈھیر پر پڑا رہا اور اسے کتے (ہاں تیرے جیسے کتے) کھاتے رہے۔'' ❸ اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی۔ ❹

اس جیسی اور ان گنت اور بے شمار روایات اس کی کتاب میں موجود ہیں جنھیں میں نقل بھی نہیں کرسکتا، پھر یہ کاٹ کھانے والا کتا صرف صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی اسی طور پر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاک بیویوں کا جو قرآن کے مطابق علی رضی اللہ عنہ اور سارے بنی

---

❶ "حق اليقين" ص ٢٧٠. ❷ ايضاً ص ٢٧١.

❸ ''یارب مجھے معاف کرنا، میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرے اس نیک بندے، جسے جنت کی بشارت زندگی ہی میں مل گئی، جس سے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بزبانِ وحی بولتا ہے، اپنی دو بیٹیوں کی شادی کردی، میرے خدایا معاف کرنا، یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کلمات صرف اس لیے نقل کیے ہیں، کہ لوگ دیکھ لیں کہ ان کے اور ان کے ائمہ کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف کس قدر کینہ ہے۔ جو اُن سے محبت کرے تو اور تیرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں جو ان سے نفرت کرے تو اور تیرا ہدایت کرنے والا بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اللهم لا تجعلنا منهم۔ یا اللہ اس یہودی ناپاک مردود کی اس گندی اور غلیظ عبارت کو نقل کرنے پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

❹ "حق اليقين" للمجلسي ص ٢٧٣، ٢٧٤ طهران ايران.

ہاشم کے مؤمنین کی مائیں ہیں۔ یہ بد بخت ان کا ذکر بھی انہی لفظوں میں کرتا ہے۔ مجلسی جب بھی ان میں سے کسی کا ذکر کرتا ہے، لعن طعن کے ساتھ کرتا ہے۔ بہت کم ایسا ہے کہ اس نے کسی کا ذکر کیا ہو اور گالی گلوچ نہ بکی ہوں۔

اس کی کچھ مثالیں پیش کرنے سے پہلے ہم صاحب عقل وخرد شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں، کیا حلالی آدمی اپنی ماں کو گالیاں اور برا بھلا کہنے کی اجازت دیتا ہے۔ کیا اپنی ماں پر لعنت بھیجنا حلالی کا کام ہے؟

کس طرح کوئی حلالی تمام مؤمنین کی ماں کو اور اس میں اہلِ بیت بھی شامل ہیں...... لعنت پھٹکار کرسکتا ہے؟

کیا اہل بیت کی ماں پر پھٹکار کرنے والا مومن یا مسلمان ہوسکتا ہے؟

اللہ کے بندو! انصاف سے کام لو

کیا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ولایت کا منکر کافر ہے؟ شیعہ حضرات اس بات کو تسلیم کرتے ہیں؟

تو پھر ان کی ماں کا منکر، انہیں گالیاں بکنے والا، پھٹکار کرنے، اور کافر کہنے والے آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ایک عجیب قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں۔ ایسا قصہ مجلسی جیسا کذاب و بدکردار ہی تراش سکتا ہے۔ اسی کے الفاظ میں سنیے، کہتا ہے:

> ''عیاشی نے بقولِ شیعہ معتبر سند سے صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ اور حفصہ، خدا کی لعنت ہو ان دونوں پر اور ان دونوں کے والدین پر کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا۔'' (العیاذ باللہ) [1]

اللہ! کب تک یہ لوگ ان بزرگ و پاکیزہ ہستیوں کے جسم نوچ کر کھاتے رہیں گے؟ اللہ! کب تک تو انہیں اپنے دردناک عذاب و گرفت سے بچاتا اور ڈھیل دیتا رہے گا؟ کب

[1] "حياة القلوب" للمجلسي ج ٢ ص ٧٠٠ مطبوعه جديد طهران.

تک، اللہ آخر کب تک؟؟

یہ ان خرافات و بکواسات کا ایک نمونہ ہے، جس سے ان لوگوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان کی کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور امہات[1] المومنین کو غلیظ گالیاں اور کھلم کھلا کافر و فاسق نہ کہا گیا ہو۔

بخدا جو کچھ بھی ان لوگوں نے ان حضرات کے ساتھ محبت و تعلق کا اظہار کیا ہے، سب مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے لکھا ہے، تقیہ کیا ہے ؏

فــلــم اروھــم الا خــداعــا

ولــم اردیــنھــم الا نــفــاقــا

''میں تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی محبت کے تمام دعوے دھوکے پر مبنی اور ان کا سارا دین منافقت کا مجموعہ ہے۔''

یہ ان کا دین ہے، جسے وہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اور یہ ان کے عقائد ہیں۔ خلفائے راشدین و مہدیین حضرت ابوبکر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ ان کا موقف ہے۔ سراسر کتاب اللہ کے خلاف جو اُن کے نزدیک ثقل اکبر ہے سراسر اہل بیت کی تعلیمات کے خلاف جو اُن کے نزدیک ثقلِ اصغر ہیں۔ خود یہ بات ان لوگوں نے اپنی کتب میں لکھی ہے۔

جہاں تک اکبر کا تعلق ہے تو اسے تم چھوڑ چکے ہو اور اس سے یہ کہہ کر منہ پھیر چکے ہو کہ یہ تحریف شدہ ہے، اسے بدل دیا گیا ہے۔ بہت سا اس میں سے کم کر دیا گیا اور بہت سا حذف کر دیا گیا ہے۔ اب کسی کے پاس بھی صحیح و اصلی نسخہ موجود نہیں ہے سوائے امام غائب کے...... ان کا امام غائب ایک ہزار سال سے نہیں نکلا اور نہ کبھی نکلے گا۔ یہ بات ہم پورے

---

[1] ان کا مفسر قمی جھوٹ بکتا ہے کہ یہ آیت ﴿ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ﴾ عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر القمی ج ۲ ص ۳۱۹) اسی طرح کے جھوٹ اور بکواسات ان لوگوں کے بہت زیادہ مل جائیں گے۔

دلائل کے ساتھ اپنی کتاب "الشیعة والسنة" ❶ میں لکھ آئے ہیں۔ اسے پڑھ لینے کے بعد کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی ان دلائل کا جواب دے سکا ہے اور نہ دے سکتا ہے۔

جہاں تک، امر کا تعلق ہے تو اس کو بھی تم جھٹلا چکے اور اس کی مخالفت کر چکے ہو کہ وہ تو خلفائے ثلاثہ سے محبت کریں، ان کی تعریفیں کریں اور تم ان سے بغض و کینہ رکھو۔ اہلِ بیت ان سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے اور تم ان سے دشمنی کرتے ہو، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو۔ وہ ان کی اور ان کے اسلام لانے کی تعریفیں کیا کرتے تھے، اور تم انہیں کافر کہتے اور ان کے اسلام لانے کا انکار کرتے ہو، انہوں نے ان کی بیعت کی، ان کی نیابت کے فرائض سر انجام دیے، وہ انہیں ائمہ حق سمجھتے رہے، اور تم انہیں غاصب، خائن اور دھوکہ باز سمجھتے ہو۔ انہوں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح ان سے کیا، اپنے بیٹوں کے نام ان کے ناموں پر رکھے، اور تم ان پر ایسی ایسی تہمت تراشیاں کرتے ہو جن کا مرتکب کوئی عام آدمی بھی نہیں ہوسکتا۔ تم ان کے ناموں سے نفرت کرتے ہو، ان کی نسبت تمہیں ناپسند ہے۔ دیکھ لو اور خوب دیکھ لو کہ تم ایک طرف ہو اور اہل بیت ایک طرف ہیں۔

ہاں! اہل بیت تو اس آدمی کی بھی تردید کر دیا کرتے تھے، جو ان حضرات کے فضل و مقام کا اقرار نہ کرتا ہو۔ بلکہ اس پر سختی کیا کرتے اور اسے ملامت کیا کرتے تھے جو ان حضرات کے ساتھ بغض رکھتا۔

---

❶ صدوق نے کہا ہے کہ وہ ان چار میں سے ایک ہے، جنہوں نے اولین میں سے سب سے پہلے تحریف کا انکار کیا ہے۔ ہم اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ انکار بھی تقیہ کی بنیاد پر کیا ہے۔ جو ہم نے اس کے بارے میں کہا ہے، صدوق اس کی تصدیق کر رہا ہے، کہتا ہے: ''کتاب اللہ میں علی علیہ السلام کے بارے میں ایسی آیتیں نازل ہوئی تھیں جن میں اس پوری امت میں آپ کا کوئی شریک نہیں تھا۔ تو وہ آیات کہاں ہیں؟''

(كتاب الخصال از ابن بابويه قمي ج ٢ ص ٥٩٢)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دشمنوں کے بارے میں اہل بیت کا موقف

شیعہ مصنف علم الہدی نے اپنی حدیث کی کتاب "الشافی" میں اس روایت کو نقل کیا ہے "علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین افراد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور بعض روایات میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ دیا۔ خطبہ ختم ہوا تو ایک آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگا، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور گواہی پوری کرنے کے بعد اُسے سزا دی۔" [1]

یہ حال تھا امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق اور عبقری اسلام، محسن امت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت و تعلق کا۔ آپ رضی اللہ عنہ انہیں بے حد پسند کرتے تھے اور ان کے مخالفین کے بارے میں آپ کا موقف بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اسی لیے خود ان کی اپنی روایت کے مطابق جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کر چکے اور ان پر متفق ہو چکے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آ کر آپ کو خلافت کے لیے ابھارنے لگے۔ آپ نے ان کے جواب میں کہا: ابوسفیان! تیرا ستیاناس یہ بھی تیری ایک چال ہے۔ تو جاہلیت میں بھی ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتا رہا ہے۔" [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر تعلق تھا کہ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو ان کے دفاع کے لیے بھیج دیا تھا بلکہ خود بھی مفسدین سے آپ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے رہے ہیں۔ تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

آپ کے چچا زاد بھائی اور آپ کے شاگرد، جن کا علم آپ کے علم پر مبنی ہے، خود کہتے

---

[1] "کتاب الشافی" لعلم الہدی، خلاصہ کے ساتھ چھپی ہوئی ص ٤٢٨۔

[2] ایضاً، ص : ایضاً۔

ہیں کہ ”علی رضی اللہ عنہ نے مجھے سکھایا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کا علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ تھا...... علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا اور میرا علم علی رضی اللہ عنہ کے علم سے ماخوذ ہے۔“ ❶

آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں ”خدا کا غضب ٹوٹے اس پر جو ان کی شان گھٹائے اور ان پر طعن کرے۔ ❷

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں ”جو آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرے، قیامت تک اس پر خدا کی لعنت برستی رہے۔“ ❸

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی صفاتِ حمیدہ اور حسن اخلاق کا ذکر کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں ”جو اُن پر لعنت کرے، خدا اس پر سب لعنت کرنے والوں کی لعنت کو لوٹا دے۔“ ❹

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہم نام علی بن حسین رضی اللہ عنہ...... حضرات شیعہ کے نزدیک چوتھے امام معصوم بھی اپنے بزرگوں کی سنت پر چلتے ہوئے ہر اس آدمی سے لڑتے ہیں، جو آپ حضرات کے خلاف کچھ کہے۔ جو آپ سے دشمنی کرے آپ بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ آپ ایسے آدمی کو جو اُن پر تنقید کرے یا بُرا بھلا کہے، نکال باہر کیا کرتے تھے۔

شیعہ مصنف اربلی نے رُوایت کی ہے کہ اہلِ عراق کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی، اس نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ ناروا الفاظ کہے:

جب وہ اپنی بات کر چکے تو آپ نے ان سے کہا، مجھے بتاؤ کیا تم وہ ہو:

﴿ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ

❶ "الامالی" للطوسی ج ۱ ص ۱۱ ط نجف.

❷ "ناسخ التواریخ" للمرزه محمد تقی لسان الملك، ج ٥ ص ١٤٣، "مروج الذهب" از مسعودی، ج ٣ ص ٦٠. ❸ ایضاً. ❹ ایضاً.

وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾

''سب سے پہلے ہجرت کرنے والے، وہ جو اپنے گھروں اور مالوں میں سے نکالے گئے، جو خدا کے فضل اور رضا کو چاہتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے تھے، وہی سچے ہیں۔''

وہ کہنے لگے: نہیں، آپ نے پوچھا تو پھر وہ ہو:

﴿ اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

''وہ جنہوں نے ایمان اور رہائش کو ان سے پہلے ہی استحکام بخشا۔ جو اسے پسند کرتے ہیں، جو ان کی طرف ہجرت کرے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں جو کچھ اُنہیں دیا گیا ہے اس کی ضرورت، اور ایثار کرتے ہیں دوسروں کے لیے، اگرچہ خود ضرورت مند ہوں۔''

وہ کہنے لگے: نہیں، آپ نے کہا، تم نے انکار کیا ہے کہ تم ان دونوں جماعتوں میں سے نہیں ہو۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو، جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا..... الخ ﴾

''اور وہ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، ہمارے دل میں کوئی کجی نہ پیدا کر) میرے پاس سے اٹھ جاؤ، خدا تمہیں تباہ کرے۔'' [1]

---

[1] ''كشف الغمة'' از اربلی ج ۲ ص ۷۸.

آپ کے بیٹے زید بھی آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ جی ہاں! وہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ جن کی تعریف میں ان لوگوں نے بے حد مبالغہ آرائی کی، زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ آپ بھی اپنے والد علی بن حسین اور اپنے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے، جنہوں نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کچھ نہ کہو۔''[1]

شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ جب زید نکلے تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا:

> ''میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی میں نے اپنے گھرانے میں سے کسی کو سوائے خیر کے اور کچھ کہتے سنا ہے۔ یہ سن کر لوگ کہنے لگے، آپ ہمارے ساتھی نہیں۔ آپ سے جدا ہو گئے، الگ ہو گئے، آپ نے کہا: ''رفضونا الیوم'' آج انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا، آج کے دن سے وہ رافضی کہلائیں گے۔''[2]

اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان پر کیا اس کے بعد بھی علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے میں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ اور ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہوں گے؟ یہ حضرات تو ان کی بیعت کر چکے ہیں، ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ ان سے رشتہ داریاں قائم کیں۔ ان حضرات نے اُن کے خلاف کبھی جنگ و جدال نہیں کیا اور نہ ہی انہیں، اور نہ ان کے ساتھ جہاد و قتال کرنے والے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی کافر کہا۔

''نہج البلاغة'' اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ جگہ جگہ آپ کو ملے گا کہ آپ اپنے ساتھیوں کو گالی

---

[1] ''عیون اخبار الرضا'' للقمی ج ۲ ص ۷۸.

[2] ''ناسخ التواریخ'' ج ۳ ص ۵۹۰ زیرِ عنوان زین العابدین کے اقوال ''عمدة الطالب'' زیرِ عنوان زید بن علی کی احادیث۔

گلوچ، تکفیر و تفسیق سے منع کر رہے ہیں، حتیٰ کہ آپ اپنے ساتھ لڑنے والوں اور جنگِ صفین میں شرکت کرنے والوں کو بھی بُرا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں۔ ایک خطبہ کا عنوان ہے ''علی علیہ السلام کا وہ کلام، جب آپ نے سنا کہ کچھ لوگ اہل شام اور جنگ صفین میں لڑنے والوں کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں'' اس کے ضمن میں لکھتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں سخت ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں بکنے والے بنو، البتہ اگر اپنے اعمال اور اُن کے حال کا ذکر کرو تو یہ زیادہ صحیح ہے۔ زیادہ معقول عذر ہے۔ گالیاں بکنے کے بجائے یوں کہو: اے اللہ! ہمارے اور ان کے خونوں کو محفوظ رکھ، ہمارے اور ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا فرما دے۔ انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف پھیر دے تاکہ وہ حق جان سکیں جس سے وہ ناواقف ہیں۔ انہیں کجی اور دشمنی سے بچا۔'' ❶

اسی طرح شیعہ مصنف دینوری نے بھی ذکر کیا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ گالیاں بکنے والے وہ حضرات تھے جنہوں نے امام مظلوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اس نے یہ بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ حضرات معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر بھی لعن طعن کیا کرتے تھے، علی رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کے درمیان سوال و جواب ہوتے ہیں۔

اس نے پورا واقعہ ذکر کیا ہے، لکھتا ہے:

''علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق دونوں معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو برا بھلا کہتے اور لعن طعن کرتے ہیں۔ آپ نے ان کی طرف دو آدمیوں کو بھیجا کہ جو کچھ تمہارے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے اس سے باز آ جاؤ۔ دونوں آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

''اے امیر المومنین کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ نے کہا: ہاں! ربِ کعبہ کی قسم، وہ کہنے لگے: تو پھر آپ ہمیں ان پر لعن طعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟''

آپ نے کہا: میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں بکنے والے اور لعنت بھیجنے والے بنو، البتہ یوں کہو: اے اللہ ہمارے اور ان کے خونوں کو محفوظ رکھ اور ہمارے اور ان کے درمیان صلح

❶ "نهج البلاغة" تحقيق صبحي صالح.

کرادے۔ [1]

دیکھ لیجیے! خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قطعاً پسند نہیں کرتے کہ اہل شام کو بھی برا بھلا کہا جائے، آپ رضی اللہ عنہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو سخت ناپسند کر رہے ہیں، لوگوں کو اس سے روک رہے ہیں تو کیا آپ سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر، مدینہ والوں پر لعن طعن کو پسند کریں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں، عزیزوں اور دامادوں کو گالیاں بکنا آپ پسند کریں گے؟

آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے باوجود ان کے ایمان و اسلام کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ان سے لڑتے بھی ہیں لیکن واضح طور پر کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہرگز کافر اور مرتد نہیں۔ دین و اسلام سے خارج نہیں۔

یہی بات جعفر نے اپنے والد سے روایت کی ہے، کہتے ہیں ''علی علیہ السلام اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ ہم اُن سے اس لیے نہیں لڑتے کہ وہ کافر ہیں۔ بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔'' [2]

آپ اپنے ساتھیوں اور مخالفوں کے سامنے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اس وقت ہمارے باپ اور بیٹے مارے جاتے تھے، ہمارے عزیز اور بھائی مارے جاتے تھے، لیکن ہر مصیبت و تکلیف کے بعد ہمارے ایمان میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ہم حق پر ڈٹے رہتے تھے، حکم کو تسلیم کرتے تھے، مشکلات پر صبر کرتے تھے لیکن اب ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے لڑ رہے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہم میں کجی، شبہ اور تاویل کی (عادت) پیدا ہو چکی ہے۔'' [3]

اس سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں کہتے ہیں:

---

[1] "الاخبار الطوال" از ابو حنیفہ دینوری، ص ١٦٥ زیر عنوان جنگ صفین، مطبوعہ قاہرہ۔

[2] "قرب الاسناد" للحمیری ص ٤٥ مطبوعہ: مکتبہ نینوی طهران.

[3] "نهج البلاغة" تحقیق صبحی صالح ص ١٧٩.

''اے خدا کے بندو! میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ سب سے بہتر نصیحت ہے جو بندوں کو کی جاتی ہے، اس سے بالآخر خدا کے ہاں بہتری و بھلائی نصیب ہوگی، تمہارے اور اہلِ قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل چکا ہے۔'' ❶

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ ان حضرات کو اللہ پر ایمان اور تصدیق رسالت میں اپنے برابر سمجھتے ہیں، آپ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خون سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، جنگ صفین کے واقعات بتاتے ہوئے شہروں کی طرف یہ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ:

جب ہم اور اہلِ شام ملے تو، ہماری بات یوں شروع ہوئی کہ:

''ظاہر ہے ہمارا سب کا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری دعوتِ اسلام ایک ہے۔ نہ ایمان اور تصدیق رسالت میں ہم ان سے زیادہ ہیں۔ نہ وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک ہی بات ہے جس میں ہمارا اختلاف ہے، اور وہ ہے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے متعلق ہم لوگ اس سے بری ہیں۔ ❷ چنانچہ ہم نے کہا: آؤ......الخ۔'' ❸

دیکھیے کہ علی رضی اللہ عنہ کس قدر انصاف پسند اور عادل ہیں؟ اور ذرا ان لوگوں کو دیکھیے کہ کس قدر اپنے قول و عمل میں عدل و انصاف سے ہٹے ہوئے اور حق سے دور ہیں؟

یہ ہے علی رضی اللہ عنہ کا موقف اپنے سب سے بڑے دشمنوں کے متعلق، تو اُن کے بارے

---

❶ ایضاً ص ۲٤۸.

❷ پتہ نہیں اہل بیت کی محبت اور ان کے مذہب کی اتباع کے دعویٰ کے باوجود مجلسی نے یہ کہنے کی جراُت کیسے کی؟ کہ امیر المومنین علی اس کے قتل کو مباح سمجھتے تھے اور اس پر کوئی جرمانہ نہیں سمجھتے تھے، جبکہ آپ کا یہ قول موجود ہے؟ بلکہ اس سے بھی زیادہ نہج البلاغۃ ان کے پہلے امام معصوم، جن کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ غلطی نہیں کرسکتے، آپ کے اقوال سے بھری پڑی ہے، جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے قتل سے اپنے آپ کو بری کیا ہے۔ جو بھی نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے، اسے پڑھے، وہ اس بات کی گواہی دے گا۔ مگر ان لوگوں کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے؟ حسد کے مارے ان لوگوں کے دل مردہ اور ان کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں ﴿ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾

❸ "نهج البلاغة" تحقيق صبحي صالح ص ٤٤٨.

میں آپ رضی اللہ عنہ کا اور آپ کے گھرانے کا موقف کیا ہوسکتا ہے جو آپ کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے، جو اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے۔ اہل بیت نے بھی ان کی محبت کے جواب میں ان سے دوگنی محبت کا ثبوت دیا، اسی طرح امہات المومنین کے بارے میں بھی آپ کے موقف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو تمام اہل بیت کی مائیں تھیں۔

اس بات پر ہم یہ باب ختم کرتے ہیں کہ کیا علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والے مومن تھے یا نہیں؟

اگر مومن تھے، اور کوئی شک نہیں کہ مومن تھے، تو وہ اللہ کے اس ارشاد میں داخل ہیں:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

(الاحزاب : ٦)

''اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

اس لیے حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا قرآن کی رو سے، خالق کائنات کے حکم کے مطابق آپ کی اور سب اہل بیت کی مائیں ہوئیں۔

اب ذرا سوچیے! کہ کوئی آدمی جو اہل بیت سے محبت کا دعویدار ہو، اہل بیت کی ماں کو گالیاں بکے گا؟

کیا یہ لوگ نہیں کہتے کہ ہم اہل بیت کے پیرو، ان سے محبت کرنے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس کے علاوہ اور کچھ کہتے ہیں؟

کوئی شریف و معزز آدمی خود کو دی جانے والی گالی تو برداشت کرسکتا ہے، لیکن یہ کوئی نہیں برداشت کرسکتا کہ اس کی ماں کے بارے میں کوئی بُری بات کہی جائے۔

یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے پورے گھرانے کی ماں کو گالیاں بکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا عمل کررہے ہیں؟

یہ ہے شیعہ حضرات کا مؤقف تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے مخالفین کے بارے میں اہل بیت کا مؤقف بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت آپ کے مخالفین کے بارے میں کیا موقف رکھتے تھے۔ یہ حضرات درحقیقت سراسر اہل بیت کے مخالف ہیں۔ منافقت کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

چنانچہ ثابت ہوگیا کہ شیعہ حضرات اہل بیت سے محبت رکھنے والے اور آپ کی پیروی کرنے والے ہرگز نہیں، بلکہ اہلِ بیت کے مخالف اور دشمن ہیں۔ بس اس باب میں اسی چیز کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے، نیز ہم نے خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے اور ان کے اپنے الفاظ سے ثابت کر دیا۔ تاکہ وہ حضرات جو حقیقت نہیں سمجھتے تھے، اب سمجھ جائیں اور سیدھے راستے پر چل نکلیں۔

تیسرا باب:

اہل بیت کی طرف منسوب شیعہ حضرات کے جھوٹ!

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ﴾

یہ لوگ ہزار دعوے کرتے پھریں کہ ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، ان کی پیروی کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اہل بیت کے دشمن اور ان کے مخالف ہیں، ان کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں جن چیزوں سے انہوں نے منع کیا ہے، انہیں ضرور ہی کریں گے، اچھی باتوں سے روکتے اور بری باتوں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، اہل بیت جن سے محبت کرتے تھے یہ ان سے نفرت کرتے ہیں، جن کو وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے یہ ان سے دوستیاں رکھتے ہیں، خواہشات ونفسِ امارہ کی پیروی کرنے والے، اپنی خواہشات چھوڑ سکتے ہیں نہ اپنے نفس کی حکم عدولی کر سکتے ہیں، پھر ستم یہ کہ یہ سارے جھوٹے قصے کہانیاں اور بے بنیاد باتیں اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ﴿مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ دراصل ان سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی ذاتی اغراض، اپنی من پسند باتوں اور اپنی مرغوب چیزوں کو حاصل کر لیں، اپنے مذہب کو رواج دیں ...... شہوت پرستوں اور اوباش لوگوں کو اپنے اس دین کی طرف کھینچ لیں جس کو خود ان لوگوں نے اپنی مرضی سے گھڑ اور تراش لیا ہے۔ اس طرح وہ دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور آخرت میں بھی نقصان اٹھائیں گے ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾ حقیقت یہ ہے کہ اہل بیت نے، اُن متقی وصالح لوگوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہو۔ اور نہ ہی خلاف کتاب وسنت کوئی بات ان کی طرف منسوب کرنا مناسب ہے۔ اہل بیت نے بھی دوسرے تمام مسلمانوں کی طرح یہی حکم دیا ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل کریں، ان پر کار بند رہیں، آپ بھی اللہ کے ان احکامات ہی کی پیروی کا حکم دیتے

رہے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ (النساء : ٥٩)

''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔''

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ (الانفال : ٢٠)

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو، اس حال میں کہ تم سن رہے ہو۔''

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ (آل عمران : ١٣٢)

''اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (الاحزاب : ٣٦)

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں، جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرما دیں کہ وہ اپنی مرضی پر عمل کریں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے، وہ واضح گمراہی میں چلا جاتا ہے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث ہے، جو سب محدثین کے نزدیک صحیح و ثابت ہے:

((تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنتي)) [مؤطا امام مالك، سنن كبرىٰ بيهقي، مستدرك حاكم]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔''

یہ بات خود علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے نزدیک بھی مسلم ہے، ثقفی نے اپنی

کتاب "الغارات" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ "علی رضی اللہ عنہ نے مصر کے مسلمانوں کی طرف ایک خط بھیجا، یہ خط قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ لے کر گئے جنہیں مصر کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت ان الفاظ میں دی تھی "یاد رکھو! ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تم میں کتاب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرائیں۔" ❶

اس کے بعد لکھتا ہے:

"جب خط پڑھا جاچکا تو قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے اٹھے، آپ نے پہلے خدا کی حمد وثنا کی ...... اس کے بعد کہا اٹھو اور اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بیعت کرو، اگر ہم تم میں کتاب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل نہ کریں تو تم پر ہماری بیعت ضروری نہیں۔ اس پر لوگ اٹھے اور بیعت کرلی، چنانچہ مصر پر آپ کا اقتدار قائم ہوگیا۔" ❷

یہی بات خود علی رضی اللہ عنہ نے بھی اہل بصرہ کی طرف بھیجے گئے ایک خط میں لکھی ہے، لکھتے ہیں "اللہ کے بندہ امیر المومنین کی طرف سے یہ خط بصرہ کے رہنے والے ہر اس مسلمان اور مومن کے نام ہے، جسے بھی یہ خط سنایا جائے۔ السلام علیکم ، اما بعد ...... اگر تم میری بیعت کو نبھاؤ، میری نصیحت کو قبول کرو اور میری اطاعت پر قائم رہو تو میں تم میں کتاب و سنت کے مطابق عمل کروں گا۔" ❸

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ کہا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: عمل کے بغیر کوئی بات معتبر نہیں، نیت کے بغیر کوئی عمل اور کوئی بات معتبر نہیں۔ اور وہ بات، وہ عمل اور وہ نیت بھی معتبر نہیں، جو سنت کے مطابق نہ ہو۔" ❹

---

❶ "کتاب الغارات" للثقفی ج ١ ص ٢١١ زیرِ عنوان "ولایت قیس بن سعد"

❷ ایضاً ص ٢١١، ٢١٢.

❸ "الغارات" للثقفی ج ٢ ص ٤٠٣.

❹ "الکافی فی الاصول" للکلینی ج ١ ص ٧٠ کتاب فضل العلم.

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں، ائمہ شیعہ میں سے، بقول ان کے، چھٹے امام معصوم کہتے ہیں:

''جو چیز کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔'' ❶

ایک جگہ کہتے ہیں:

''جس نے کتاب اللہ اور سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، اس نے کفر کیا۔'' ❷

اپنے والد باقر سے جو اُن کے نزدیک پانچویں امام معصوم ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''جو بھی سنت سے تجاوز کر جائے اسے سنت ہی کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' ❸

باقر اپنے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے، جو شیعہ حضرات کے نزدیک چوتھے امام ہیں روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: خدا کے نزدیک سب سے افضل عمل سنت کے مطابق عمل کرنا ہے، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ❹

صرف یہی نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح اور صریح و صاف الفاظ میں کہتے ہیں، کشی نے جعفر بن باقر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

''خدا سے ڈرو، ہمارے بارے میں کوئی ایسی بات تسلیم نہ کرو جو ہمارے رب کے حکم کے خلاف اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو۔ ہم جب بھی کہتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ: اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔'' ❺ (یعنی ہم جو بات بھی کہیں گے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کہیں گے)

اسی لیے آپ اپنے متبعین اور دعویدارانِ اتباع کو حکم دیتے ہیں کہ:

---

❶ "الکافی فی الاصول" ج ۱ ص ۵۹۔ اس باب میں کہ ''کوئی چیز اس وقت تک حرام اور حلال نہیں ہوتی جب تک کہ قرآن و سنت میں نہ آئے، اپنے والد حنفیہ سے اس نے اپنی کتاب "الشیعة فی المیزان" سے بھی اس جیسی روایت بیان کی ہے۔

❷ الاصول من الکافی ج ۱ ص ۷۰، کتاب فضل العلم۔

❸ "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۷۱۔ ❹ ایضاً ج ۱ ص ۷۰۔

❺ "رجال الکشی" ص ۱۹۵ زیر تذکرہ مغیرہ بن سعید، مطبوعہ کربلا۔

’’ہمارے بارے میں سوائے اس بات کے، جو قرآن وسنت کے موافق ہو، کوئی بات تسلیم نہ کرو۔‘‘ ❶

آپ سے پہلے آپ کے والد بھی یہ کہہ کر متنبہ کر چکے ہیں کہ:

’’ہماری جو بات بھی اور ہمارے بارے میں جو کچھ بھی تمہیں پہنچے، اس میں غور کرو، اگر اسے قرآن کے موافق پاؤ تو لے لو۔ اور اگر دیکھو کہ قرآن کے موافق نہیں، تو اسے رد کر دو۔‘‘ ❷

اس سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی یہی اصولی اور اساسی بات بیان کر چکے ہیں، آپ کہتے ہیں: ’’جو کچھ (ہمارے افعال واقوال سے متعلق) کتاب اللہ کے موافق ہو اسے لے لو، جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دو۔‘‘ ❸

اسی جیسی روایت باقر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جب تمہارے پاس کوئی بات پہنچے تو اس کا موازنہ کتاب اللہ اور میری سنت سے کرو، جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو، اسے لے لو۔ جو کتاب اللہ کے خلاف ہو، اسے نہ لو۔‘‘ ❹

غور کیجیے! اللہ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دے رہے ہیں۔ اور ان حضرات کی وہ تعلیمات بھی آپ دیکھ چکے ہیں جو وہ اپنے ائمہ کے حوالوں سے بیان کر رہے ہیں، وہ ائمہ جو اُن کے عقیدے کے مطابق معصوم ہیں۔

اب ہم قرآن وحدیث اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ شیعہ حضرات کے اعتقادات کیا ہیں، کیا کیا چیزیں وہ اہلِ بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا ان کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا وہ صحیح کہہ رہے ہیں یا جھوٹ؟ جو کچھ ان کی

❶ ایضاً

❷ ’’الامالی‘‘ للطوسی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نجف۔

❸ ’’الامالی‘‘ ص ۲۲۱۔

❹ ’’الاحتجاج‘‘ للطبرسی ص ۲۲۹ احتجاج ابی جعفر فی انواع شتی۔

طرف منسوب کر رہے ہیں، کیا انہوں نے کہا ہے یا ان پر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں؟ کیا ایسا تو نہیں کہ انہیں ان چیزوں کا تصور بھی نہ ہو اور یہ ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں؟

سب سے پہلے ہم سرکارِ دو جہاں، رسول ﷺ جن و بشر، امام قبلتین، صاحب الحرمین سے شروع کرتے ہیں۔ میری جان اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اُن پر، ان لوگوں نے ان کی طرف کس قدر جھوٹ منسوب کیے ہیں۔ کتنی بُری بُری باتوں کی نسبت ان کی طرف کر کے یہ لوگ اپنے ٹھکانے جہنم میں بنا چکے ہیں۔

متعہ:

ان کا سب سے بدترین جھوٹ، جو یہ لوگ نبی ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو سراسر تہمت و بہتان ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے متعہ نہ کیا اور دنیا سے چلا گیا، قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ناک کٹا ہوگا۔" [1]

اس سے بھی زیادہ بری بات آپ ﷺ کی طرف یہ منسوب کی کہ آپ ﷺ نے کہا ہے:

"جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ دوزخ سے آزاد ہو گیا، جس نے دو دفعہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ دوزخ سے آزاد ہو گیا۔ جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ پورا کا پورا دوزخ سے آزاد ہو گیا۔" [2]

ذرا غور کیجیے! کس قدر بُرے اور جھوٹے لوگ ہیں یہ، آپ ﷺ پر کس قدر جھوٹ اور بہتان تراشیاں کرتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ اور اس کی صاف ستھری تعلیمات سے کس

---

[1] "تفسیر منهج الصادقین" از ملا فتح الله کاشانی فارسی ج ۲ ص ٤٨٩.

[2] ایضاً ص ٤٩٢ "وہ حضرت، جن کو خدا نے لطفِ ابدی سے نوازا، جو توفیقِ سرمدی سے مجتہدین امامیہ کے آخری مجتہد ہیں، خدا کی رحمت کے سمندر میں غرق، شیخ علی بن عبدالعالی، روح اللہ روحہ کے اس رسالہ سے منقول، جو انہوں نے متعہ کے متعلق لکھا۔"

قدر دور ہٹے ہوئے ہیں۔ کس طرح دیدہ دلیری سے اپنی خواہشات اور لذت پرستیوں کو دین و شریعت کا رنگ دے دیتے ہیں۔ کس قدر دلاوری اور جرأت ہے کہ اس رسولِ صادق و امین ﷺ پر بھی جھوٹ بولنے سے نہیں رکتے؟ وہ رسولِ امین ﷺ جو ساری عمر برے کاموں سے روکتا اور برائیوں سے مجتنب و دامن کش رہا۔

ان لوگوں کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ کے ہمیشہ رہنے والے دین کو فاسقوں اور فاجروں کے ہاتھوں کا کھلونا بنا دیا جائے۔ مذاق اڑانے والے، اس دین کا مذاق اڑاتے پھریں۔ یہ ان کینہ پرور یہودیوں کے وارث ہیں، جن سے درثہ میں ان کو یہ عقائد اور مذہب ملا ہے۔ [1]

کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ کوئی دین اپنے پیروؤں کو تمام حدود و قیود اور فرائض و واجبات سے آزاد کردے، ہر کام کی مشقت وقربانی سے چھٹکارا دلا دے؟ کیا کسی دین میں لذت پرستیوں اور نفسانی خواہشات کی اطاعت کر کے عذابِ خداوندی سے نجات اور جنت حاصل کی جا سکتی ہے؟ [2]

ان اہلِ بیت کے دشمنوں اور سربراہِ اہل بیت کے دشمنوں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں نے صرف اسی جھوٹ اور بہتان پر بس نہیں کیا بلکہ اس قدر بڑھتے چلے گئے کہ توہین و گستاخی کی بھی تمام حدود پھلانگ گئے۔ ہم اس کفر کو نقل کرتے ہوئے اللہ سے معافی کے طلبگار ہیں۔ کہتے ہیں:

> ''نبی ﷺ نے کہا: جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ خدائے جبار کی ناراضگی سے مامون ہوگیا، جس نے دو دفعہ متعہ کیا اس کا حساب ابرار کے ساتھ ہوگا، جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔'' [3]

---

[1] اس کی تحقیق کے لیے ہماری کتاب "الشیعة والسنة" کا مطالعہ کیجیے۔

[2] یہ مبالغہ آرائیاں نہیں بلکہ حقائق ہیں، واضح حقائق!

[3] "تفسیر منہج الصادقین" ج ۲ ص ۴۹۳.

صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ اہل بیت کا نام لے لے کر ان عظیم شخصیات کو کچوکے لگائے ہیں، اپنی شہوت رانیوں اور سیاہ مستیوں کے تیر وتفنگ سے ان پاکیزہ لوگوں کو گھائل و مجروح کر دیا ہے۔ کتنی بری تعبیر اختیار کی ہے ان لوگوں نے اور کس قدر گھناؤنا جھوٹ اور بہتان اللہ کے طاہر ومطہر نبی ﷺ کے سر تھوپ رہے ہیں؟ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ ...... کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ حسین علیہ السلام کے درجہ کو پہنچ گیا...... حسین رضی اللہ عنہ ان کے عقیدے کے مطابق تیسرے امام معصوم ہیں...... جس نے دو دفعہ متعہ کیا وہ حسن کے درجہ کو پہنچ گیا۔ حسن رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک دوسرے امام معصوم ہیں...... جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام [1] کے درجہ کو...... علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے نزدیک پہلے امام معصوم، آپ ﷺ کے داماد اور آپ ﷺ کے چچیرے بھائی ہیں۔ جس نے چار دفعہ متعہ کیا وہ میرے (محمد ﷺ) کے درجہ کو پہنچ گیا۔'' [2]

دیکھیے کس طرح ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے گرد جھوٹی روایات کا دائرہ بُن دیا ہے۔ کس طرح ان لوگوں نے اسلام کی عظیم الشان عمارت کو مسمار کر دیا؟ شریعت اسلامیہ کو منسوخ و معطل کر دیا۔ ذرا یہ بھی سوچیے کہ یہ ہوس پرستوں کو اہل بیت کے مساوی درجہ دے کر کتنی بڑی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں؟ ان گناہ گار و بدکردار لوگوں کو یہ اہل بیت کے برابر اور مساوی سمجھتے ہیں؟

اس کے علاوہ بھی اس مسئلہ میں بہت سی بُری باتیں ان لوگوں نے بیان کی ہیں اور ان

---

[1] تو پھر اس بات کا کیا مطلب ہوا کہ ''تمام ممالک کے شیعہ، بالخصوص نجف کے متعہ کو معیوب سمجھتے ہیں اگر چہ ہے حلال'' اور ''ہر جگہ کے شیعہ متعہ کو معیوب سمجھتے ہیں، اگر چہ وہ حلال ہے مگر ہر حلال کام نہیں کیا جاتا۔'' (اعیان الشیعہ للسید محسن امین ص ۱۸۹) اس کے ساتھ ساتھ ائمہ کے بہت سے اقوال بھی ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ متعہ واجب ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے، تو پھر کون سچا ہے۔ یہ یا ائمہ؟؟

[2] ''تفسیر منہج الصادقین'' ج ۲ ص ۴۹۳.

باتوں کو اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے، جو سراسر بہتان و الزام ہے۔ چند باتیں ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

ایک روایت یہ لوگ اپنے پانچویں امام معصوم، محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''شبِ معراج، جب نبی ﷺ آسمانوں کی طرف گئے تو آپ نے کہا، مجھ سے جبرئیل علیہ السلام ملے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ میں نے تیری امت میں سے ان لوگوں کو بخش دیا جو عورتوں سے متعہ کرنے والے ہیں۔'' [1]

طوسی ایک روایت اپنے دسویں امام معصوم...... ابوالحسن کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''آپ سے علی السائی نے کہا: میں قربان جاؤں، میں متعہ کی شادیاں کیا کرتا تھا، پھر میں اسے ناپسند کرنے اور اسے بُرا سمجھنے لگا، چنانچہ میں نے رکن اور امام کے درمیان کھڑے ہو کر خدا سے عہد کیا کہ میں آئندہ متعہ نہیں کروں گا اور خود پر روزوں کی نذر مان لی، پھر یہ عہد پورا کرنا میرے لیے مشکل ہوگیا اور میں اپنی قسم پر نادم ہوا۔ لیکن میں اتنی استطاعت رکھتا تھا کہ اعلانیہ شادی کرسکوں، آپ نے مجھ سے کہا:

''(یہ عہد کرکے) تو نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ تو اُس کی اطاعت نہیں کرے گا، بخدا جب تو اس کی اطاعت نہیں کرے گا تو پھر نافرمانی کرے گا۔'' [2]

ایک روایت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

''متعہ کا حکم قرآن میں نازل ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) میں بھی موجود ہے۔'' [3]

---

[1] ''من لا یحضره الفقیه'' لابنِ بابویہ قمی (صدوق) جو حقیقت میں کذوب ہے ج ۳ ص ٤٦٢.

[2] ''تهذیب الاحکام'' للطوسی، یہ کتاب صحاح اربعہ میں سے ایک ہے۔ ج ۷ ص ۲٥۱ ''الفروع من الکافی'' ج ٥ ص ٤٥٠.

[3] ''الاستبصار'' للطوسی ج ۳ ص ۱٤۲ باب تحلیل المتعه.

اسی طرح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ جھوٹی بات منسوب کی ہے کہ آپ نے کہا: ''اگر خطاب کا بیٹا یعنی عمر مجھ سے (متعہ کو حرام قرار دینے میں) جلدی نہ کرتا تو بد بخت کے سوا کوئی بھی زنا نہ کرتا۔'' ❶

اس سلسلے میں ان لوگوں نے ایک دلچسپ قصہ بیان کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اپنے سینوں میں کیا چیز چھپائے بیٹھے ہیں۔

ہوس سینے میں چھپ چھپ کے بنالیتی ہے تصویریں

اس روایت کو بیان کرنے والا قومِ شیعہ کا بہت بڑا محدث محمد بن یعقوب کلینی ہے جو قریش کے کسی آدمی کے واسطے سے یہ روایت نقل کر رہا ہے، کہتا ہے، میری پھوپھی کی بیٹی نے میرے پاس پیغام متعہ بھیجا، وہ بہت مال دار تھی، (اس نے مجھ سے کہا) تو جانتا ہے کہ بہت سے مرد میرے متعلق پیغام بھیج چکے ہیں لیکن میں نے اُن سے شادی نہیں کی، تیرے پاس پیغام میں نے اس لیے نہیں بھیجا کہ مجھے مردوں کی رغبت ہے، صرف اس لیے پیغام بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ نے متعہ کو اپنی کتاب میں حلال کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اسے بیان کردیا تھا لیکن پھر زفر نے اسے حرام کردیا (حاشیہ میں تصریح کردی گئی ہے کہ زفر سے مراد عمر ہے) میں چاہتی ہوں کہ خدائے برتر و بزرگ کی اطاعت کروں، رسول اللہ کی اطاعت کروں اور زفر کی حکم عدولی کروں۔ چنانچہ تو مجھ سے متعہ کر، میں نے اس سے کہا: ذرا ٹھہر، میں ابو جعفر علیہ السلام کے پاس جاتا ہوں اور ان سے مشورہ کرتا ہوں، میں ان کے پاس گیا اور انہیں یہ بات بتائی، آپ نے کہا کرلو، خدا اس شادی کی وجہ سے تم دونوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔'' ❷

---

❶ ''البرهان في تفسير القرآن'' للبحراني جلد ١ ص ٣٦٠۔ ''تفسير العياشي'' ج ١ ص ٢٣٣ ''تفسير الصافي'' ج ١ ص ٣٤٧ ''الكافي للكليني'' ج ٥ ص ٤٤٨ ''مجمع البيان'' للطبرسي ص ٣٢۔ یہ اس کی عبارت ہے۔

❷ ''الفروع من الكافي'' للكليني، باب النوادر جلد ٥ ص ٤٦٥ .

اس برے کام پر لوگوں کو باقاعدہ پرزور طریقے سے برانگیختہ کیا جاتا ہے، اور ترغیب کے لیے جعفر بن محمد باقر کی طرف نسبت کرکے یہ قول بیان کیا جاتا ہے:

''جس نے ہماری باکرہ لڑکیوں کو پناہ نہ دی اور متعہ کو جائز نہ سمجھا، وہ ہم میں سے نہیں۔''❶

متعہ کیا ہے؟

اس بات کو ان لوگوں نے جعفر صادق کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ آپ سے کسی نے پوچھا:

''میں جب تنہائی میں اس عورت کے پاس جاؤں تو کیا کہوں؟ آپ نے کہا تو کہنا: میں تجھ سے کتاب اللہ اور نبی کی حدیث کے مطابق متعہ کرتا ہوں، نہ کوئی وراثت جاری ہوگی نہ کوئی موروث ہوگا۔ اتنے درہم کے عوض یہ متعہ اتنے دنوں کے لیے ہے اور اگر چاہے تو یوں کہہ کر اتنے سالوں کے لیے ہے، تم دونوں قلیل یا کثیر، مال کی جس مقدار پر بھی راضی ہو جاؤ وہ بتادو کہ یہ معاوضہ ہوگا۔''❷

متعہ کیسے ہوتا ہے؟

کہتے ہیں۔ ان کے چھٹے امام معصوم۔ ابوعبداللہ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا جس نے بغیر گواہوں کے کسی عورت سے متعہ کرلیا تھا؟ آپ نے کہا، کیا ایسا عام طور پر نہیں ہوتا کہ ہماری لڑکیاں شادی کرلیتی ہیں اور ہم دستر خوان پر ہڈیاں چھوڑ رہے ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں، کیا فلاں مرد نے فلاں عورت سے شادی کرلی؟ اور وہ کہتا ہے: ہاں۔''❸

---

❶ "كتاب الصافي" للكاشاني ج ١ ص ٣٤٧ "من لا يحضره الفقيه" ج ٣ ص ٤٥٨.

❷ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٥٥.

❸ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٥٥.

متعہ کس سے ہوسکتا ہے؟

جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: ''کوئی آدمی اگر کسی مجوسیہ (آتش پرست عورت) سے متعہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' ❶

اسی طرح ابوالحسن رضا سے نقل کردہ روایت کے مطابق یہودیہ اور نصرانیہ سے متعہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ❷

فاجرہ سے بھی متعہ کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ ان کے عقیدے کے مطابق ''اس سے آدمی گناہوں سے بچتا ہے۔'' ❸

سید خمینی نے صراحتاً لکھا ہے کہ ''زانیہ سے بھی متعہ کیا جاسکتا ہے۔'' ❹

نیز ''ابوالحسن سے زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اس کی اجازت دی۔'' ❺

اس کے بعد دو حیران کن روایتیں ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے متعہ کی حقیقت کا پتہ چل سکے گا، ان روایتوں کو طوسی اور ان کے دوسرے محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔

ایک روایت محمد بن راشد کے غلام فضل سے مروی ہے کہ ''اس نے جعفر سے کہا میں نے ایک عورت سے متعہ کا نکاح کیا، میرے دل میں کھٹکا ہوا کہ اس کا کوئی اور شوہر بھی ہے۔ میں نے تحقیق کی تو مجھے اس کا شوہر مل گیا۔ اس پر جعفر نے کہا، تو نے تحقیق کیوں کی؟'' ❻

اس کے بعد کہا: ''تیرے ذمے یہ ضروری نہیں، تجھ پر تو صرف یہ ہے کہ تو اس کو اس کی اجرت دیدے۔'' ❼

---

❶ "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٥٦، "الاستبصار" ج ٣ ص ١٤٤.

❷ "كتاب شرائع الاسلام" جعفر بن حسن کی فقہ کی مشہور کتاب ہے، ص ١٨٤.

❸ "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٥٣.

❹ "تحرير الوسيله" للخميني ص ٢٩٢ مطبوعه قم ايران.

❺ "الاستبصار" ج ٣ ص ١٤٤.

❻ "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٥٣.

❼ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٦٢.

دوسری روایت کلینی نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا، میں نے ابوعبداللہ سے بیان کیا:

''میں کسی راستے میں تھا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی، کیا معلوم کہ وہ شوہر والی تھی یا زنا کار تھی؟''

آپ نے کہا: یہ تحقیق کرنا تجھ پر ضروری نہیں، تجھ پر تو بس یہ ضروری ہے کہ تو اسے اس کے نفس کی قیمت دے دے۔''

ایک دفعہ یہ سوال جعفر بن باقر سے پوچھا گیا تھا کہ ''کیا ہاشمی عورت سے متعہ جائز ہے؟'' اس پر آپ نے کہا تھا کہ ''ہاشمی عورت سے متعہ کیا جاسکتا ہے۔'' [1]

ایک دفعہ آپ نے تردید بھی کی ہے۔ سب شیعہ محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے:

''عبداللہ بن عمیر لیثی ابوجعفر کے پاس آئے اور آپ سے کہا: عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا: خدا نے اسے اپنی کتاب میں اور اپنے نبی کی زبان سے حلال قرار دیا ہے چنانچہ یہ قیامت تک حلال رہے گا، اس پر آپ نے کہا: اے ابوجعفر، آپ جیسا آدمی بھی یہ کہہ رہا ہے؟ حالانکہ عمر نے اس سے روکا اور اس کو حرام قرار دیا ہے۔''

آپ کہنے لگے: اگرچہ اس نے ایسا کیا ہے، وہ کہنے لگے میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو اس چیز کو حلال کرے جسے عمر نے حرام کیا ہے، راوی کہتا ہے، آپ نے اس سے کہا: تو پھر تو اپنے ساتھی کی بات پر قائم رہ اور میں رسول اللہ ﷺ کی بات کو تسلیم کروں گا۔ بات وہی معتبر ہوگی جو رسول اللہ ﷺ نے کہی ہے، تیرے ساتھی کی بات غلط ہے، راوی کہتا ہے، اس پر عبداللہ بن عمیر آگے بڑھے اور کہنے لگے: کیا تو پسند کرے گا کہ تیری عورتوں، بیٹیوں، بہنوں اور چچا زاد بہنوں کے ساتھ کوئی متعہ کرے؟ راوی کہتا ہے: جب اس نے آپ کی عورتوں اور چچا کی بیٹیوں کا ذکر کیا تو ابوجعفر نے آپ سے منہ پھیر لیا۔'' [2]

---

[1] "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٧٢.

[2] "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٤٩ "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٥١ "الصافي" ج ١ ص ٢٤٦.

نیز چھوٹی بچی سے بھی متعہ کیا جاسکتا ہے:

''جب یہ پوچھا گیا کہ کیا آدمی بچی سے متعہ کرسکتا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ ہاں، کرسکتا ہے مگر یہ کہ بچی اتنی چھوٹی نہ ہو جو دھوکا کھا جائے، راوی کہتا ہے، میں نے پوچھا، خدا آپ کی اصلاح کرے، کیا حد ہے کہ جس حد تک پہنچ کر لڑکی دھوکہ نہیں کھاسکتی؟ آپ نے کہا: دس سال۔'' ❶

بغیر ولی کے

''جعفر نے کہا ہے کہ اگر باکرہ لڑکی راضی ہوتو اس کا متعہ بغیر اس کے والدین کی مرضی کے بھی کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔'' ❷

مشہور شیعہ فقیہ حلی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''عاقلہ بالغہ خود اپنی مرضی سے اپنا متعہ کرسکتی ہے، کنواری ہو یا بیاہی، اس کے ولی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔'' ❸

کتنی عورتوں سے متعہ کیا جاسکتا ہے؟

بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر نے کہا ہے: ''متعہ کے لیے چار عورتوں کی کوئی قید نہیں، کیونکہ متعہ میں نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وارث بنا اور بنایا جاتا ہے۔ ❹ متعہ میں تو عورت صرف اجرت پر حاصل کی جاتی ہے۔'' ❺

''آپ کے بیٹے ابوعبداللہ کے سامنے متعہ کا ذکر کیا گیا اور آپ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ صرف چار ہی میں محدود ہے؟ آپ نے کہا: تو ایک ہزار عورتوں سے بھی متعہ کرسکتا ہے،

❶ "الاستبصار" للطوسی ج ۳ ص ۱۴۵ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۵ "الفروع من الکافی ج ۵ ص ۴۶۳ میں جعفر نے بھی یہی کہا ہے۔

❷ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۴.

❸ "شرائع الاسلام" لنجم الدین حلی متوفی ۶۷۶ھ ج ۲ ص ۱۸۶، مطبوعہ طھران ۱۳۷۷ھ۔

❹ ''نہ تو میری وارث نہ میں تیرا، ایک مقرر اجرت کے عوض، میں اولاد نہیں چاہتا۔'' ابوعبداللہ۔ تہذیب ج ۷ ص ۲۶۳.

❺ "الاستبصار" ج ۳ ص ۱۴۷.

کیونکہ متعہ میں ان کی حیثیت اجرت پر حاصل کی گئی چیز کی سی ہے۔'' ❶

متعہ کی اُجرت کیا ہوگی؟

بیان کرتے ہیں کہ ''ابوجعفر سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا، آپ نے کہا، حلال ہے۔ اور ایک درہم یا درہم سے زیادہ اجرت کافی ہے۔'' ❷

آپ کے بیٹے جعفر کہتے ہیں ''مٹھی بھر گندم بھی اس کے لیے کافی ہے۔'' ❸

ایک جگہ کہا ہے کہ: ''مٹھی بھر کھانا، آٹا، ستو یا کھجور بھی اجرت کے لیے کافی ہے۔'' ❹

متعہ کی مدت کیا ہوگی؟

اپنے دسویں امام معصوم...... ابوالحسن سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا:

''کم از کم متعہ کی اجرت کیا ہے؟ کیا کوئی آدمی ایک شرط کے ساتھ ایک دفعہ متعہ کرسکتا ہے؟ آپ نے کہا: ہاں، اور اپنے دادا ابوعبداللہ سے روایت بیان کی کہ ایک ❺ دفعہ مجامعت کرسکتا ہے، اس کے بعد کہنے لگے: اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جب فارغ ہوچکے تو اپنا منہ پھیر لے اور دوبارہ نہ دیکھے۔'' ❻

اسی طرح وہ آدمی متعدد مرتبہ مجامعت کرسکتا ہے، چنانچہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ''جعفر صادق سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے عورت سے کئی دفعہ مجامعت کی تھی تو آپ نے کہا، کوئی حرج نہیں، جتنا چاہے فائدہ اٹھائے...... آپ کے والد محمد باقر نے ان کی روایت کے مطابق صراحتاً کہا ہے کہ: ہاں ہاں جتنا چاہے کرلے، وہ تو اجرت پر حاصل

---

❶ "الاستبصار" ج ٣ ص ١٤٧ "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٥٩.

❷ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٥٧.

❸ "تهذيب الاحكام" ج ٧ ص ٢٦٠.

❹ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٥٧.

❺ روایت میں ''عرد'' کا لفظ آیا ہے، اس کے معنی ایک دفعہ جماع کرنا ہیں۔

❻ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٦٠ "الاستبصار" ج ٣ ص ١٥١.

کی گئی عورت ہے۔'' ❶

متعہ کرنے والے کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ متعہ پر دی جانے والی اجرت کا پورا پورا حساب رکھے اور کام کے حساب سے اس طے شدہ اجرت میں سے کاٹ بھی سکتا ہے، ابوالحسن سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا:

''ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاح ❷ متعہ کیا اور شرط یہ لگائی کہ وہ جس روز اس کے پاس آئے گی تو اسے یہ اجرت ملے گی، یا چند روز کی شرط لگائی کہ اتنے روز آئے گی، ایک دن یا کچھ دن۔ اس نے وعدہ خلافی کی اور شرط کے مطابق نہ آ سکی۔ تو کیا یہ آدمی اتنے دن کا حساب کرکے اس کے مہر سے اتنی مقدار روک سکتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، دیکھا جائے گا کہ شرط کے مطابق کتنے روز وہ نہیں آئی۔ اس کے حساب سے اس کے مہر (اجرت) میں سے کاٹ لیا جائے گا۔ سوائے ایامِ حیض کے کہ ان دنوں کی اجرت لینا ان کا حق ہے۔'' ❸

یہ ہے شیعہ حضرات کا وہ متعہ جسے وہ فرض و واجب قرار دے رہے ہیں اور جس کے بارے میں ان لوگوں نے جھوٹی آیات و احادیث گھڑ کر نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کی طرف منسوب کردی ہیں۔ ایک حدیث یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ''کوئی مومن اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ متعہ نہ کرلے۔ ❹

---

❶ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٦٠.

❷ ''اس کے باوجود انہیں شرم نہیں آتی کہ اس بدفعلی کو نکاح کا نام دیتے ہیں۔ کیا نکاح میں یہ ہوتا ہے کہ دنوں کے حساب سے مہر میں سے رقم کاٹ لی جاتی ہے؟ حساب کرکے اجرت روک لی جاتی ہے؟ خدا کے بندو ذرا انصاف کرو، انصاف۔

❸ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤٦١.

❹ مجھے سمجھ نہیں آتی، شیعہ حضرات نے یہ شرط کس لیے لگا دی کہ متعہ مسافروں اور شدید خواہش جماع رکھنے والے ان لوگوں کی ضرورت ہے جو ہمیشہ رہنے والی شادی (مشکلات ولوازمات) کی وجہ سے نہیں کرسکتے۔ ہم معذرت کرنے والے کی اس معذرت کو بھی نہیں سمجھ سکے کہ ''لبنان، شام اور عراق'' کے عرب شیعہ متعہ نہیں کرتے، صرف ایران کے شہروں میں کچھ لوگ متعہ کرتے ہیں۔ لیکن جو ہم نے بتایا اس کی بناء پر اور اس کے باوجود وہ لوگ ⇦⇦

ابوعبداللہ سے جب ایک آدمی نے متعہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ''مجھے سخت ناپسند ہے کہ کوئی بھی مسلمان آدمی اس دنیا سے اس حال میں جائے کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کرسکا ہو جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔'' ❶

ابوجعفر سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ:

''کیا متعہ کرنے والے کو ثواب ملے گا؟ آپ نے کہا: وہ آدمی جو خدا کی ذات کے لیے متعہ کرے وہ جو بات بھی منہ سے نکالے گا اس کے بدلہ میں اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی، اس عورت کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی، جب اس کے قریب جائے گا تو اس عمل سے اس کا ایک گناہ بخش دیا جائے گا۔ پھر جب غسل کرے گا تو جتنے بالوں سے پانی گزرے گا اتنے ہی اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، میں نے پوچھا: بالوں کی گنتی کے برابر؟ آپ نے کہا: ہاں! جتنے بال ہوں گے اتنے گناہ بخشے جائیں گے۔'' ❷

اس جیسی بے شمار روایات اُن کی کتابوں میں موجود ہیں۔

ہم ان کی تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابوں میں مروی بے شمار و لاتعداد روایات میں سے صرف ایک روایت اور پیش کر کے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ یہ بھی ان لوگوں کی جھوٹی منسوب کردہ روایات میں سے جعفر صادق کی طرف منسوب کردہ ایک جھوٹی روایت ہے، کہتے

⇦⇦ متعہ نہیں کرتے اور نہ یہ ان کے شہروں میں عام ہے۔'' (''الشیعة فی المیزان'' از مغنیه ص ۳۵۸ مطبوعہ: بیروت) کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ جب تم اسے مباح سمجھتے ہو تو پھر کرتے کیوں نہیں؟ جب تم سمجھتے ہو کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک متعہ کیا نہ جائے، اس پر ثواب ملتا ہے تو کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ دل میں کچھ کھٹک ہے؟ ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ عرب نہیں کرتے اور ایرانی بھی نہیں کرتے؟ اگر یہ تکمیل ایمان اور رفع درجات کا سبب ہے تو اس میں مسافر ہونے کی شرط کیوں لگائی جاتی ہے؟ تنگدست و کشادہ دست میں فرق کیوں کیا جاتا ہے؟ ان کے اکابر نے اپنی کتابوں میں فرق کیا ہے اور باقاعدہ ابواب قائم کر کے لکھا ہے کہ مالدار کو اس سے باز رہنا چاہیے۔ ان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار۔

❶ ایضاً ج ۳ ص ٤٦٣.

❷ ''من لایحضره الفقیه'' ج ۳ ص ۳٦٦.

ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''متعہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے دین پر عمل کیا، جس نے اس کا انکار کیا، اس نے ہمارے دین کا انکار کیا، اور دوسرے دین کا معتقد ہوگیا، متعہ سلف کی قربت حاصل کرنے اور شرک سے محفوظ ہونے کا ذریعہ ہے، متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ نکاح سے پیدا ہونے والے بچے سے افضل ہے، متعہ کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ہے۔ اس کو تسلیم کرنے والا مومن ہے، موحد ہے، متعہ میں دو امر ہیں، ایک امر اس اجرت پر جو عورت کو دی جاتی ہے، اور دوسرا اجر متعہ کرنے پر۔'' [1]

متعہ اہل بیت پر سراسر الزام و تہمت اور بہتان و افتراء ہے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ کسی کتاب میں بھی، حتیٰ کہ خود ان کی اپنی کتابوں میں بھی کسی ایسی عورت کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے ان کے بارہ ائمہ میں سے کسی ایک امام نے بھی متعہ کیا ہو، ان میں ان کا وہ امام غائب بھی شامل ہے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ اس کے باوجود کہ ان کے ائمہ کی تمام عورتوں کا ذکر، اور ان کے نام، کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے لے کر حسن عسکری تک، بشمول امام غائب، تمام ائمہ کی سیرت و سوانح اور ان کی عورتوں کا ذکر موجود ہے، نہ ہی اہلِ بیت کی اولاد میں سے کسی کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ وہ متعہ سے پیدا ہوا۔ اس کے باوجود کہ ان لوگوں کی تاریخ، انساب، اور سیرت کی کتابوں میں مختلف قسم کی جھوٹی روایات اور بے بنیاد و بے حقیقت باتوں کی بھرمار ہے۔

یہ وہ دلیل ہے جس کا ان میں سے کسی کے پاس کوئی جواب نہیں، ان کے چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب اس کے جواب سے عاجز و درماندہ ہیں۔ ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

---

[1] "تفسير منهج الصادقين" للملا كاشاني ج ٢ ص ٤٩٥.

عارضی استعمال کے لیے شرمگاہ دینا

ان لوگوں کے ہاں عارضی استعمال کے لیے شرمگاہ کا لینا اور دوستوں کو پیش کرنا بھی مباح ہے۔ طوسی نے ابوالحسن اطاری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا ہے:

''میں نے ابوعبداللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا کہ عارضی استعمال کے لیے شرمگاہ لینا کیسا ہے؟ آپ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔'' ❶

اسی جیسی ایک روایت ان لوگوں نے آپ کے والد سے بھی بیان کی ہے، طوسی نے ہی زرارہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا:

''میں نے ابوجعفر عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا: کیا کوئی آدمی اپنی لونڈی اپنے بھائی کے لیے حلال کرسکتا ہے؟ آپ نے کہا: کوئی حرج نہیں۔'' ❷

کسی چیز کے عوض میں بھی مجامعت کی جاسکتی ہے

ان کی انتہائی گھناؤنی اور جھوٹی روایات میں سے ایک وہ ہے، جسے ان لوگوں نے جعفر بن باقر کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''ایک عورت عمر کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجیے، آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ کو اس بات کا پتہ چلا، آپ نے پوچھا، تو نے کیسے زنا کیا؟ وہ کہنے لگی: میں ایک جنگل سے گزر رہی تھی کہ مجھے شدید پیاس لگی، میں نے ایک اعرابی سے پانی مانگا، جب تک میں اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کردوں اس نے پانی دینے سے انکار کردیا، اس پر امیر المومنین عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم یہ تو شادی ہے۔'' ❸

---

❶ "الاستبصار" للطوسی ص ١٤١ ج ٣. ❷ ایضاً ص ١٣٩ ج ٣.

❸ "الفروع من الکافی" ج ٥ ص ٤٦٨.

ذرا غور کیجیے کہ یہ لوگ اس طرح کی جھوٹی روایات بیان کر کے کس طرح برائیوں اور منکرات کے دروازے کھول رہے ہیں۔

عورتوں سے غیر فطری فعل!

اہل بیت کی طرف منسوب کردہ بے شمار جھوٹ اور بے بنیاد روایات میں سے ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ ان حضرات سے عورتوں کے ساتھ غیر فطری فعل کا جواز نقل کرتے ہیں، چنانچہ کلینی رضا سے روایت کرتا ہے کہ اس نے صفوان بن یحییٰ سے پوچھا:

> ''آپ کے غلاموں میں سے ایک آدمی نے مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کا حکم دیا ہے، آپ نے کہا: کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا، کیا آدمی اپنی عورت کے ساتھ غیر فطری فعل کر سکتا ہے؟''
>
> آپ نے کہا: ایسا کر سکتا ہے، راوی کہتا ہے، میں نے پوچھا، کیا آپ کرتے ہیں؟
>
> آپ نے کہا: ہم ایسا نہیں کرتے۔ ❶

ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کسی آدمی کے متعلق یہ مسئلہ پوچھا کہ:

> ''ایک آدمی عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت رانی کیا کرتا ہے۔ گھر میں بہت سے لوگ موجود تھے، اس نے مجھ سے بلند آواز میں کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، جس نے اپنے غلام کو اس چیز کا مکلف کیا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اسے چاہیے کہ وہ اسے بیچ ڈالے (یعنی لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا) پھر گھر میں موجود لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالی اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔'' ❷

---

❶ ''الفروع من الکافی'' للکلینی ج ٥ ص ٤٠ ''الاستبصار'' ج ٣ ص ٢٤٣، ٢٤٤.

❷ ''الاستبصار'' از شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی ص ٢٤٣ ج ٣ کتاب النکاح.

آپ کے پوتے اور شیعہ حضرات کے آٹھویں امام معصوم...... ابوالحسن رضا سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ گھناؤنی اور واشگاف الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ طوسی نقل کرتا ہے کہ ''آپ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ کیا مرد عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے اپنی شہوت پوری کرسکتا ہے؟ آپ نے کہا: اس چیز کو قرآن کی یہ آیت، جو لوط علیہ السلام کا قول ہے، حلال قرار دے رہی ہے ﴿هٰـؤلاء بنـاتي هن اطهر لكم﴾ (یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں) سمجھا گیا ہے کہ اس سے ان کی مراد غیر فطری راستہ تھا۔'' [1]

اسی طرح ان لوگوں نے جعفر کی ایک اور روایت عبداللہ بن ابی یعقوب کے حوالے سے نقل کی ہے کہ آپ نے کہا ہے:

> ''میں نے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا، جو عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت رانی کیا کرتا ہے؟ آپ نے کہا: اگر عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں، میں نے کہا، پھر اللہ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے ﴿فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ (تم ان عورتوں کے پاس اسی راستے سے آؤ جس سے آنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے) آپ نے کہا: یہ اس وقت ہے جب اولاد چاہتا ہو۔'' [2]

ایک اور روایت یونس بن عمار سے نقل کی ہے۔ یونس بن عمار کہتا ہے:

> ''میں بعض دفعہ اپنی لونڈی سے غیر فطری راستے سے شہوت پوری کیا کرتا تھا، وہ اس میں تکلیف محسوس کرتی تھی۔ میں نے خود سے وعدہ کیا کہ اگر یہی کام میں نے اپنی بیوی سے کیا تو مجھے ایک درہم صدقہ دینا پڑے گا۔ اب یہ میرے لیے بڑا دشوار ہوگیا ہے۔ آپ نے کہا: تجھے کچھ بھی دینا ضروری نہیں، یہ تو تیرا

---

[1] ''الاستبصار'' ج ۳ ص ۲۴۳ ''تهذيب الاحكام'' للطوسی ج ۷ ص ۴۱۵۔

[2] ''تهذيب الاحكام'' للطوسی ج ۷ ص ۴۱۴ باب آداب الخلوة۔ ''الاستبصار'' ج ۳ ص ۲۴۳۔

حق ہے۔“ ❶

یہ عقیدہ ہے ان حضرات کا، جب کہ رسول اللہ ﷺ واشگاف الفاظ میں فرمارہے ہیں کہ ”میری امت کے مردوں پر میری امت کی عورتوں ❷ کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت پوری کرنا حرام ہے۔“ ❸

شریعت

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی طرف منسوب کی جانے والی بے بنیاد و بے حقیقت چیزوں میں ایسی بہت سی روایات بھی ہیں، جو ان لوگوں نے ان کی طرف صرف اس لیے منسوب کردی ہیں کہ ان کا سہارا لے کر شریعت اسلامیہ کو معطل و متروک کردیا جائے، مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ سے دور کردیا جائے اور شریعت کے احکامات و منہیات پر عمل کرنے سے روک دیا جائے۔ اُن اوباش اور گھٹیا و رذیل لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا جائے جو حدود اللہ کو پھلانگ چکے اور احکاماتِ خداوندی کی کھلم کھلا نافرمانی کرنے والے ہیں، ان کو جو اللہ کے احکامات و ارشادات سے بے فکر و بے پرواہ ہیں، جو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو ایک مشقت اور ناقابلِ تحمل بوجھ سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ان اعمال میں پڑ کر انسان اپنا مال اور وقت ضائع و برباد کرتا ہے، اور حاصل کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح وہ دوسرے تمام معاملات اور زندگی کے دوسرے مسائل میں شریعت کا ذرہ برابر خیال نہیں رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ حدود و قیود بے وجہ اور فضول چیزیں ہیں، جو ان کے سر تھوپ دی گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں نے نفسِ امارہ کی باگیں بھی کھلی چھوڑ دیں، اور شہوات اور لذت پرستیوں کی طرف سرپٹ دوڑنے لگے، برائیوں اور منکرات و سیئات میں اپنے آپ کو غرق کرلیا۔

---

❶ "الاستبصار" ج ٣ ص ٢٤٤۔ ❷ یہ لفظ محاش آیا ہے۔ محاش محشہ کی جمع ہیں اور اس کا معنی ہے ”سرین۔“

❸ "من لایحضرہ الفقیہ" ج ٣ ص ٤٦٨ کتاب النکاح باب النوادر۔

اپنی نفس نوازیوں اور لذت پرستیوں کی وجہ سے یہ لوگ ہر قسم کی دینی اور اخلاقی حدود و قیود سے آزاد ہوکر زنا کو بھی متعہ کے نام پر جائز اور مباح قرار دے رہے ہیں، ذرا غور کیجیے کہ وہ متعہ جو مرد ایک ہزار عورتوں سے بھی، اور عورتیں ہزاروں مردوں سے بھی کر سکتی ہیں، فسق و فجور اور گناہ کے سوا کیا ہے؟ ابھی ابھی ہم اس مسئلے کو خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے تمام نیک اعمال اور فرائض وسنن کو ادا کرنے کی پابندی بھی اٹھالی ہے۔ ان کی تعلیمات کے مطابق دین و دنیا کے کسی معاملے میں بھی شریعت پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

اسی لیے ان لوگوں نے خدا کی طرف بھی ان جھوٹی باتوں کی نسبت کی جن سے خدائے بزرگ و برتر پاک اور بری ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ نے کہا ہے:

> ''علی بن ابی طالب میری مخلوق پر میری حجت ہے، میرے شہروں میں میرا نور ہے، میرے علم کا امین ہے، جس نے اسے پہچان لیا اسے دوزخ میں نہیں ڈالوں گا خواہ وہ میری نافرمانی کرے، جس نے اس کا انکار کیا اسے جنت میں نہیں داخل کروں گا خواہ وہ میری اطاعت کرے۔'' [1]

گویا جنت و دوزخ میں داخل ہونے کے لیے خدا کی نافرمانی وفرمانبرداری کو کوئی دخل نہیں بلکہ اعتبار محبت علی کا ہے، جو اُن سے محبت کرے پھر وہ اسلام پر عمل کرے یا نہ کرے، یا خدا کے احکامات کی پیروی کرے یا نہ کرے جنت میں داخل ہوگا۔ انسان کو چاہیے کہ علی سے محبت کرے اور پھر جو چاہے کرتا پھرے کوئی مواخذہ نہیں۔

صرف یہی نہیں، بلکہ اگر کسی کو اپنے کبائر اور مہلک گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم بھی ہو جائے، اسے حوض سے دور بھی کر دیا جائے تو بھی اگر وہ شیعہ ہوگا تو اسے جنت ہی کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور حوض سے سیراب کر دیا جائے گا۔

---

[1] "مقدمة البرهان في تفسير القرآن" للبحراني ص ۲۳۔ اسی طرح کی روایت "الخصال" للقمی ج ۲ ص ۵۸۳ میں بھی ہے۔

ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت ان لوگوں نے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دی ہے ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ بیان کرتے ہیں۔

ابو جعفر سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن خدائے بزرگ و برتر لوگوں کو ایک بلند مقام پر ننگے پاؤں اور ننگے جسم جمع کرے گا۔ سب لوگ محشر میں کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ پسینے سے شرابور ہو جائیں گے۔ پچاس سال تک اسی حالت میں کھڑے رہیں گے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ (تمام آوازیں اللہ کے سامنے پست ہو چکی ہوں گی اور آپ کا ناپھوسی کے سوا کچھ نہیں سن سکیں گے) راوی کہتا ہے: پھر عرش سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ نبی اُمی کہاں ہے؟ نبی رحمت کہاں ہے؟ محمد بن عبداللہ اُمی کہاں ہے؟ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں کے سامنے آگے بڑھیں گے تا آنکہ حوض کے سامنے جا کر رک جائیں گے، حوض کی لمبائی ایلہ سے صنعاء تک ہوگی، آپ ﷺ اس پر کھڑے ہو جائیں گے، پھر لوگوں کو پکاریں گے، لوگ ان کی طرف چلنے لگیں گے۔ ایک دن لوگ حوض پر آ رہے ہوں گے اور ہٹائے جا رہے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ اچانک ایک آدمی کو دیکھیں گے جسے حوض سے ہٹایا گیا ہوگا، وہ آدمی ہم سے محبت کرنے والا ہوگا، آپ رو پڑیں گے اور کہیں گے:

> ''اے پروردگار میں شیعانِ علی کو دیکھ رہا ہوں کہ انہیں دوزخ کی طرف پھیر دیا گیا اور میرے حوض تک پہنچنے سے روک دیا گیا ہے؟ راوی کہتا ہے: پھر اللہ آپ کی طرف فرشتہ بھیجیں گے اور پوچھیں گے: اے محمد ﷺ کس چیز نے تجھے رُلا دیا؟ آپ کہیں گے شیعہ علی کی وجہ سے میں رویا، اس پر فرشتہ آپ سے کہے گا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔''
>
> ''اے محمد! شیعہ علی میں نے تجھے ہبہ کیے، تجھ سے اور تیرے گھرانے سے محبت کرنے کی وجہ سے میں نے ان کے گناہ معاف کر دیے، انہیں تجھ سے ملا دیا ہے، انہیں تیری جماعت میں شامل کر دیا، انہیں اپنے حوض پر لے آ۔ ابو

جعفر علیہ السلام کہتے ہیں کتنے ہی مرد اور عورتیں اس دن پکار رہے ہوں گے۔ جب آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے، اے محمد ﷺ، اور پھر اس دن ایسا کوئی آدمی بھی جو ہمیں دوست رکھتا، ہم سے محبت کرتا، ہمارے دشمنوں سے اپنی براءت کرتا اور انہیں ناپسند کرتا ہوگا، ہماری جماعت میں اور ہم لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ ہمارے حوض پر ایسے لوگ لائے جائیں گے۔'' ❶

اس جیسی روایت بحرانی نے بھی اپنی تفسیر میں مفید کی کتاب ''الاختصاص'' سے نقل کی ہے، لکھتا ہے:

''ابوسعید المدائنی سے روایت ہے کہ آپ نے کہا، میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا: خدا کی کتاب محکم میں اس ارشاد کا کیا مطلب ہے ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا﴾ تو آپ نے کہا: اے ابوسعید! ہماری ایک کتاب ہے جس کے ایک ورق پر خدا نے مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے یہ لکھا تھا اور اسے اپنے ساتھ اپنے عرش پر رکھ لیا تھا، یا عرش کے نیچے رکھ لیا تھا، اس میں لکھا ہے: اے شیعہ آلِ محمد! تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ ❷ جو بھی اس حال میں آئے کہ محمد ﷺ اور آلِ محمد کی ولایت کا منکر نہ ہو، میں اسے اپنی رحمت سے اپنی جنت میں ٹھہراؤں گا۔'' ❸

میری جان اور میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، اللہ کے اس صادق و امین رسول ﷺ پر اس جھوٹی روایت کا بہتان لگاتے ہیں کہ:

''آپ نے کہا ہے جس شخص کو خدا نے میرے اہل بیت کے ائمہ کی محبت دے

---

❶ تفسیر البرهان ص ٢٥٥ ج ٣۔ ''الصافی'' ٧٨ ج ٢.

❷ یہ لوگ صرف ائمہ ہی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ خود بھی معصومیت میں ان کے شریک ہیں کہ اللہ نے معصیت کا ارتکاب کرنے سے پہلے ہی انہیں بخش دیا ہے۔ جس کا یہ حال ہو وہ معصوم ہی ہوتا ہے۔ تو ائمہ بھی معصوم ہیں اور شیعہ خود بھی معصوم ہیں۔

❸ ''البرهان'' ص ٢٢٨ ج ٣.

دی اسے دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی، کوئی شک نہ کرے کہ وہ جنت میں ہوگا۔'' ❶
علی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹی روایت منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:
''جس نے مجھ سے محبت کی وہ ایسا نیک بخت ہے کہ اس کا حشر انبیاء کی جماعت کے ساتھ ہوگا۔'' ❷

یعنی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ انسان قرآن پڑھے، نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، روزہ رکھے، حج ادا کرے، اپنی جان کو تھکائے اور اپنی روح کو مشقت میں ڈالے، یہی بات کافی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور بس علی سے محبت کرنے والے کے لیے اللہ پر لازم ہے کہ وہ اسے دوزخ سے نجات دے اور جنت کی نعمتوں میں داخل کرے۔ اس بات کو ان حضرات نے اپنی کتابوں میں واضح اور صاف صاف بیان کیا ہے۔ حضرات شیعہ کا صدوق، جو درحقیقت کذوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس جھوٹ و بہتان کو منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے:

''اے علی! جس نے دل میں تجھ سے محبت کی گویا اس نے قرآن کا ایک تہائی پڑھ لیا، جس نے دل سے محبت کی اور زبان سے تیری مدد کی گویا اس نے دو تہائی قرآن پڑھ لیا، جس نے دل سے محبت کی، زبان سے تیری اعانت کی، اور اپنے ہاتھوں سے تیری مدد کی گویا اس نے پورا قرآن پڑھ لیا۔'' ❸

جہاں تک نماز، زکوٰۃ اور حج کا تعلق ہے ان کے بارے میں جعفر صادق رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا، اور درحقیقت یہ ان پر بہتان ہے کہ:

''اللہ ہماری جماعت میں سے اس آدمی کو جو نماز نہیں پڑھتا، اس آدمی کی وجہ سے معاف کر دیتا ہے جو نماز پڑھتا ہے۔ ❹ اس آدمی کو جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا،

---

❶ "تفسیر نور الثقلین" ص ٥٠٤ ج ٢ مطبوعه: قم، ایران.
❷ "کتاب الخصال" ص ٥٧٨ ج ٢. ❸ ایضاً ص ١٨٠ ج ٢.
❹ عذاب اور تباہی سے بچالیتا ہے۔

اس آدمی کی وجہ سے جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، معاف کر دیتا ہے...... ہماری جماعت کے اس آدمی کو جو حج نہیں کرتا، اس آدمی کی وجہ سے جو حج کرتا ہے، معاف کر دیتا ہے۔'' ❶

اس طرح شیعہ حضرات میں سے ہر آدمی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ نماز پڑھے، زکوٰۃ دے، اور حج کرے۔ کیونکہ کچھ دوسرے لوگ نمازیں پڑھتے، زکوٰۃ دیتے اور حج ادا کر دیتے ہیں جس سے ان حضرات کی طرف سے بھی سب چیزیں ادا ہو جاتی ہیں، ان سب فرائض و واجبات کے بدلہ میں ان کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اہل بیت سے محبت کریں، ان کی زیارت کریں، ان کے مقتولین اور فوت ہونے والوں پر ماتم کریں اور ان کی قبروں کی زیارت کریں۔

ذرا غور کیجیے! کہ شیعہ حضرات کا دین کس قدر من گھڑت، خود ساختہ اور ایک بالکل نیا دین ہے، جس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام تو سر تا سر عمل کا دین ہے، جس میں فرائض و واجبات بھی ہیں، اس دین میں کچھ چیزوں کا حکم دیا اور کچھ چیزوں سے روکا بھی گیا ہے۔ اس دین میں رسولِ صادق و امین ﷺ کی زبان سے اس بات کا علم حاصل ہوا کہ خود اہلِ بیت بھی اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے حتی کہ اللہ کی رسی کو نہ تھام لیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل نہ کریں۔ ان چیزوں سے رک نہ جائیں جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل بیت، اپنے چچا، پھوپھی، اپنی بیٹی اور اس کے گھر والوں کو خطاب کرتے ہوئے، ایک ایک کا نام لے لے کر فرمایا تھا کہ ''اے بنی عبدالمطلب! اے بنی عبد مناف، اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا! اے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ! اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا! اپنے آپ کو خود دوزخ سے بچا لو، میں اللہ کے ہاں تمہارے کوئی کام نہ آ سکوں گا۔'' ❷

❶ ''تفسیر قمی'' لعلی بن ابراهیم ج ١ ص ٨٣، ٨٤ ''تفسیر العیاشی'' محمد بن مسعود سلمی عیاشی۔ کے نام سے مشہور ہے۔ جلد ١ ص ١٣٥۔

❷ ''تفسیر منهج الصادقین'' ج ٦ ص ٤٨٨۔

ایک روایت میں ہے کہ ''عمل کرو، عمل کرو، میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو، مگر میں اللہ کے ہاں تمہارے کوئی کام نہ آ سکوں گا۔'' ❶

ذرا غور کیجیے! کہ خود اہل بیت بھی صرف رسول اللہ ﷺ کی محبت، دوستی و تعلق اور ان کی قرابت کی وجہ سے نہ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں نہ عذابِ خداوندی سے نجات پاسکتے ہیں، انہیں بھی اپنی نجات کے لیے عمل صالح اور دینی و دنیاوی ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ ان کے بھی کچھ کام نہیں آ سکتا۔ آسمانوں سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن نے اس بات کی تائید کی ہے، قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ (الانعام: ١٦٥)

''کوئی دوسرا نفس کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔''

ایک آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ٥ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰی ٥ ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴾ (النجم: ٣٩،٤١)

''یہ کہ انسان جو کچھ کوشش کرے گا وہی پائے گا، اور یہ کہ اس کی محنت اسے دکھا دی جائے گی، پھر اسے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ٥ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ٥ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰی ٥ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ٥ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰی ﴾ (النازعات: ٣٧،٤١)

''جس نے سرکشی کی ہوگی اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دی تھی تو ایسے لوگوں کے لیے جہنم ہی ٹھکانہ ہوگا، اور جو کوئی اللہ کے مقام سے ڈرا ہوگا اور جس نے اپنے

❶ "تفسير منهج الصادقين" ج ٦ ص ٤٨٨.

نفس لو ناجائز خواہشوں سے روکا ہوگا، پس (اس کا ٹھکانا جنت ہوگا)۔"

ایک آیت میں فرمایا:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴾ (الاعلیٰ : ١٤، ١٥)

"جو پاک صاف ہوکر اپنے رب کا نام یاد کرتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے وہ مراد پا جائے گا۔"

ایک جگہ خدائے بزرگ و برتر نے جو سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے، اپنی کتاب محکم میں جس میں کسی پہلو سے بھی باطل اثر انداز نہیں ہوسکتا، فرمایا ہے:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال : ۷، ۸)

"پس جس شخص نے ذرہ جتنا بھی اچھا کام کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ جتنا برا کیا ہوگا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔"

ایک جگہ فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (المومنون : ۱، ۱۱)

"نجات یافتہ وہ ایماندار ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور جو فضول گوئی سے روگرداں رہتے ہیں۔ اور جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنی عورتوں اور

باندیوں کے سوا کسی سے نہیں ملتے۔ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے سوا اور طریق اختیار کرتے ہیں، وہی حدود سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ نجات یاب ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں، جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

قرآنِ پاک کو اللہ نے لوگوں کے لیے ایک دستورِ حیات اور کتابِ ہدایت و رحمت بنا کر نازل کیا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى أَتٰنَا الْيَقِيْنُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾ (المدثر: ۳۸، ۴۸)

"ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہوگا، لیکن دائیں ہاتھ والے، باغوں میں ہوں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کو مجرموں کی بابت پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کس وجہ سے داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے، ہم نماز ادا نہ کرتے تھے۔ اور ہم مساکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔ اور کاموں میں لگے رہتے تھے۔ اور یوم الجزاء کا انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں اس کا یقین ہوگیا۔ پس کسی سفارشی کی سفارش بھی ان کو مفید نہ ہوگی۔"

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی نوح علیہ السلام کی زبان سے وہ واقعہ بیان کر رہے ہیں، جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہوتے دیکھا تو عرض کیا:

﴿ رَبِّ إِنَّ ابْنِيْ مِنْ أَهْلِيْ وَ إِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ أَنْتَ أَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ قَالَ يٰنُوْحُ إِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (هود: ٤٥، ٤٧)

''اے میرے مولا، میرا بیٹا بھی، میرے عیال سے ہے اور تیرا وعدہ بالکل سچا ہے، تو سب حاکموں کا حاکم ہے، اللہ نے کہا، اے نوح وہ تیرے عیال سے نہیں ہے کیونکہ وہ نیک عمل نہیں۔ پس جس چیز کا تجھے قطعی علم نہ ہو اس کا سوال نہ کیا کر، میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ نادانوں کی سی حرکت نہ کیا کر۔ نوح بولا اے میرے مولا! جس چیز کی صحت کا مجھے علم نہ ہو اس کے سوال کرنے سے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ اور اگر تو میرا گناہ نہ بخشے گا اور نہ رحم کرے گا تو میں بالکل خسارہ پا جاؤں گا۔''

ایک جگہ ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے والد کا قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابرہیم علیہ السلام کا یہ قول بیان فرمایا کہ:

﴿ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا يٰٓاَبَتِ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِيًّا قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا ﴾

(مریم: ٤٣، ٤٥، ٤٦، ٤٧)

''اے ابا جان! مجھے اللہ کی طرف سے علم پہنچا ہے جو تجھے نہیں پہنچا۔ پس تو میری تابعداری کر، میں تجھے سیدھی راہ کی ہدایت کروں گا۔ اے میرے بابا، تو شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان رحمان کا بے فرمان ہے۔ اے میرے بابا! مجھے خوف ہے کہ تجھے خدائے رحمان سے کوئی عذاب نہ پہنچ جائے پھر تو بھی شیطان کا قریبی ہو جائے گا۔ اس نے کہا، اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں

سے روگرداں ہے، اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھ سے دور ہو جا۔
ابراہیم علیہ السلام نے کہا: آپ پر سلام ہو! میں تیرے لیے اپنے پروردگار سے بخشش
مانگتا رہوں گا۔ میرا پروردگار میرے حال پر بڑا ہی مہربان ہے۔''

اس کے بعد فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴾

(التوبہ: ۱۱٤)

''اور ابراہیم کی دعا باپ کے لیے وعدہ کی وجہ سے تھی، جو اس سے کر چکا تھا۔
جب اسے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گیا، ابراہیم بڑا ہی
نرم دل اور بردبار تھا۔''

قرآنِ پاک کی ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرما دیا ہے کہ نجات اور کامیابی و فلاح حاصل کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے، کتاب اللہ پر عمل کیا جائے، اس کے احکامات کی پیروی کی جائے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر معاملہ میں اطاعت کی جائے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج جیسی عبادات ادا کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے اور اللہ کے دین میں انسان پوری طرح داخل ہو کر ہر قسم کے گناہوں اور محرمات سے بچے۔ اس کے سوا دوسری کوئی چیز نجات کے لیے فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ یہاں بزرگوں، اولیاء اللہ اور اللہ کے نبیوں سے نسب سے ہونا کام نہیں آئے گا۔ صرف ایک چیز کام آئے گی اور وہ ہے عمل صالح۔

دیکھ لیجیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کے سسر ابولہب اور اس کے گھرانے کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴾

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور ٹوٹ چکے، نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آئے گا نہ اس کی کمائی۔ جوش والی آگ میں داخل ہوگا۔ اس کی عورت بھی ایندھن اٹھائے داخل جہنم ہوگی۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔''

دوسرے چچا ابوطالب کے لیے جب آپ ﷺ نے دعائے مغفرت کرنا چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾

(التوبہ: ۱۱۳)

''نبی ﷺ اور مؤمنین کی شان سے بعید ہے، شرک کرنے والوں کے حق میں بخشش مانگیں، گو وہ قریبی ہوں، جبکہ انہیں معلوم ہو چکا ہو کہ وہ جہنمی ہیں۔''

جو آدمی بھی قرآنِ مجید میں تدبر اور اس کے معانی میں غور و فکر کرے، وہ یہ حقیقت معلوم کرسکتا ہے کہ نجات کا دارومدار خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کے اقرار اور اس کے نبی محترم ﷺ کی رسالت کے اقرار پر ہے۔ کتاب و سنت پر عمل ہی سے انسان نجات پاسکتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴾

(الفرقان: ۷۰،۷٦)

"مگر جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کوئی توبہ کرکے نیک عمل کرتا ہے، وہی اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ اور وہ لوگ ہیں جو بیہودہ امور پر حاضر نہیں ہوتے۔ اور جب کسی بیہودگی کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے تو اعزاز واکرام سے گزر جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں کہ جب اُن کو پروردگار کے احکام سے ہدایت کی جائے تو بہرے اور اندھے ہوکر اس پر نہیں گرتے۔ اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت کر اور ہم کو متقیوں کا امام بنا۔ انہی لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور وہاں دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔"

لیکن ان لوگوں کا اعتقاد سراسر اس کے برعکس ہے، یہ کہتے ہیں کہ "علی کی محبت ایک ایسی نیکی ہے جس کو کوئی برائی بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔" [1]

ایک جگہ ان لوگوں نے کہا ہے: "اہل بیت کی محبت سے لوگوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جس طرح تیز آندھی میں درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔" [2]

رسول اللہ ﷺ کی طرف اس جھوٹی روایت کو منسوب کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس قدر فضائل سے نوازا ہے جو گنتی میں نہیں آ سکتے، جس نے ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو دل سے مانتے ہوئے ذکر کیا، اللہ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، جس نے ان کی کسی فضیلت کو لکھا، جب تک اس کی وہ تحریر باقی رہے گی، فرشتے

[1] "تفسير منهج الصادقين" ج ٨ ص ١١٠.
[2] ايضاً ج ٨ ص ١١١.

اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، جس نے ان کی کسی فضیلت کو سنا، اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کردے گا جن کا تعلق سماع سے ہے، جس نے ان کی کتاب فضائل پر نظر ڈالی، اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کردے گا جو اس نے نظر سے کیے ہوں گے۔'' ❶

جہاں تک عمل صالح کا تعلق ہے، تو اس کے متعلق یہ لوگ واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جھوٹے، جعفر صادق کی طرف اس قول کو منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے شیعہ کو مخاطب کرکے کہا:

''بخدا! تم میں سے دو آدمی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ خدا کی قسم ایک بھی نہیں۔'' ❷

نیز آپ نے شیعہ سے کہا: ''تم میں سے کوئی آدمی کوئی عمل کیے بغیر ہی اپنا نامۂ اعمال (نیکیوں سے) بھر سکتا ہے۔'' ❸

''بلکہ وہ آدمی قیامت کے دن نبیوں کے درجے میں ان کے ساتھ ہوگا۔'' ❹

اپنے آٹھویں امام معصوم، ابوالحسن رضا کی طرف اس روایت کو منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے کہا:

''ہمارے گروہ میں سے کسی نے بھی کوئی گناہ یا غلطی نہیں کی مگر کسی چیز سے اس کے سب گناہ ختم ہو جائیں گے، اگرچہ اس نے بارش کے قطروں جتنے، کنکریوں اور ریت کے ذروں جتنے، کانٹوں اور درختوں جتنے گناہ کئے ہوں۔'' ❺

جس کا معاملہ یہ ہو اُسے کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی تکلیف و مشقت میں ڈالے، اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ علی اور آلِ علی سے محبت کرے اور پھر جہاں، جیسے

---

❶ ''حدیقة الشیعه'' لاحمد بن محمد المعروف مقدس اردبیلی، ص ۲ مطبوعه طهران.

❷ ''الروضه من الکافی'' للکلینی ج ۸ ص ۷۸. ❸ ایضاً ج ۸ ص ۳۱۵.

❹ ''مقدمة البرهان'' ص ۲۱.

❺ ''عیون اخبار الرضا'' لابنِ بابویه قمی ج ۲/ ۲۳۶.

اور جو جی چاہے کرے، کیونکہ وہ تو مرفوع القلم ہے۔ اس کے گناہ اور غلطیاں معاف ہو چکی ہیں، اسے جنت و خوشنودی کا پروانہ مل چکا ہے، اب کسی معصیت اور گناہ سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور نہ ایمان و عمل سے اس میں کوئی زیادتی ہی ممکن ہے۔

جہاں تک اظہارِ محبت کا تعلق ہے، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ، رضا اور دوسرے اماموں کی قبروں کی زیارت کی جائے اور خدا کی خوشنودی و مغفرت اور جنت کے پروانے حاصل کر لیے جائیں، کہتے ہیں کہ:

''حسین علیہ السلام کی زیارت (یعنی آپ کی قبر کی زیارت) ایک سو حج مبرور اور ایک سو مقبول عمرہ کے برابر ہے۔'' ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ جھوٹ منسوب کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے حسین رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد اس کی زیارت کی، اس کے لیے جنت ہے۔'' ❷

جو ان کی زیارت نہ کر سکے وہ اُن کی شہادت پر ماتم کرے اور جنت حاصل کرے۔ باقر بن زین العابدین رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''حسین پر بہایا جانے والا کوئی آنسو نہیں بہتا مگر اس کے بدلے میں خدا اس آدمی کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' ❸

اور کہتے ہیں کہ: ''اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' ❹

اسی طرح جو رضا کا ماتم کرے اس کو بھی جنت مل جاتی ہے، رضا سے ان لوگوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ''جو مومن بھی میری زیارت کرے اور (آنکھ سے) اس کے چہرے پر آنسو کا ایک قطرہ بہہ نکلے، خدا اس کے جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔'' ❺

---

❶ "الارشاد" للمفید ص ۲۵۲ مکتبہ بصیرتی قم۔ ❷ ایضاً۔

❸ "جلاء العیون" للمجلسی فارسی ج ۲ ص ٤٦٨۔

❹ ایضاً ص ٤٦٤، باب البکاء علی الحسین۔ ❺ "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۲۲۷۔

اور جو آپ کی قبر کی زیارت کرے اس کے بارے میں اپنے نویں امام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''جس نے میرے والد کی قبر کی زیارت کی، خدا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیتا ہے، قیامت کے دن اس کے لیے ایک منبر نبی کے منبر کے برابر رکھا جائے گا حتی کہ بندے حساب سے فارغ ہوجائیں۔'' ❶

''جس نے میرے بیٹے کی قبر کی زیارت کی گویا خدا کے نزدیک اس نے ستر حج مبرور ادا کیے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا: ستر حج؟ آپ نے کہا، ہاں! ستر ہزار حج ان کے جھوٹ سے خدا کی پناہ، کتنے جھوٹے اور برے لوگ ہیں۔ اس کے بعد کہا کچھ حج قبول نہیں بھی کیے جاتے۔ جس نے ان کی زیارت کی اور ان کے پاس رات گزاری گویا اس نے عرشِ خداوندی پر اللہ کی زیارت کی۔''

یا اللہ ان خرافات کو نقل کرنے پر ہم تجھ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

راوی کہتا ہے:

''میں نے کہا: عرشِ خداوندی پر اللہ کی زیارت کے برابر یہ عمل ہے؟ آپ نے کہا، ہاں۔'' ❷

علی رضا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: ''ایک دن تم پر آنے والا ہے، جس دن تم طوس میں میری تربت کی زیارت کرو گے۔ سن لو جس نے حالت غسل میں میری زیارت کی، وہ گناہوں سے اس طرح صاف ہوگیا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اُسے جنا ہے۔'' ❸

---

❶ "عیون اخبار الرضا" ص ۲۵۹ ج ۲. ❷ "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۲۵۹.

❸ یہ لوگ جھوٹ میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگلوں پچھلوں سب کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے علماء، فقہاء اور محدثین میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ جھوٹ گھڑ سکیں، ہر ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتا ہے اور اسی سبقت میں وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ پہلوں نے کیا کہا ہے اور بعد والے کیا کہیں گے؟ سب کو معلوم ہے کہ شیعہ کے ہاں حسین رضی اللہ عنہ کا جو درجہ ہے، وہ درجہ انہوں نے اور کسی کو نہیں دیا۔ لیکن ابن بابویہ قمی جب رضا کا ذکر کرتے ہوئے مبالغہ آرائی شروع کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ ان کا مذہب کیا ہے، اور وہ موسیٰ رضا کو ⇦

بیان کرتے ہیں ''جو مومن بھی آپ کی قبر کی زیارت کرے گا، خدا اس کے لیے جنت واجب اور اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔'' [1]

اسی طرح جو آپ کی بہن فاطمہ بنت موسیٰ کی زیارت کرے، اس کے لیے بھی جنت ہے۔ سعد بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

''میں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی (یعنی ان کی قبر کی) زیارت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا: جس نے آپ کی زیارت کی اس کے لیے جنت ہے۔'' [2]

یہ ان لوگوں کا دین ہے اور قبروں اور زیارت گاہوں پر مبنی یہ ان کا مذہب ہے۔ ان کا مذہب ہی زیارتیں کرنا، ماتم کرنا، اور اہل بیت سے محبت و تعلق کے دعوے کرنا ہے۔ ان کے مذہب میں فرائض و واجبات، حدود، منکرات، سیئات یا عمل صالح وغیرہ نام کی کوئی چیز سرے سے ہے ہی نہیں۔

ائمہ

جھوٹ ان لوگوں کی گھٹی میں پڑا ہے، جھوٹ کے سہارے ہی یہ پروان چڑھے ہیں۔

⇐ ⇐ حسین رضی اللہ عنہ سے بھی افضل کہہ جاتا ہے۔ ''الارشاد'' میں اس نے بیان کیا ہے کہ ''حسین کی قبر کی زیارت سو حج کے برابر ہے'' جب رضا کا ذکر آیا تو اس نے لکھا ہے کہ ''رضا کی زیارت ہزار حج کے برابر ہے۔''
(دیکھیے: عیون اخبار الرضا، ص ۲۵۷)

مزید لکھتا ہے:
آپ کی زیارت حسین کی قبر کی زیارت سے افضل ہے جیسا کہ مخلی بن مخریا نے بیان کیا ہے کہ: ''میں نے ابوجعفر رضا سے پوچھا: میں قربان جاؤں، رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے یا حسین علیہ السلام کی؟ آپ نے کہا میرے والد کی زیارت افضل ہے۔'' (عیون اخبار الرضاء ج ۲ ص ۲٦۱)
اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہے: ''ان کی قبر کی زیارت کرنا بیت اللہ کی زیارت سے افضل ہے۔'' (عیون ج ۲ ص ۲۵۸)

[1] "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۲۵۵.

[2] "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۲٦۷ باب ثواب زیارت فاطمه علیہا السلام بقم.

یوں لگتا ہے کہ جھوٹ اور یہ قوم دو جڑواں بہنیں ہیں، کس قدر گھناؤنا اور مکروہ جھوٹ ہے کہ ان کے ائمہ ان خدائی صفات کے مالک ہیں جو صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر ہی کا خاصہ ہیں۔ یہ اپنے ائمہ کو خدائی فیصلوں اور خدائی امور میں ان کا شریک و ساجھی سمجھتے ہیں۔

سبحانه وتعالٰى عما يقولون علوًا كبيرًا

یہ ان کا محدث کلینی ہے، جو شیعہ حضرات کے ہاں اسی درجہ کا محدث ہے، جس درجے کے محدث اہل سنت کے ہاں امام بخاری رحمہ اللہ ہیں۔ یہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''مجھے وہ خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ انبیاء کو بھی نہیں مجھے مصیبتوں اور آفتوں کا علم عطا کیا گیا، مجھے انساب اور فصل الخطاب کا علم عطا کیا گیا، جو مجھ سے پہلے ہو چکا وہ میرے علم سے باہر نہیں، جو مجھ سے غائب ہے وہ مجھ سے دور نہیں۔'' [1]

جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ اللہ کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ:

﴿ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان : ۱۱۳)

''کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا، اور نہ کسی شخص کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین پر مرے گا؟ بے شک اللہ ہی علم والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے۔''

کوئی شک نہیں کہ یہ شان اور یہ خوبی صرف خدائے بزرگ و برتر ہی کی ہے کہ:

﴿ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ﴾

(سبا : ۳)

''ایک ذرہ بھر چیز بھی، نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں، اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کا حکم دیا تھا کہ:

[1] "الاصول من الكافی" ج ۱۹ ص ۱۹۷.

﴿لَا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾

(النمل: ٦٥)

''اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا، نہ آسمانوں کے فرشتے نہ زمین کے باشندے۔''

ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کو ان خدائی صفات سے متصف کیا، جو صرف ذاتِ خداوندی ہی کا خاصہ ہیں بلکہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے برعکس، ان تمام صفات سے اپنے ائمہ کو بھی متصف کرنے لگے، چنانچہ کلینی نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''ائمہ علیہم السلام، جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا، سب کا علم رکھتے ہیں اور کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہیں۔''

اس باب کے تحت جعفر صادق کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے: ''مجھے ہر اس چیز کا علم ہے جو زمین و آسمان میں ہے، میں ہر اس چیز کا علم رکھتا ہوں جو جنت اور دوزخ میں ہے۔ جو کچھ ہو چکا اور جو ہوگا، سب معلوم ہے۔'' [1]

آپ کے والد محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

''بخدا کوئی عالم کبھی جاہل نہیں ہوسکتا، کسی بھی چیز کا علم رکھنے والا اس چیز سے واقف نہیں ہوسکتا، اس کے بعد کہا، خدا اس سے بلند تر ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کی اطاعت فرض قرار دے جو زمین و آسمان کے علم سے بے بہرہ ہو، اس کے بعد کہا، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔'' [2]

ابو الحسن کی طرف یہ جھوٹی روایت منسوب کرتے ہیں کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے، اسحاق بن عمار بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شیعہ آپ کے پاس آیا، آپ نے اس سے کہا:

''اے فلاں! توبہ کی تجدید کر اور پھر نئے سرے سے عبادت کر، کیونکہ تیری عمر

[1] "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ ج ١ ص ٢٦١۔ [2] ایضاً ج ١ ص ٢٦٢۔

صرف ایک مہینہ باقی رہ گئی ہے، اسحاق کہتے ہیں، میں نے اپنے دل میں کہا، واہ واہ! اس طرح گویا آپ ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ آپ شیعہ حضرات کی موت کا علم رکھتے ہیں، یا ''شیعہ کی موت'' کی جگہ ''ہماری موت'' کا لفظ استعمال کیا۔ کہتے ہیں، آپ نے غضبناک ہو کر میری طرف دیکھا۔ کیونکہ آپ دل میں کھٹکنے والی بات جان گئے تھے...... اور کہا: اے اسحاق تو اس سے انکار کرتا ہے؟ اے اسحاق یہ آدمی تیرے اہلِ بیت کو گندی گالیاں بکتا ہے، اس نے تیرے کنبہ کو شدید افلاس میں مبتلا کر دیا۔'' ❶

ان کی یہ روایات دیکھیے اور اللہ کا یہ ارشاد سنیے:

﴿ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ﴾ (الانعام: ٥٩)

''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو وہی جانتا ہے''

جعفر صادق رحمہ اللہ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں اور خود سے اور دوسرے اہل بیت سے غیب دانی کی نفی کر رہے ہیں۔ خود ان لوگوں نے سدیر کے حوالے سے آپ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا ہے:

''میں ابوبصیر، یحییٰ بزار اور داؤد بن کثیر ابوعبداللہ علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھے کہ آپ اچانک غصہ کی حالت میں ہمارے پاس آئے، جب اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تو کہنے لگے: حیرت ہے ان لوگوں پر جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ میں نے اپنی فلاں لونڈی کو مارنا چاہا تھا، وہ بھاگ گئی، اب مجھے اتنا بھی علم نہیں کہ وہ کس گھر میں ہے۔'' ❷

اس جیسی ایک اور روایت ''رجال الکشی'' میں بیان کی گئی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا تھا کہ ابوالخطاب...... آپ کا شاگرد...... یوں کہتا ہے کہ:

---

❶ ''رجال الكشي'' ص ٣٤٨ زیرعنوان اسحاق بن عمار کے حالات، مطبوعہ کربلا۔

❷ ''كتاب الحجة من الكافي'' ج ١ ص ٢٥٧.

''آپ غیب جانتے ہیں اور یہ بات آپ نے اس سے کہی ہے؟ اس پر جعفر نے کہا، اس کا یہ کہنا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں، اس ذات کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں غیب میں نہیں جانتا۔ اگر میں نے اس سے یہ کہا ہو تو خدا مجھے میرے مرنے والوں پر اجر نہ دے۔ اور میرے زندہ عزیزوں کی زندگی میں برکت نہ کرے۔''

راوی کہتا ہے:

''میں نے اپنے اور عبداللہ کے درمیان ایک باغ تقسیم کیا، نرم و شاداب حصہ اس کی طرف اور پتھریلا حصہ میری طرف آ گیا۔ اگر میں غیب جانتا تو نرم و شاداب میری طرف اور پتھریلا حصہ اس کی طرف جاتا۔'' ❶

ابوبصیر کے حوالے سے محمد باقر کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے کہا: کیا آپ قدرت رکھتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کر دیں، کوڑھ اور برص کے مریضوں کو صحت یاب کر دیں؟ آپ نے کہا: ہاں، خدا کے حکم سے۔ پھر مجھ سے کہا: اے ابو محمد میرے قریب آ، میں آپ کے قریب ہو گیا، آپ نے میرے چہرے اور میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا جس سے میں سورج، زمین، گھر اور شہر کی ہر چیز کو دیکھنے لگا، پھر آپ نے مجھ سے کہا: کیا تو چاہتا ہے کہ تو یونہی رہے یا یہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگوں جیسا ہو جائے اور قیامت کے دن جو اُن کے ساتھ ہو وہی تیرے ساتھ بھی ہو یا تو پہلے ہی کی طرح ہو جانا چاہتا ہے اور اس کے بدلے میں تجھے جنت مل جائے؟ میں نے کہا: میں ویسا ہی ہونا چاہتا ہوں جیسا تھا، چنانچہ آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور میں ویسا ہی ہو گیا جیسا پہلے تھا۔'' ❷

---

❶ "رجال الكشي" ص ٢٤٨.

❷ "كتاب الحجة من الكافي" ج ١ ص ٤٧٠.

اپنے ائمہ کے متعلق ایک جھوٹ یہ کہتے ہیں کہ ''ان کے ائمہ کے پاس وہ تمام کتابیں، جو نازل شدہ ہیں، موجود ہیں اور دوسری زبانوں میں ہونے کے باوجود انہیں سمجھتے ہیں۔'' ❶

یہ بھی کہتے ہیں کہ ''ائمہ کو اس بات کا علم ہے کہ وہ کب مریں گے اور ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔'' ❷

اور یہ کہ اگر ائمہ کی بات کی پردہ پوشی کی جائے تو وہ ہر آدمی کے بارے میں بتا دیں کہ سے کیا سزا اور کیا جزا ملے گی۔ ❸

''ائمہ کے گھروں میں فرشتے آتے ہیں، ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں، انہیں باتیں بتا جاتے ہیں۔'' ❹

ان کے پاس ایسا علم ہے جس کا متحمل نہ کوئی مقرب فرشتہ ہوسکتا ہے نہ کوئی نبی اور نہ کوئی رسول۔ ❺

امام سے کسی آدمی کی کوئی بات پوشیدہ ہے نہ کسی پرندہ، درندہ اور کسی ذی روح کی کوئی چیز مخفی۔ ❻

قائم کا ظہور

اہل بیت کی طرف منسوب کردہ بے شمار جھوٹی باتوں میں سے کچھ وہ روایات اور اقوال ہیں جن کا تعلق قائم کے ظہور سے ہے۔ ان روایات میں بتایا گیا ہے کہ حسن عسکری کی اولاد میں سے ایک قائم (افسانوی امام) ظہور پذیر ہوگا، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ ان کے عقیدے کے مطابق یہ امام غائب اہل بیت کے دشمنوں کو زندہ کرے گا اور انہیں قتل کرے گا۔

شیعہ حضرات کا سب سے بڑا محدث، بخاری قوم شیعہ کلینی، سلام بن مستنیر کی یہ

❶ ''الاصول من الکافی'' ج ۱ ص ۲۲۷. ❷ ایضاً ۲۵۸.

❸ ایضاً ۲٦٤. ❹ ''الاصول من الکافی'' کتاب الحجة ج ۱ ص ۳۹۳.

❺ ایضاً ص ٤۰۲.

❻ ''قریب الاسناد'' للحمیری ص ۱٤٦ مطبوعه: مکتبه نینوی طهران.

روایت نقل کر رہے ہیں کہ:

''میں نے ابوجعفر علیہ السلام کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب قائم ظہور پذیر ہوگا تو ہر انسان پر ایمان پیش کیا جائے گا۔ اگر اس نے حقیقتِ ایمان کو پالیا تو ٹھیک، ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی، یا وہ جزیہ ادا کرے گا جس طرح آج ذمی لوگ جزیہ ادا کرتے ہیں، اس کی کمر میں ہمیانی باندھ دی جائے گی اور اسے شہروں سے باہر اردگرد کے دیہات کی طرف نکال دیا جائے گا۔'' ❶

صرف یہی نہیں بلکہ شیعہ مفسر صافی کی جعفر سے نقل کردہ روایت کے مطابق ''جب قائم ظہور پذیر ہوگا تو قاتلین حسین کی اولاد کو ان کے آباء اجداد کے عملوں کی وجہ سے قتل کرے گا۔'' ❷

صرف ان کی اولاد کو قتل کرنے پر بس نہیں کرے گا بلکہ مفید کی جعفر بن باقر سے نقل کردہ روایت کے مطابق ان کے آباؤ اجداد کو بھی زندہ کر کے قتل کرے گا:

''جب قائم، آلِ محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم میں سے ظہور پذیر ہوگا تو قریش کے پانچ سو آدمیوں کو زندہ کرے گا اور ان کی گردن مار دے گا، پھر مزید پانچ سو آدمیوں کو زندہ کرے گا اور اُن کی گردن مار دے گا، اس طرح چھ دفعہ یہی عمل کرے گا۔'' ❸

عیاشی کی روایت کے مطابق یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو بھی قتل کرے گا، بیان کرتے ہیں کہ:

''ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا ہے سب سے پہلے دنیا میں حسین بن علی، آپ کے ساتھیوں اور یزید بن معاویہ اور آپ کے ساتھیوں کا حساب لے گا، انہیں اسی طرح تیروں کے بدلے میں تیروں کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔'' ❹

❶ "الروضة من الكافي" ج ٨ ص ٢٢٧. ❷ "تفسير الصافي" سورة البقرة ج ١ ص ١٧٢.

❸ "الارشاد" للمفيد ص ٣٦٤.

❹ "تفسير العياشي" ج ٢ ص ٢٨٠ زیر تفسیر آیت "ثم رددنا لكم الكرة عليهم"، "البرهان" ج ٢ ص ٤٠٨ "الصافي" ج ١ ص ٩٥٩۔

اسی قدر جھوٹ پر بس نہیں کی، اتنے جھوٹ بول کر بھی ان کے پیٹ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی اور بالآخر محمد باقر کی طرف ایک اور جھوٹ منسوب کر کے جھوٹ کی انتہائی حدوں کو چھولیا۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"جب ہمارا قائم ظہور پذیر ہوگا تو حمیراء (یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو زندہ کیا جائے گا اور ان پر حد قائم کی جائے گی، محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ کا انتقام لیا جائے گا، آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پر حد کیوں قائم کی جائے گی؟ آپ نے کہا: ام ابراہیم پر بدکاری کا الزام لگانے کی وجہ سے، آپ سے پوچھا گیا، اللہ قائم کو اتنا مؤخر کیوں لایا؟ آپ نے کہا، اللہ نے محمد ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے اور قائم علیہ السلام کو زحمت و مصیبت بنا کر بھیجا ہے۔" ❶

اسی طرح ان لوگوں نے بہت سی بے بنیاد روایات بیان کی ہیں اور انہیں ائمہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ان میں سے ابوجعفر باقر کی طرف منسوب کردہ ایک روایت ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

"قائم کوفہ میں نجف کے مقام پر متمکن ہوگا، وہ مکہ سے پانچ ہزار فرشتوں کے ایک جلوس کے ساتھ نجف کی طرف روانہ ہوگا، جبرئیل اس کے دائیں طرف، میکائیل بائیں طرف اور مومنین اس کے سامنے ہوں گے، وہ فوجوں کو ملکوں میں تقسیم کر دے گا...... سب سے پہلے اس کی بیعت کرنے والا جبرئیل ہوگا۔" ❷

عجیب و غریب مسائل

اہل بیت کی طرف منسوب کردہ بے شمار جھوٹی روایات میں سے ایک جھوٹ وہ ہے جو ان لوگوں نے ابوعبداللہ جعفر بن باقر کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

❶ "تفسیر الصافی" سورۃ الانبیاء جلد ۲ ص ۱۰۸.

❷ "تفسیر الصافی" سورۃ الانبیاء جلد ۲ ص ۱۰۸.

''اگر حالت نماز میں تیرے عضو مخصوص سے مذی یا ودی بہہ نکلے تو اسے مت دھو، نہ نماز کو توڑ اور نہ ہی اس کی وجہ سے اپنا وضو توڑ، اگر چہ وہ بہتے بہتے تیرے ٹخنوں تک جا پہنچے، یہ تو ناک سے نکلنے والی گندگی کی مانند ہے، وضو کرنے کے بعد جو چیز بھی بواسیر وغیرہ خارج ہو، اس سے کچھ نہیں ہوتا (یعنی وضو یا نماز نہیں ٹوٹتی)۔'' ❶

اسی طرح آپ کے والد محمد باقر بن علی زین العابدین کی طرف یہ جھوٹ منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ:

''آپ سے اس مذی کا حکم پوچھا گیا جو بہتے بہتے ران تک پہنچ جائے، آپ نے کہا، اس سے نہ نماز ٹوٹتی ہے اور نہ ہی ران کو دھویا جائے گا۔'' ❷

بیان کرتے ہیں کہ عمر بن زید نے کہا ہے:

''میں نے جمعہ کے دن مدینہ میں غسل کیا، خوشبو لگائی اور کپڑے پہنے۔ ایک لونڈی میرے پاس سے گزری، میں نے اس کی ران میں شہوت پوری کی، میرا پانی بہہ گیا اور وہ محفوظ رہی، میرے دل میں کچھ گرانی سی محسوس ہوئی، میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا، آپ نے کہا: تجھے وضو کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی اس کے لیے غسل ضروری ہے۔'' ❸

جعفر صادق کی طرف منسوب ایک اور جھوٹ سنیے'' کہتے ہیں کہ آپ نے حنان بن سدیر کو کالا جوتا پہنے دیکھا تو پوچھنے لگا: تو نے کالا جوتا کیوں پہنا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ اس میں تین صفتیں ہیں؟ میں نے کہا، قربان جاؤں کیا تین صفتیں ہیں؟ آپ نے کہا یہ نظر کو کمزور کرتا ہے، آلۂ تناسل کو ڈھیلا کرتا ہے اور غم کو بڑھاتا ہے، اس کے علاوہ یہ متکبرین کا پہناوا

---

❶ "روضة الواعظين" ج ٢ ص ٣٦٤، ٣٦٥۔ "الارشاد" ص ٣٦٤.

❷ "الفروع من الكافي" ج ٣ ص ٤٠ كتاب الطهارة.

❸ "وسائل الشيعه" للحر العاملی، كتاب الطهارة ج ١ ص ١٩٨.

ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو پیلا جوتا پہنے، اس میں بھی تین صفتیں ہیں، بیان کرتا ہے کہ میں نے پوچھا، کون کون سی صفتیں؟ آپ نے کہا: نظر کو تیز کرتا ہے، آلۂ تناسل کو سخت کرتا ہے اور غم کو مٹاتا ہے۔'' ❶

کوئی پوچھے کہ جوتے کا آلہ تناسل کی سختی اور نرمی سے کیا تعلق؟

اپنے ساتویں امام..... ابوالحسن اول کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''خوبصورت چہرے کو دیکھنا نظر کو تیز کرتا ہے۔'' ❷

ابوجعفر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''تین چیزیں تین چیزوں سے کبھی سیر نہیں ہوتیں، زمین بارش سے، آنکھ دیکھنے سے، اور عورت آلۂ تناسل سے۔'' ❸

آپ ہی سے ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''دس چیزوں میں صحت ہے..... کھانے میں، پینے میں، خوبصورت عورت کی طرف دیکھنے میں اور جماع کرنے میں۔'' ❹

کہتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا تھا ''کیا مرد اپنی عورت کو ننگی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کوئی مضائقہ نہیں، اسی میں تو مزہ ہے۔'' ❺

کہتے ہیں کہ ''ابوالحسن سے پوچھا گیا کہ کیا مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دے سکتا ہے؟ آپ نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں۔'' ❻

نا معلوم ان لوگوں کے ائمہ کو اس قسم کے مسائل سے کیا تعلق ہے اور ایسے مسائل بیان کرنے میں کیا حکمت ہے؟ یہ کیسا دین ہے جو اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خوبصورت عورتوں کو گھوریں، آلۂ تناسل کو سخت کریں، کھانے، پینے، جماع کرنے اور دوسری خرافات کی

---

❶ ''کتاب الخصال'' لابن بابویه قمی باب الثلاثة ج ۱ ص ۹۹.

❷ ''کتاب الخصال'' باب الثلاثة ج ۱ ص ۹۲.

❸ ایضاً ج ۱ ص ۲۲۱.

❹ باب العشرة ج ۲ ص ٤٤٣.

❺ ''الفروع من الكافی'' ج ۲ ص ۲۱٤ مطبوعه هندوستان.

❻ ایضاً.

ترغیب دینا تو ایک عام انسان کی شرافت سے بھی بعید تر ہے۔ چہ جائیکہ ثقہ و معتبر اور بقول ان کے ائمہ اس قسم کی ترغیب دیں۔

جعفر کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

''غیر مسلم کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے تو گدھے کی شرمگاہ کو دیکھ لے۔'' [1]

قابل ستر شرمگاہ دو ہیں۔ اگلی شرمگاہ اور پچھلی شرمگاہ۔ جہاں تک پچھلی شرمگاہ کا تعلق ہے وہ دو چوتڑوں میں چھپی ہوئی ہے۔ باقی رہی اگلی شرمگاہ سو اُسے تو اپنے ہاتھ سے چھپا لے۔ [2]

صرف یہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر گندی گندی باتیں ان لوگوں نے بیان کی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے:

''جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ لنگی وغیرہ کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن آپ حمام میں آئے اور جسم پر (از قسم پوڈر) کچھ ملا۔ جب پورے جسم پر (از قسم پوڈر) کچھ مل دیا تو لنگی اتار پھینکی، آپ کے غلام نے آپ سے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا آپ نے ہمیں لنگی باندھنے کا حکم نہیں دیا اور خود سے آپ نے لنگی اتار پھینکی؟ اس کے جواب میں آپ نے کہا: کیا تجھے پتہ نہیں کہ پوڈر نے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔'' [3]

عبداللہ دابقی کی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا:

''میں مدینہ میں ایک حمام میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی حمام کا نگران ہے۔ میں نے پوچھا، اے بابا یہ حمام کس کا ہے؟ اس نے کہا میرے والد ابو جعفر محمد بن حسین علیہ السلام کا۔ میں نے پوچھا: وہ بھی اس میں آتے تھے؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے پوچھا کیا کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا: حمام میں داخل

---

[1] ''الفروع من الکافی'' کتاب الزی والتجمل ج ٦ ص ٥٠١ مطبوعہ طھران.

[2] ایضاً. [3] ایضاً ج ٦ ص ٥٠٢، ٥٠٣.

ہوتے، اپنے آلہ کی مالش کرتے اور اسے دیکھا نہ کرتے تھے، پھر اپنے چوتڑوں کی مالش کرتے اور مجھے بلاتے، میں ان کے سارے بدن کی مالش کرتا، ایک دن میں نے انہیں کہا: جس چیز کو میرا دیکھنا آپ ناپسند کرتے ہیں میں نے اسے دیکھ لیا ہے، آپ نے کہا: ہرگز نہیں۔ پوڈر نے اُسے ڈھانپ لیا ہے۔"❶

کچھ اور عجیب مسئلے

ان لوگوں نے بے شمار عجیب وغریب مسئلے بنا رکھے ہیں، ایک عجیب مسئلہ وہ ہے جسے یہ لوگ محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ نے اس آدمی کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کی ماں، بہن یا بیٹی سے زنا کیا ہو، کہا ہے کہ "اس سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔"❷

نیز ان ہی سے منسوب ہے کہ:

"اگر کوئی آدمی اپنے باپ کی بیوی سے یا اپنے باپ کی لونڈی سے زنا کرے تو اس سے نہ وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوتی ہے اور نہ وہ لونڈی اپنے مالک پر حرام ہوتی ہے۔"❸

اسی طرح کے اور بہت سارے عجیب وغریب مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ شیعہ محدث کلینی اور قمی روایت کرتے ہیں کہ: نمازِ جنازہ بغیر وضو کے بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ کو ان لوگوں نے جعفر کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ "جب آپ سے کسی نے نمازِ جنازہ کے بارے میں پوچھا کہ کیا میں بغیر وضو کے نماز پڑھ لوں؟ تو آپ نے کہا کہ: ہاں۔"❹

---

❶ "الفروع من الكافي" كتاب الزى والتجمل ج ٦ ص ٥٠٣.

❷ "الفروع من الكافي" ج ٥ ص ٤١٦. ❸ ايضاً ص ٤١٩.

❹ "الفروع من الكافي" ج ٣ ص ١٧٨ "من لا يحضره الفقيه" ٢ ص ١٧٠.

حاشیہ نویس اس کے تحت لکھتا ہے:

''ہمارے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس نماز کے لیے طہارت کا ہونا شرط نہیں۔'' ''تذکرہ'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے، ''طہارت شرط نہیں ہے، پانی، مٹی اور وضو یا غسل پر قدرت ہونے کے باوجود بھی بے وضو آدمی، حائضہ عورت اور جنبی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں، ہمارے تمام علماء کا یہی مذہب ہے۔'' ❶

نیز جعفر بن محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے کلینی لکھتا ہے:

''حائضہ عورت جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہے۔'' ❷

نیز ابو جعفر محمد باقر اور آپ کے بیٹے جعفر سے کسی نے پوچھا کہ:

''ہم نے کپڑا خریدا ہے اس کو شراب اور خنزیر کا مادہ منویہ لگ گیا ہے، کیا دھونے سے پہلے اسے رگڑ کر ہم اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ دونوں نے کہا کہ: ہاں، کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اس کا کھانا حرام کیا ہے، اس کا پہننا، چھونا اور اس میں نماز پڑھنا حرام نہیں کیا۔'' ❸

نیز خنزیر کے بالوں سے رسی بنا کر اس سے کنویں سے پانی کھینچا جائے تو اس پانی سے وضو جائز ہے، زرارہ سے بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے یہ پوچھا کہ اگر رسی خنزیر کے بالوں سے بنائی گئی ہو اور پھر اس رسی سے کنویں سے پانی نکال کر اس پانی سے وضو کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے کہا: کوئی حرج نہیں۔'' ❹

جعفر کی نقل کردہ ایک اور روایت میں ہے کہ:

''امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اگر ہانڈی پک جائے اور اس میں چوہا گر پڑے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا: اس کا شوربہ گرا دیا جائے اور گوشت دھو کر

---

❶ ''الفروع من الکافی'' حاشیہ ۱۷۸۔ ❷ ''الفروع من الکافی'' حاشیہ ۱۷۸۔

❸ کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' ج ۱ ص ۲۴۸۔ ❹ ''تہذیب الاحکام'' از طوسی ج ۱ ص ۴۰۹۔

کھالیا جائے۔'' ❶

جعفر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر گھی یا تیل میں چوہا یا کتا گر پڑے اور پھر زندہ ہی اس سے نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' ❷

ایک طرف تو اس قدر نرمی لیکن دوسری طرف سختی کی انتہا ملاحظہ ہو! کلینی لکھتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے سانڈ کی شہوت کے وقت اس کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔'' ❸

یہ انسان کو اس چیز کا مکلّف بنانا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، بھلا کوئی آدمی کیسے معلوم کرے کہ ذبح شدہ سانڈ شہوت میں تھا یا نہیں تھا؟

بعض جگہ تو ضرورت سے زیادہ آسانی اور رخصت دے دی گئی ہے۔ جعفر بن باقر نقل کرتے ہیں کہ آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر چوہا، بلی، مرغی، کوئی پرندہ یا کتا کنویں میں گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا: جب تک جانور نہ پھٹا ہو یا پانی کا ذائقہ نہ بدلا ہو، اس وقت تک پانچ ڈول نکال لو، کافی ہیں۔'' ❹

جعفر سے اس کنویں کا حکم پوچھا گیا جس میں انسانی غلاظت، خشک یا تر گر چکی ہو تو آپ نے کہا: اگر بہت سا پانی ہے تو کوئی بات نہیں۔ ❺

آپ ہی سے ایک اور روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ:

''صادق علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ مردار کی کھال میں پانی اور گھی رکھنے

---

❶ "الفروع من الکافی" کتاب الطهارة ج ٣ ص ٧.

❷ کتاب الاطعمة ج ٢ ص ١٦١.

❸ "الفروع من الکافی" کتاب الاطعمة ج ٦ ص ٢٦٠.

❹ "الفروع من الکافی" کتاب الطهارة جلد ٣ صفحه ٥.

❺ "تهذیب الاحکام" ج ١ ص ٤١٦ "الاستبصار" ج ١ ص ٤٢.

کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا: کوئی حرج نہیں، پانی، گھی، دودھ جو تیرا جی چاہے اس میں رکھ، تو اس سے وضو بھی کرسکتا ہے اور پی بھی سکتا ہے۔'' ❶

کہتے ہیں کہ اگر پانی کے مشکیزہ میں چوہا، بلا، یا مردہ چڑیا گر جائے اور پھٹ جائے تو اس پانی کا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز نہیں، اور اگر جانور پھٹ نہ چکا ہو تو اس کے اور اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، مردار اگر تر نکلے تو اسے پھینک دیا جائے، اسی طرح مٹکے وغیرہ اور پانی رکھنے کے دوسرے برتنوں کا بھی یہی حکم ہے۔'' ❷

جعفر بن باقر کی طرف منسوب ہے کہ:

''اگر دو پرنالے بہ رہے ہوں، ایک پرنالہ سے پیشاب اور ایک پرنالہ سے پانی بہہ رہا ہو، دونوں گڈ مڈ ہونے کے بعد بہتے ہوئے تمہارے تک پہنچ جائیں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' ❸ (یعنی اسے پیا اور اس سے وضو کیا جاسکتا ہے)۔

آپ کی ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ ''آپ سے کسی نے پوچھا کہ میں اس غسل خانے میں غسل کرتا ہوں جس میں پیشاب اور جنابت کا غسل کیا جاتا ہے، برتن میں اس کا پانی گر گیا ہے، کیا اسے بہا دیا جائے؟ آپ نے کہا اس کو کچھ نہیں ہوا۔'' ❹

قمی اپنی کتاب میں ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ابوجعفر باقر علیہ السلام بیت الخلاء میں داخل ہوئے وہاں گندگی میں پڑا روٹی کا ایک لقمہ آپ کو ملا، آپ نے اسے اٹھایا، دھویا اور اپنے غلام کو، جو آپ کے ساتھ تھا، دے دیا اور کہا یہ لقمہ تیرے پاس رہنا چاہیے تاکہ میں نکل کر اسے کھالوں، جب آپ نکلے تو غلام سے پوچھا لقمہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کی اولاد، میں نے اسے کھالیا ہے۔ آپ نے کہا، یہ جس کے پیٹ میں بھی

---

❶ "كتاب من لايحضره الفقيه" لابن بابويه قمي ج ١ ص ١١.

❷ ايضاً ج ١ ص ١٤.

❸ "الفروع من الكافي" ج ٣ ص ١٢، ١٣. "تهذيب الاحكام" ج ١ ص ٤٢.

❹ "الفروع من الكافي" ج ٣ ص ١٤.

جائے گا خدا اس کے لیے جنت کو واجب کردے گا، جا، تو آزاد ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں کسی جنتی آدمی سے خدمت لوں۔" ❶

یہ ہیں ان لوگوں کی جھوٹی روایات...... ذرا سوچیے کہ گندگی اور روٹی کا ایک لقمہ کھانے پر یہ لوگ مغفرت و جنت کے پروانے بخش رہے ہیں۔

دردانگیز لطیفے

ان لوگوں نے بہت سے جھوٹے واقعات اور دردانگیز لطیفے اپنی روایات میں بیان کیے ہیں۔ جعفر سے روایت کرتے ہوئے کلینی لکھتا ہے:

"جب نبی ﷺ پیدا ہوئے تو کئی روز تک آپ کے دودھ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ابو طالب نے آپ کو اپنے پستان سے لگایا، خدا نے اس میں دودھ اتار دیا، چنانچہ کئی روز تک ابوطالب آپ کو دودھ پلاتے رہے، تا آنکہ حلیمہ سعدیہ ابوطالب کو مل گئیں تو آپ نے حضور ﷺ کو ان کے سپرد کر دیا۔" ❷

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے کہ:

"حسین نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا نبی ﷺ ابوطالب کے پاس آیا کرتے تھے اور وہ اپنا انگوٹھا آپ کے منہ میں دے دیا کرتے تھے، آپ اسے چوس لیتے جو آپ کے لیے دو یا تین دن کے لیے کافی ہوتا۔" ❸

ذرا دیکھیے کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں اور بڑوں کی بزرگی اور بڑائی کے لیے کس طرح جھوٹے قصے اور کہانیاں اختراع کرتے ہیں، اگرچہ انہیں کہانیاں گھڑنا اور قصے بنانا نہیں آتا جس کی وجہ سے ان کی کمزوریاں اور نقائص ہی واضح ہوتے چلے جاتے ہیں، جسے عقلاء اور عام انسانوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے بچے بھی صاف محسوس کر سکتے ہیں، لیکن خدا جانے ان

❶ "كتاب من لا يحضره الفقيه" باب احكام التخلي ج ١ ص ٢٧.

❷ "الاصول من الكافي" كتاب الحجة ج ١ ص ٤٥٨ مطبوعه طهران.

❸ "الاصول من الكافي" ج ١ ص ٢٦٥.

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نہ دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک جھوٹی روایت جسے ان لوگوں نے باقر بن زین العابدین کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے، یوں ہے:

''رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ فاطمہ کو چومتے ہیں، اپنے ساتھ اور اپنے قریب رکھتے ہیں، ان سے (شفقت ومحبت کا) وہ برتاؤ کرتے ہیں جو دوسری کسی بیٹی سے نہیں کرتے؟ آپ نے کہا جبرئیل میرے پاس جنت کے سیبوں میں سے ایک سیب لے کر آئے تھے، میں نے اسے کھایا جو پانی بن کر میری پشت میں پہنچ گیا، پھر میں خدیجہ سے ہم بستر ہوا، آپ کو حمل ہوا جس سے فاطمہ پیدا ہوئیں، مجھے ان سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔'' [1]

جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ مقام ہے تو پھر علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اس مقام پر فائز ہونا ضروری ہے:

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کے متعلق بھی ان لوگوں نے اس سے ملتا جلتا ایک قصہ اختراع کر لیا، لہٰذا فتال [2] اپنی کتاب میں ابوطالب کے متعلق بیان کرتا ہے کہ:

''آپ کے پاس جنت کے پھلوں کی ایک طشتری لائی گئی جس میں پکی ہوئی تازہ کھجوریں اور انار تھے، آپ نے اس میں سے ایک انار لیا اور اسی وقت خوشی میں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے، اپنے گھر پہنچے، اسے کھایا جس کا پانی بن کر ان کی پشت میں پہنچا، پھر آپ نے فاطمہ بنت اسد سے مجامعت کی اور اس سے علی پیدا ہوئے۔'' [3]

---

[1] ''علل الشرائع'' ج ۱ ص ۱۸۳.

[2] اس کا نام محمد بن حسن بن علی فتال نیساپوری، ایرانی ہے۔ قمی کہتا ہے: حافظ واعظ اور ''روضۃ الواعظین'' کا مصنف ہے۔ چھٹی صدی کے علماء میں سے ہے۔ ابن شہر آشوب کے مشائخ میں سے ہے۔ (الکنی والالقاب ج ۳ ص ۹) حلی نے کہا ہے ''جلیل القدر متکلم، فقیہ، عالم اور زاہد ہے۔ ابوالمحاسن عبدالرزاق سردار نیساپور نے اسے قتل کر دیا تھا۔'' (رجال الحلی ص ۲۹۵، ۵۰۸)

[3] ''روضۃ الواعظین'' للفتال ج ۱ ص ۸۷ قم ایران.

نیز صدوق جعفر کی طرف ایک اور جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جعفر سے پوچھا گیا:

''رسول اللہ کے بیٹے کیوں زندہ نہیں بچے؟ آپ نے کہا: خدا نے محمد کو نبی پیدا کیا تھا اور علی علیہ السلام کو وصی پیدا کیا تھا۔ اگر رسول اللہ کے بعد آپ کا کوئی بیٹا زندہ رہتا تو وہ امیر المومنین سے زیادہ (آپ کی جانشینی) کا حق دار ہوتا۔ اس طرح امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت باقی نہ رہتی۔'' ❶

جب ان لوگوں نے جھوٹ اور بہتان و افتراء کا کاروبار شروع کر ہی دیا ہے تو پھر کیوں نہ اس میں انتہا تک پہنچیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی جھوٹ منسوب کرنے لگے، کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''جنت کے دروازے کا کنڈا سونے کی چادروں پر سرخ یاقوت سے بنا ہے، جب یہ کنڈا چادر پر گرتا ہے تو بج اٹھتا ہے اور کہتا ہے، یا علی۔'' ❷

ایک ہم عصر اور اٹھا اور کہنے لگا:

''اگر ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو علی بن ابی طالب اس دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہتے۔'' ❸

جب آپ اس مقامِ بلند پر فائز ہیں تو آپ کے گروہ کو بھی اس میں سے کچھ حصہ ملنا ضروری ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ جھوٹ منسوب کردیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اللہ نے مجھ پر تمہارے شیعہ کے سب گناہ ڈال دیے اور پھر وہ گناہ مجھے بخش دیے۔'' ❹

اہل بیت کی طرف منسوب کردہ درد انگیز لطیفوں میں سے ایک اور لطیفہ سنیے۔ یہ

---

❶ ''علل الشرائع'' ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ نجف۔
❷ ''روضۃ الواعظین'' ج ۱ ص ۱۱۱۔
❸ ''اصل الشیعۃ واصولھا'' ص ۱۱۲ مطبوعہ بیروت۔
❹ ''البرھان'' ج ۲ ص ٤٤٢ مطبوعہ، قم۔ ایران۔

روایت ابوعبداللہ کی طرف منسوب ہے، کہتے ہیں کہ آپ سے زمین کے بارے میں یہ سوال کیا گیا تھا:

''زمین کس چیز پر کھڑی ہے؟ آپ نے کہا مچھلی پر، میں نے پوچھا: مچھلی کس چیز پر کھڑی ہے؟ آپ نے کہا، پانی پر۔ میں نے پوچھا، پانی کس چیز پر کھڑا ہے؟ آپ نے کہا: چٹان پر، میں نے پوچھا: چٹان کس چیز پر ہے؟ آپ نے کہا بغیر بالوں والے بیل کے سینگ پر، میں نے پوچھا: بیل کس چیز پر ہے؟ آپ نے کہا: پاتال پر، میں نے پوچھا: پاتال کس چیز پر ہے؟ اس پر آپ نے کہا: بس یہاں پر علماء کا علم ختم ہو جاتا ہے۔'' ❶

ایک اور لطیفہ سنیے! جو علی بن حسین، جن کا لقب زین العابدین رحمہ اللہ ہے کی طرف منسوب ہے، آپ نے کہا کہ: ''خدا کا ایک فرشتہ ہے جسے فرقائیل کہا جاتا ہے، اس فرشتہ کے اٹھارہ ہزار پر ہیں۔ ایک پر سے دوسرے پَر کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔'' ❷

صرف ایک اور روایت بیان کرنے کے بعد اس بیان کو ختم کرتے ہیں، اگر ہم اس بیان کو مزید پھیلانا چاہیں تو اس کے لیے ایک یا دو کتابیں نہیں بہت سی کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کی فطرت ہی جھوٹ پر مبنی ہے۔ ہر مقام پر اور ہر جگہ یہ لوگ جھوٹ ہی کہیں گے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ موقع محل جھوٹ کا متحمل ہو یا نہ ہو۔ ابنِ بابویہ قمی ابوالحسن کی یہ روایت بیان کرتا ہے کہ آپ سے مسخ کیے جانے والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا:

''ہاتھی ایک مسخ شدہ صورت ہے، یہ ایک انتہائی زانی اور لوطی بادشاہ تھا، ریچھ بھی دراصل ایک دیوث آدمی تھا۔ خرگوش ایک عورت تھی جو اپنے شوہر کی خیانت (یعنی بدکاری) کیا کرتی تھی اور حیض اور جنابت کا غسل نہیں کیا کرتی تھی، چمگادڑ ایک آدمی تھا جو لوگوں کی کھجوریں چوری کیا کرتا تھا، سہیل ستارہ بھی ایک آدمی تھا

❶ "تفسیر القمی" ج ۲ ص ۵۹۰.

❷ "البرهان" ج ۲ ص ۳۲۷.

جو یمن میں عشر وصول کیا کرتا تھا، زہرہ ستارہ وہ عورت ہے جس نے ہاروت اور ماروت کو فتنہ میں ڈال دیا تھا، بندر اور خنزیر بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہفتہ کے دن حکم عدولی کی تھی، بام مچھلی اور گوہ بھی بنی اسرائیل کی ایک جماعت ہے۔ بچھو ایک چغل خور آدمی تھا اور بھڑ ایک قصائی تھا جو ترازو سے چوری کر لیا کرتا تھا۔" [1]

اب ہم ان کے معصوم ائمہ کے چند شکوے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے ان کذاب شیعوں سے کیے ہیں اس کے بعد ہم اپنی اس بحث کو پایہ تکمیل تک اہل بیت میں سے کوئی فرد ایسا نہیں جس کی طرف ان جھوٹے اور کذاب لوگوں نے اس قسم کی بے بنیاد باتیں منسوب نہ کر دی ہوں، جن کا خیال بھی ان کے حیطہ وہم وتخیل میں کبھی نہ گزرا ہوگا۔ من گھڑت قصے اور جھوٹی کہانیاں بنا کر ان کی طرف منسوب کر دینے میں یہ لوگ کس قدر بے باک اور چالاک ہو چکے ہیں۔ ان کی کتابیں اس قسم کی شکایتوں سے بھری پڑی ہیں۔

کشی ابنِ سنان سے نقل کرتا ہے:

"ابوعبداللہ نے کہا: ہم اہل بیت سچے ہیں لیکن کذاب لوگوں نے ہمارے متعلق جھوٹ بولے ہیں۔ لوگوں کے نزدیک ان کے جھوٹ کی وجہ سے ہمارے سچ بھی معتبر نہیں رہے۔ اس کے بعد آپ نے ان کذاب لوگوں میں سے ایک ایک کا نام لیا ہے (اس کے بعد کہا) رسول اللہ ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے تھے، مسیلمہ نے آپ کی طرف جھوٹ منسوب کیا، رسول اللہ ﷺ کے بعد امیر المومنین سب سے زیادہ سچے تھے، ان کی طرف بھی عبداللہ بن سبا نے جھوٹ منسوب کیا۔ خدا کی لعنت ہو اس پر۔ ابوعبداللہ حسین بن علی کو خدا نے مختار کے ذریعہ امتحان میں ڈالا۔ پھر ابوعبداللہ حارث شامی اور بنان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں علی بن حسین کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتے تھے۔ پھر

[1] "علل الشرائع" ص ٤٨٥، ٤٨٦.

اپنے ساتھیوں میں سے مغیرہ بن سعید، سری، ابوالخطاب، معمر، بشار اشعری، حمزہ یزیدی اور صائب ہندی کا ذکر کیا اور کہا: خدا کی لعنت ہو ان سب پر، ہمیں بھی جھوٹ بولنے والوں نے جھوٹ سے معاف نہیں رکھا...... خدا ہر کذاب سے ہماری حفاظت کے لیے کافی ہے، خدا انہیں دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے۔'' ❶

یہی شکایت آپ کے پوتے ابوالحسن رضا کو بھی ہے۔ آپ نے کہا ہے:

''بنان، علی بن حسین کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے گرمی کا مزہ چکھائے، مغیرہ بن سعید، علی بن جعفر کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے جہنم کی گرمی میں دھکیلے، محمد بن بشر، علی بن حسین، علی بن موسیٰ رضا کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے جہنم میں داخل کرے۔ ابوالخطاب علی بن عبداللہ کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے جہنم میں پھینکے، یہی محمد بن فرات کی طرف بھی جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا۔'' ❷

اسی وجہ سے جعفر بن باقر نے کہا تھا کہ: ''اگر قائم ظہور پذیر ہوا تو سب سے پہلے شیعہ حضرات کے کذاب لوگوں سے شروع ہوگا اور انہیں قتل کرے گا۔'' ❸

جعفر نے کیا خوب کہا تھا، آپ یقیناً اپنی بات میں سچے ہیں کہ:

''ہم نے رات بسر کی اور (ہماری جماعت میں سے) ہر آدمی ہماری محبت سے پھر کر ہمارا دشمن بن گیا۔'' ❹

آپ نے دیکھا کہ شیعہ حضرات کے معصوم ائمہ اپنے شیعہ کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں اور شیعہ حضرات کیا کہہ رہے ہیں...... اللہ ہمیں جھوٹ سے اور جھوٹ بولنے والوں سے بچائے! آمین۔

---

❶ ''رجال الکشی'' ص ۲۵۷، ۲۵۸، زیر عنوان ابوالخطاب کے حالات۔

❷ // // ۲۵٦۔ ❸ // // ۲۵۱۔ ❹ ایضاً ۲۵۹۔

باب چہارم:

شیعہ اور توہین اہل بیت

شیعہ حضرات کبھی بھی اہل بیت سے محبت کرنے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے نہیں تھے، شیعہ حضرات کی اپنی کتب سے ثابت ہو چکا ہے کہ اوّل روز ہی سے ان کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ صحیح اسلامی عقائد کو غلط قرار دیا جائے اور ان کی مخالفت کی جائے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے، انہیں گالیاں بکی جائیں، برا بھلا کہا جائے، اسلاف اور بزرگوں کی توہین کی جائے، جن میں سب سے پیش حامل شریعت، اس امت محترمہ کے امام محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ، شاگرد، جانشین اور آپ ﷺ کے پاکیزہ اہل بیت کا نام آتا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں صرف یہ بیان کیا ہے کہ شیعہ کا اہل بیت سے کیا اور کتنا تعلق ہے؟ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرات انہی، یعنی اہل بیت ہی کے لگائے ہوئے پودے کے برگ و بار ہیں، اہل بیت ہی ان کے مذہب کی بنیادیں ڈالنے والے اور ان کے اعتقادات کے بانی ہیں، بلکہ انہی لوگوں نے انہیں پالا اور پروان چڑھایا۔ ان لوگوں کا ان سے اتنا مضبوط اور گہرا تعلق ہے جو ان کے سوا اور کسی کے ساتھ نہیں۔

پچھلے ابواب میں ہم پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ یہ لوگ اپنے دعوؤں میں کتنے سچے ہیں۔ دیکھا جاسکتا ہے کہ انہیں ان سے کتنی محبت ہے اور کس قدر ان کے فرمانبردار و مطیع ہیں؟

اس باب میں جو ہماری کتاب کا آخری باب ہے اس میں ہم قارئین کرام اور تحقیق کرنے والوں کو لے کر ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں، ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اہل بیت کی مخالفت کی، نافرمانی کی، ان کی طرف جھوٹ منسوب کیے،

ان پر بہتان لگائے، بلکہ اس میں اس قدر آگے نکل گئے کہ توہین و گستاخی پر اتر آئے۔ کھلم کھلا گستاخی۔ برملا توہین ڈھکے چھپے لفظوں میں نہیں، واشگاف الفاظ میں۔ جس طرح محمد ﷺ کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ توہین آمیز اور گستاخانہ رویہ برتا، ٹھیک اسی طرح اہل بیت کے ساتھ بھی ان کا رویہ ویسا ہی ہے۔ ان کے نزدیک اہل بیت کے ساتھ محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو گالیاں بکی جائیں۔ جب ان سے فارغ ہو چکے تو اپنے ترکش بدگوئی و بدزبانی کے ساتھ اہل بیت کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان پر بوچھاڑ کر دی، کیونکہ کسی سے محبت یا کسی سے دشمنی پیش نظر نہیں۔ کسی کی تعمیر یا کسی کا بگاڑ مدنظر نہیں۔ پیش نظر صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں میں باہمی شکوک و شبہات پیدا کر دیے جائیں، آپس کی دشمنی اور بغض و عناد کو ہوا دی جائے۔ اسلام اور امت مسلمہ کی ساکھ کو خاک میں ملا دیا جائے۔ ورنہ سوچیے کیا کوئی آدمی نبی ﷺ کے اہل بیت کی توہین کر سکتا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کی توہین کر سکتا ہے، بلکہ خود نبی ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کی توہین کا تصور بھی کبھی کیا جا سکتا ہے؟؟

شیعہ کی طرف سے نبی ﷺ کی توہین

ہاں! اللہ کے اس صادق و مصدوق نبی ﷺ کی توہین، جسے پروردگار نے پوری مخلوق سے افضل بنایا، اولیاء اور سارے رسولوں پر فضیلت بخشی جس کی رسالت کونین تک پھیلی ہوئی، اور جس کی امامت کا اقرار ہر جن و بشر پر لازم کر دیا گیا۔ آج تک اور آج کے بعد قیامت تک انہی کی سرداری ہے اور رہے گی، انہی کے ہاتھ میں لواء حمد ہوگا، آدم علیہ السلام اور دوسرے سارے اللہ کے برگزیدہ و پسندیدہ لوگ اسی کے زیر سایہ ہوں گے۔

ہاں ہاں! اس نبی ﷺ اعظم کی توہین، جسے اللہ نے ان صفات سے نوازا، جو دوسرے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کو نہیں ملیں۔ جو خوبیاں کسی کو نہ مل سکیں وہ آپ ﷺ کو عطا کی گئیں، ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

علی اپنے اور رسول اللہ کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں جنت و دوزخ کی تقسیم کرنے والا ہوں، میں فاروق اکبر ہوں، میں صاحبِ عصا (موسیٰ) ہوں۔ میں میسم ہوں، میرے لیے تمام فرشتوں اور رسولوں نے ویسا ہی اقرار کیا ہے جیسا محمد ﷺ کے لیے کر چکے ہیں۔ مجھ پر بھی خدا نے ویسی ہی چیز اتاری ہے، آپ بھی بحکم الٰہی گفتگو کرتے ہیں، میں بھی بحکم الٰہی گفتگو کرتا ہوں...... یہاں تک تو میں (یعنی علی رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ) برابر برابر ہیں، لیکن اس کے علاوہ مجھے...... ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، مجھے آفتوں اور مصیبتوں کا علم عطا کیا گیا، انساب اور فصل الخطاب کا علم بخشا گیا، جو مجھ سے پہلے ہو چکا وہ بھی میرے علم میں ہے اور جو مجھ سے غائب ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں۔''[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ تمام خوبیوں میں برابر ہیں، لیکن کچھ ایسی خوبیاں بھی ہیں جو علی رضی اللہ عنہ کو دی گئیں اور آپ ﷺ کو نہیں دی گئیں، کیونکہ آپ بشر ہیں۔ بشر اپنی شانِ بشریت کے ساتھ جس مقام و منزلت پر بھی پہنچ جائے بہر حال ان خوبیوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔

﴿ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ ﴾ (الکھف : ١١٠)

''میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، میری طرف وحی پہنچتی ہے۔''

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان : ٣٤)

''قیامت کی گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش اتارتا ہے، اور وہی

[1] "الاصول من الکافی" کتاب الحجة ص ١٩٦، ١٩٧.

جانتا ہے کہ ماؤں کے رحموں میں کیا ہے؟ اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور نہ کسی متنفس کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا؟ بیشک اللہ ہی علم والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے۔''

ایک آیت میں ارشاد ہے:

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

(النمل : ٦٥)

''اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا، نہ آسمانوں کے فرشتے نہ زمین کے باشندے۔''

علی رضی اللہ عنہ اس لیے نبی ﷺ سے بلند تر ہیں کہ آپ عالم بشر سے بلند تر ایک ہستی ہیں؟ خدا کی پناہ! اور عملاً ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں خدا کا چہرہ ہوں، میں خدا کا پہلو ہوں، میں ہی اول ہوں، میں ہی آخر ہوں، میں ہی ظاہر ہوں، میں ہی باطن ہوں، میں زمین کا وارث ہوں، میں خدا کا وہ راستہ ہوں، جس کے ذریعہ اس تک پہنچا جاتا ہے۔''[1]

ان لوگوں سے کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ جھوٹ ان کی عادت بن چکا ہے، ان لوگوں نے نبی ﷺ کی شان کو علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہمیشہ کم تر دکھانے کی جسارت کی، پچھلے صفحات میں ہم بہت سی روایات بیان کر چکے ہیں۔[2] دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ اور روایات ہم یہاں بیان کرتے ہیں جو پہلے بیان نہیں کی گئیں، چنانچہ عیاشی اور حویزی نے اپنی اپنی تفسیروں میں ایک روایت نقل کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علی کا مقام نبی ﷺ سے بلند تر ہے، دونوں مفسر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

---

[1] "رجال الكشي" ص ١٨٤.

[2] ملاحظہ ہو! اس کتاب کا دوسرا باب بعنوان: ''افضل کون؟'' نبی ﷺ یا علی رضی اللہ عنہ؟

﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ﴾

''نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیان والی نماز کی اور اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہو۔''

کہتے ہیں کہ صلوٰت (نمازوں) سے مراد یہاں پر:

''رسول اللہ، امیرالمومنین، فاطمہ اور حسن و حسین ہیں، وسطیٰ سے مراد امیر المومنین ہیں۔'' [1]

کیا اس سے بھی زیادہ سرورِ کائنات اور رسولِ جن و بشر ﷺ کی توہین کی جاسکتی ہے؟

ہاں اس سے بھی زیادہ مکروہ اور گھناؤنی وہ روایت ہے جو حویزی نے صدوق سے نقل کرتے ہوئے لکھی ہے کہ رسول کو بھیجا ہی فقط اس لیے گیا تھا کہ آپ لوگوں کو علی کی ولایت کی تبلیغ کریں۔ اور اگر آپ نے ولایت علی کی یہ بات لوگوں تک نہ پہنچائی، جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، تو آپ کے اعمال برباد و رائیگاں جائیں گے۔ العیاذ باللہ!

ان کی عبارت سنیے: ''صدوق نے ''الامالی'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی سے کہا تھا اگر میں تیری ولایت کے بارے میں اس چیز کی تبلیغ نہ کروں، جس کا مجھے حکم دیا گیا، تو میرے اعمال برباد کردیے جائیں گے۔'' [2]

ایسا کیوں نہیں ہوگا؟ اس لیے کہ علی آپ کے ساتھ ہیں جن کی وجہ سے آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے (اللہ ہمیں ان کفریات کے نقل کرنے پر معاف فرمائے) علی ہی کی وجہ سے آپ سے بوجھ ہلکا ہوا۔ بحرانی ﴿ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴾ ''ہم نے آپ ﷺ کا بوجھ آپ ﷺ سے اتار دیا) کے تحت ابنِ شہر آشوب سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''کفار اور اہلِ تاویل پر علی بن ابی طالب کی وجہ سے (مسلمانوں سے) جنگ کرنا مشکل ہوگیا تھا۔'' [3]

---

[1] "تفسير العياشي" ج ١ ص ١٢٨ مطبوعه طهران "نور الثقلين" ج ١ ص ٢٣٨ مطبوعه قم.

[2] تفسير "نور الثقلين" ج ١ ص ٦٥٤. [3] "البرهان" في تفسير القرآن ج ٤ ص ٤٧٥.

برسی بیان کرتا ہے کہ "یہ آیت یوں تھی" ((ورفعنا لك ذكرك بعلي صهرك)) یعنی ہم نے آپ کا ذکر آپ کے داماد علی کی وجہ سے بلند کر دیا۔ نبی ﷺ اسے یوں ہی پڑھا کرتے تھے اور ابنِ مسعود سے بھی اسی طرح ثابت ہے، عثمان نے اس میں تحریف کر دی۔ ❶

اسی لیے رسول اللہ ﷺ علی کا واسطہ دے کر خدا سے دعا، مانگا کرتے تھے، بحرانی، اپنی کتاب "المناقب الفاخرة في العترة الطاهرة" میں سید رضی سے نقل کر رہا ہے کہ ابن مسعود نے بیان کیا ہے:

"میں رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا، میں نے آپ کو رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہوئے پایا، آپ کہہ رہے تھے، اے اللہ! اپنے بندہ علی کی وجہ سے میری امت کے گناہگاروں کو بخش دے۔" اسی پر بس نہیں، اور سنیے کہ "نبی کے نور سے زمین و آسمان پیدا کیے گئے۔ اسی لیے آپ زمین و آسمان سے افضل ہیں، علی کے نور سے عرش و کرسی پیدا کیے گئے، اس لیے علی عرش و کرسی سے بھی زیادہ محترم ہیں۔" ❷

یہ مقام ہے ان کی نظروں میں نبی ﷺ کا، علی کا مقام رسول سے بھی زیادہ بلند، اعلیٰ اور افضل ہے۔ جانتے بوجھتے یہ لوگ نبی ﷺ کے مرتبہ کو گھٹاتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں مبالغہ آرائیاں کرتے ہیں۔ مبالغہ آرائی کی بھی تمام حدیں پھلانگ چکے اور حضور ﷺ کی طرف اس روایت کو منسوب کر کے کہنے لگے: "جب آپ ﷺ معراج کی رات آسمانوں پر گئے تو علی اور آپ کی اولاد کو دیکھا کہ وہ آپ سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے ہیں، آپ نے انہیں سلام کیا، حالانکہ انہیں آپ زمین پر چھوڑ کر گئے تھے۔" ❸

ایک روایت اور سنیے! یہ روایت صدوق نے "الامالی" میں نقل کی ہے، کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا:

---

❶ "البرهان" في تفسير القرآن ج ٤ ص ٤٧٥۔ ❷ ايضاً ج ٤ ص ٢٢٦

❸ "تفسير البرهان" ج ٢ ص ٤٠٤ منقول از برسی۔

جب (معراج کی رات) مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو میں اپنے رب کے قریب ہوا، حتیٰ کہ میرے اور خدا کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، خدا نے فرمایا: اے محمد! تو مخلوق میں کس سے محبت کرتا ہے؟

''میں نے کہا: اے رب! علی سے، خدا نے فرمایا ادھر دیکھ اے محمد! میں نے اپنی بائیں طرف دیکھا تو علی بن ابی طالب علیہ السلام وہاں موجود تھے۔'' ❶

اسی پر بس نہیں بلکہ مزید سنیے! کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا:

''معراج کی رات آپ کے رب نے آپ سے کس کی زبان میں باتیں کیں؟

آپ نے کہا: مجھ سے میرے رب نے علی بن ابی طالب کی زبان میں خطاب کیا، حتیٰ کہ میں کہنے لگا، (یا اللہ) تو مجھ سے مخاطب ہے یا علی؟'' ❷

علی ہر جگہ نبی سے پہلے ہیں، آسمان پر بھی آپ سے پہلے، رب کے پاس بھی آپ سے پہلے، انہی کی زبان سے خدا خطاب کرتا ہے، انہی کی زبان سے گفتگو کرتا ہے، علی اپنی خلقت کے اعتبار سے بھی نبی سے افضل، علی ہی کی وجہ سے آپ کا ذکر بلند اور بوجھ ہلکا ہوا، علی ہی کے واسطہ سے آپ کی دعائیں قبول ہوئیں، آپ ہی کی طاقت کی وجہ سے آپ بچے اور آپ کی جان محفوظ رہی، علی ہی نے آپ کو قوت بخشی اور آپ کے دین کو مستحکم کیا، یہی بات ایک شیعہ ہم عصر بھی کہہ رہا ہے کہ:

''آپ نے دین کی بنیاد رکھی اور اسے مستحکم کیا، اگر آپ نہ ہوتے تو دین باقی نہ رہتا اور بنیاد مضبوط نہ ہوتی۔'' ❸

ایک اور کہتا ہے: ''شیعہ ہی کی وجہ سے اسلام قائم ہوا، ان کے امام کی تلوار ہی سے اسلام کی بنیاد رکھی گئی اور اسلام کے ستون کھڑے کئے گئے۔'' ❹

---

❶ "تفسير البرهان" ج ٢ ص ٤٠٤ منقول از برسی. ❷ "كشف الغمة" ج ١ ص ١٠٦.

❸ "اصل الشيعة واصولها" للمحمد حسين آل كاشف الغطاء ص ٦٨ نواں ایڈیشن.

❹ "اعيان الشيعه" لمحسن الامين ج اجزء اول ، قسم اول ص ١٢٣.

ان سے پہلے قمی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ ایک من گھڑت قصہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہا ہے کہ:

''آپ ﷺ مکہ میں تھے، ابوطالب کی وجہ سے کوئی آپ کو کچھ کہنے کی جسارت نہیں کرتا تھا۔ بچے آپ کو تنگ کیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ جب نکلتے تو یہ آپ پر مٹی اور کنکر پھینکا کرتے تھے۔ آپ نے علی علیہ السلام سے شکایت کی۔ دیکھیے کتنی بری تعبیر اختیار کی ان لوگوں نے، کس طرح اس نبی ﷺ کی، اس عظیم بہادر، نڈر، شہسوار اور سپہ سالاروں کے سردار کی توہین کر رہے ہیں؟ علی نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! جب آپ نکلیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور امیر المومنین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ بچوں نے اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے چھیڑ خانی شروع کی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے بچوں پر حملہ کر دیا۔ آپ نے ان کے چہروں، ناک اور کانوں پر کاٹنا شروع کر دیا۔'' ❶

چنانچہ کہتے ہیں کہ ''آپ ہی نے رسول اللہ کو ہجرت کے دن بچایا تھا۔'' ❷

درحقیقت علی ہی سب کچھ ہیں، محمد ﷺ کو اللہ نے صرف اس لیے رسول بنایا تھا کہ آپ لوگوں کو علی کی طرف بلائیں، ورنہ علی کے مقابلے میں بذاتِ خود آپ کچھ بھی نہیں...... یا اللہ اس بکواس و توہین پر ہمیں معاف فرما...... جعفر کی یہ روایت ابنِ بابویہ قمی، اور دوسرے واسطوں سے بھی یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ:

''نبی علیہ السلام ایک سو بیس مرتبہ آسمانوں پر تشریف لے گئے، ہر مرتبہ اللہ نے نبی ﷺ کی طرف علی کی ولایت کی وحی کی، اتنی مرتبہ علی کی ولایت کی وحی کی کہ اور کسی فرض کی اتنی تاکید نہیں کی گئی۔'' ❸

---

❶ "تفسير القمی" ج ١ ص ١١٤.　❷ "نور الثقلين" ج ٢ ص ٢١٩.

❸ مقدمه "تفسير البرهان" ص ٢٢.

ایک روایت اور سنیے: ''جبریل نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد! تیرا رب تجھے سلام کہہ رہا ہے اور کہتا ہے نماز فرض کی گئی اور مریض کو رخصت دے دی گئی، روزہ فرض کیا گیا اور مریض اور مسافر کو رخصت دے دی گئی، حج فرض کیا گیا اور کمزور و تنگدست کو معاف کر دیا گیا، زکوٰۃ فرض کی گئی اور اس آدمی سے معاف کر دی گئی جو نصاب کا مالک نہ ہو۔ لیکن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت میں کوئی رخصت اور چھوٹ نہیں۔'' ❶

اللہ تعالیٰ کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کرتے ہیں کہ:

''علی بن ابی طالب میری مخلوق پر میری حجت ہے، میرے شہروں میں میرا نور ہے، میرے علم کا امین ہے۔ جس نے اسے پہچانا، اگرچہ میری نافرمانی کی، میں اسے دوزخ میں نہیں ڈالوں گا۔ جس نے اس کا انکار کیا، خواہ میری اطاعت کی، میں اسے جنت میں نہیں داخل کروں گا۔'' ❷

انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین

ان لوگوں نے اس قسم کی بکواسات اور نازیبا باتیں صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی شان میں نہیں کیں بلکہ اللہ کے تمام رسولوں اور نبیوں کے بارے میں یہ لوگ اس قسم کی، بلکہ اس سے بھی زیادہ گستاخانہ اور اہانت آمیز باتیں کرتے ہیں۔ کس قدر جرأت ہے کہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی توہین و تخفیف کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے، کہتے ہیں کہ: جعفر کا علم موسیٰ اور خضر سے بھی زیادہ تھا۔ کلینی سیف تمار سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''ہم شیعہ کی ایک جماعت کے ساتھ ایک کمرے میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس موجود تھے، آپ نے کہا: ہم پر کوئی جاسوس ہے؟ ہم نے دائیں بائیں دیکھا، ہمیں کوئی نظر نہیں آیا، ہم نے کہا: ہم پر کوئی جاسوس نہیں، آپ نے کہا: رب کعبہ کی قسم، رب کعبہ کی قسم! تین دفعہ آپ نے یوں ہی کہا: اگر میں موسیٰ اور خضر

❶ مقدمہ "البرھان" محاسن برقی سے منقول ص ۲۲۔ ❷ "البرھان" مقدمہ ص ۲۳۔

کے پاس موجود ہوتا تو انہیں بتا دیتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں، میں انہیں وہ کچھ بتا دیتا جو اُن کی دسترس سے باہر ہے۔'' ❶

اللہ کے تمام برگزیدہ اور اولوالعزم رسولوں کی توہین کرتے ہوئے ان لوگوں نے ایک عجیب قصہ اختراع کیا ہے، کہتے ہیں: ''جب علی پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس گئے، دیکھا کہ علی آپ کے سامنے کھڑے ہیں، دایاں ہاتھ دائیں کان پر رکھا ہوا ہے اور اذان دے رہے ہیں، پوری یکسوئی سے کھڑے ہیں، اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ اسی دن پیدا ہوئے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگے، میں پڑھوں؟ آپ نے کہا: پڑھ۔'' اس کے بعد پورا قصہ سنیے اور سر دھنیے:

''آپ نے ان صحائف سے پڑھنا شروع کیا جو خدائے بزرگ و برتر نے آدم پر نازل کیے تھے، اس کے بعد شیث پر نازل ہونے والے صحائف شروع سے لے کر آخر تک حرف بحرف پڑھ دیے، اگر شیث بھی موجود ہوتے تو اقرار کر لیتے کہ آپ کو یہ صحائف ان سے بھی زیادہ یاد ہیں، پھر موسیٰ کی تورات پڑھی، اگر موسیٰ بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو تورات زیادہ یاد ہے، پھر داؤد کی زبور پڑھی، اگر داؤد خود بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو زیادہ یاد ہے، پھر عیسیٰ کی انجیل پڑھی، اگر عیسیٰ بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو انجیل زیادہ یاد ہے، پھر قرآن پڑھا، میں نے دیکھا کہ آپ کو بھی قرآن اتنا ہی یاد ہے جتنا اس وقت تک مجھے یاد تھا، باوجود یہ کہ آپ نے مجھ سے قرآن کی ایک آیت بھی نہیں سنی تھی۔'' ❷

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾

''یہ بات جو ان کے منہ سے نکلی ہے بہت بڑی ہے۔ یہ لوگ جھوٹ بکتے ہیں۔''

کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا:

❶ "الاصول من الكافي" كتاب الحجة ج ١ ص ٢٦١. ❷ "روضة الواعظين" ص ٨٤.

"کہاں ہے وہ جو زمین پر خدا کا خلیفہ تھا؟ داوٗد نبی علیہ السلام اٹھیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی، اگرچہ آپ بھی خلیفہ ہیں، لیکن اس سے آپ مراد نہیں، پھر پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہے وہ جو زمین پر خدا کا خلیفہ تھا؟ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اٹھیں گے، خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ندا آئے گی: اے لوگو! یہ ہیں علی بن ابی طالب جو زمین پر خدا کے خلیفہ اور اس کے بندوں پر خدا کی حجت تھے۔" [1]

اللہ کے رسولوں اور نبیوں کی توہین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "خدا کے نبی ایوب سے نعمت اسی لیے لے لی گئی تھی کہ آپ نے علی کی ولایت کا انکار کیا تھا، اسی طرح صفی اللہ یونس علیہ السلام کو بھی مچھلی کے پیٹ میں اسی لیے گرفتار کردیا گیا تھا کہ آپ نے بھی علی کی ولایت کا انکار کیا تھا، اسی طرح یوسف اور آدم علیہ السلام کو بھی آپ کی ولایت کا انکار کرنے کی وجہ سے سزائیں ملیں۔"

حویزی نے اپنی تفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن عمر، زین العابدین کے پاس آئے اور پوچھا:

"اے ابن الحسین! کیا آپ نے کہا ہے کہ یونس بن متیٰ کو مچھلی کے پیٹ میں اس لیے ڈال دیا گیا تھا کہ آپ پر میرے دادا کی ولایت پیش کی گئی تھی تو آپ نے اسے قبول کرنے میں توقف کیا تھا؟ آپ نے کہا، ہاں تیری ماں تجھے روئے، اس نے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو مجھے کوئی نشانی دکھایئے۔ آپ نے اپنی اور میری آنکھوں پر پٹی باندھنے کا حکم دیا، تھوڑی دیر کے بعد ہمیں آنکھیں کھولنے کا حکم دیا، اچانک ہم نے دیکھا کہ ہم ایک ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے کنارے کھڑے ہیں۔"

ابنِ عمر نے کہا:

---

[1] "کشف الغمۃ" از اربلی ج ۱ ص ۱٤۱.

میرے آقا! میرا خون آپ کی گردن پر، میرے بارے میں خدا سے ڈریئے، آپ نے کہا: آرام اور سکون کے ساتھ، اگر تو سچا ہے تو؟ پھر کہا: اے مچھلی! کہتا ہے کہ سمندر سے ایک مچھلی کا سر نمودار ہوا، گویا ایک بہت بڑا پہاڑ ہے، وہ کہہ رہی تھی، اے اللہ کے ولی میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ آپ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا، میرے آقا: اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر تیرے دادا محمد تک کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس پر تم اہل بیت کی ولایت نہ پیش کی گئی ہو۔ ان انبیاء میں سے جس نے ولایت کو تسلیم کرلیا وہ محفوظ رہا اور چھٹکارا پا گیا۔ جس نے توقف کیا، اسے تسلیم کرنے میں پس و پیش کی، اسے امتحان میں ڈال دیا گیا۔ اسی وجہ سے آدم کو مصیبت میں مبتلا کیا گیا، اسی وجہ سے نوح کو طوفان میں مبتلا کیا گیا، اسی وجہ سے ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا، اسی وجہ سے یوسف کو کنویں میں پھینکا گیا، اسی وجہ سے ایوب کو امتحان میں ڈالا گیا، اسی وجہ سے داؤد سے غلطی سرزد ہوئی، تا آنکہ خدا نے یونس کو مبعوث کیا اور اس کی طرف وحی کی، کہ اے یونس امیر المومنین کی ولایت تسلیم کرلے۔" [1]

اسی جیسی ایک روایت بحرانی نے اپنی تفسیر "البرھان" کے مقدمہ میں نقل کی ہے، بیان کرتا ہے کہ سلمان نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"اے امیر المومنین، میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہی زمین پر خدا کی وہ حجت ہیں جس کے طفیل آدم کی توبہ قبول ہوئی، آپ ہی کے وسیلہ سے یوسف نے کنویں سے نجات پائی اور آپ ہی کی وجہ سے ایوب کو خدا نے (مصیبت سے) نجات دے کر اپنی نعمت عطا کی۔" [2]

"معانی الاخبار" سے نقل کرتے ہیں کہ "ابوعبداللہ سے علی (رضی اللہ عنہ) کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے ہمارا معاملہ بہت مشکل و دشوار ہے، سوائے مقرب فرشتے، ایسے نبی کے جو رسول بھی ہو، اور اس بندے کے جس کے دل کا خدا نے امتحان لے لیا ہو، کوئی اس کا اقرار نہیں کرسکتا۔" (آپ نے اس قول کی وضاحت کرتے

---

[1] "تفسیر نور الثقلین" ج ۳ ص ۴۳۵۔ [2] "البرھان" مقدمہ ص ۲۷۔

ہوئے کہا)

فرشتوں میں کچھ فرشتے مقرب ہیں اور کچھ غیر مقرب، نبیوں میں کچھ رسول ہیں اور کچھ رسول نہیں۔ مومنین میں کچھ ایسے ہیں جن کا امتحان لیا گیا تھا اور کچھ ایسے جنہیں امتحان میں مبتلا نہیں کیا گیا، تمہارا معاملہ فرشتوں پر پیش کیا گیا تو ان میں صرف مقرب فرشتوں نے اسے تسلیم کیا، نبیوں پر پیش کیا گیا تو ان میں سے صرف رسولوں نے اقرار کیا، مومنین پر پیش کیا گیا تو ان میں سے صرف ان مؤمنین نے اقرار کیا جو امتحان میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ❶

ابو الانبیاء حضرت آدم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "وہ کلمات جو خدا نے آدم کو عطا کیے تھے اور جن کی وجہ سے آدم کی توبہ قبول ہوئی، وہ یہ تھے کہ آپ نے محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے وسیلہ سے سوال کیا تھا۔" ❷

یہ ہے ان لوگوں کا اصل عقیدہ جسے یہ اپنے سینوں میں چھپائے بیٹھے ہیں، ان کی کتابوں میں بھی یہی موجود ہے۔ اہل بیت کی پیروی ومحبت کے پردے میں دراصل یہ اللہ کے ان برگزیدہ انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کی، جن میں تمام رسولوں کے سردار اور امام مرسلین بھی شامل ہیں، توہین کرتے پھرتے ہیں۔

اہل بیت کی توہین

اہل بیت خواہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہوں یا علی رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کوئی بھی ان کی بدزبانیوں اوران کے خبث باطن اور ضمیر کی ذلالت کی وجہ سے، ان کے گستاخانہ قلم سے محفوظ رہا۔ ان لوگوں نے اہل بیت کی بھی اسی طرح توہین کی جس طرح نبیوں اور رسولوں کی توہین کر چکے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کے سگے بھائی اور آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

---

❶ مقدمة "البرهان" ص ٢٦.

❷ "كتاب الخصال" لابن بابويه قمي ج ١ ص ٢٧٠ زير عنوان "الكلمات التي تلقاها آدم من ربه۔"

یہ آیت: ﴿فلبئس المولٰی ولبئس العشیر﴾ ''بُرا ہے دوست اور برا ہے خاندان'' آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❶

کہتے ہیں کہ ''یہ دونوں آیتیں، پہلی آیت ﴿ومن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا﴾ ''اور جو اس دنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا'' اور دوسری آیت ﴿ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم﴾ ''اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہیں دیتی، اگر میں تمہیں نصیحت کرنے کا ارادہ کروں'' بھی آپ ہی کے بارے نازل ہوئی ہیں۔'' ❷

رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائیوں، سردارانِ بنی ہاشم، عامل علی رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

''امیر المومنین نے کہا تھا: یا اللہ فلاں آدمی کے دونوں بیٹوں پر لعنت کر حاشیہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد عبداللہ اور عبید اللہ ہیں...... یا اللہ جس طرح ان کے دل اندھے ہیں، ان کی آنکھیں بھی اندھی کر دے۔ ان کی موت میری گردن پر۔ ان کی آنکھوں کے اندھے پن کو ان کے دل کے اندھے پن کی دلیل بنا دے۔'' ❸

علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مددگاروں اور ساتھیوں کی کمی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

''میرے اہل بیت میں میرے ساتھ اس وقت قوت و وجاہت والا کوئی نہیں بچا، حمزہ جنگ احد میں شہید کر دیے گئے، جعفر بھی اپنی موت کے دن مار دیے گئے۔ اور اب میں دو ذلیل، حقیر اور ڈرپوک آدمیوں، عباس اور عقیل کے درمیان زندہ

❶ "رجال الکشی" ص ٥٤.
❷ "رجال الکشی" ص ٥٢، ٥٣.
❸ "رجال الکشی" ص ٥٢ زیر عنوان "علی کی عبداللہ اور عبید اللہ کو بددعا۔"

رہ گیا ہوں۔'' ❶

اسی جیسی روایت کلینی نے محمد باقر سے نقل کی ہے، کہتا ہے کہ:

''آپ (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ صرف دو کمزور اور ذلیل و بے کس آدمی رہ گئے، جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا، عباس اور عقیل۔'' ❷

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ عباس رضی اللہ عنہ اور عقیل رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ دونوں کی اولاد کا شمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں ہوتا ہے۔ اربلی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے، کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا تھا کہ:

''آپ کے اہل بیت کون کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا، آلِ علی، آلِ جعفر، آلِ عقیل اور آلِ عباس۔'' ❸

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی توہین

ان لوگوں نے ایک جھوٹی کہانی بیان کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی شان میں، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور آپ کے پوتے کے مقابلے میں توہین کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی شان فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے سے کمتر تھی، خلاصہ اس کہانی کا یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپ کی بائیں ران پر آپ کے بیٹے ابراہیم اور دائیں ران پر آپ کے پوتے حسین تھے۔ آپ کبھی ایک کو چومتے کبھی دوسرے کو، جبرئیل نے یہ دیکھا تو کہا: آپ کے رب نے مجھے بھیجا ہے اور سلام کہا ہے، اور کہا ہے کہ ایک ہی وقت میں یہ دونوں نہیں رہ سکتے، آپ ایک کو منتخب کر لیجیے اور دوسرے کو اس پر قربان کر دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کی طرف دیکھا اور روئے، پھر سید الشہداء کی طرف دیکھا......

دیکھیے کتنے بُرے پیرایہ بیان میں علی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا موازنہ کر رہے ہیں......

---

❶ "الانوار النعمانية" للجزائرى "مجالس المومنين" ص ٧٨ مطبوعه: قديم، ايران.

❷ "الفروع من الكافى" كتاب الروضة. ❸ "كشف الغمة" ج ١ ص ٤٣.

آپ روئے، پھر کہنے لگے: ابراہیم کی والدہ ماریہ ہیں، اگر یہ فوت ہو جائیں تو میرے سوا کوئی غمگین نہیں ہوگا، حسن کی والدہ فاطمہ اور والد علی ہیں جو میرے چچا زاد بھائی اور میری روح کی طرح ہیں، جو میرے گوشت اور خون کی طرح ہیں، اگر ان کا بیٹا فوت ہوگیا تو وہ بھی غمناک ہوں گے اور فاطمہ بھی، آپ نے جبرئیل سے کہا: اے جبرئیل! میں ابراہیم کو حسین پر قربان کرتا ہوں، حسین کی زندگی و بقا کے لیے مجھے اس کی موت قبول ہے۔'' ❶

بیٹیوں کی توہین

نبی ﷺ کی بیٹیوں کی توہین یوں کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تینوں بیٹیوں کا آپ ﷺ کی اولاد ہونا ہی تسلیم نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ نبی ﷺ، اُن (آپ کی بیٹیوں) کے والد نہیں تھے، بلکہ وہ ربیبہ (بیوی کے پہلے شوہر سے اولاد) تھیں، شیعہ مصنف حسن امین لکھتا ہے:

''مورخین بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں، تاریخی شواہد کے ساتھ میری تحقیق ہے کہ سوائے زہراء کے اور کوئی بیٹی آپ کی اولاد نہیں تھی، ظاہر ہے کہ دوسری بیٹیاں محمد سے پہلے، خدیجہ کے دوسرے شوہر کی بیٹیاں تھیں۔'' ❷

علی رضی اللہ عنہ کی توہین

خود علی رضی اللہ عنہ کی بھی، جسے یہ لوگ پہلا امام معصوم سمجھتے ہیں، بے حد توہین و تصغیر اور تذلیل و تحقیر کرتے ہیں، آپ کو بزدل و کمزور اور درماندہ و عاجز ثابت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ: جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت خلافت کی گئی اور علی نے آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور بیعت نہ کی، تو ابوبکر نے آپ کی طرف قنفذ کو بھیجا اور کہا:

---

❶ "حیات القلوب" از مجلسی ص ۵۹۳ "المناقب" لابنِ شهر آشوب.

❷ "دائرة المعارف الاسلامیه الشیعیه" ج ۱ ص ۲۷' دارالمعارف للمطبوعات، بیروت.

"پلٹ جا، اگر وہ (علی رضی اللہ عنہ) نکل آئیں تو ٹھیک، ورنہ ان کے گھر میں کود جا، اگر وہ روکیں تو ان کے گھر کو آگ لگا دے، قنفذ ملعون چلا، وہ اور اس کے ساتھی بلا اجازت آپ کے گھر میں گھس گئے، علی اپنی تلوار کی طرف لپکے، انہوں نے جلدی کی اور آپ پر قابو پالیا، کچھ نے اپنی تلواریں پکڑ لیں، ان کی گردن میں رسی ڈال دی۔ فاطمہ علیہا السلام دروازے میں ان لوگوں اور علی کے درمیان حائل ہوئیں تو قنفذ ملعون نے آپ کو کوڑا مارا، جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے بازو پر ایک پھوڑا سا تھا، یہ اسی مار کا اثر تھا، خدا کی لعنت اس پر پھر وہ علی کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور ابوبکر کے پاس پہنچا دیا"...... اس کے بعد کہتا ہے ......
علی علیہ السلام نے اس حال میں کہ رسی ان کی گردن میں تھی، بیعت کرنے سے پہلے پکارا تھا۔ (یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی)۔[1]
"اے میری والدہ کے بیٹے! بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے۔"

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا شیعہ حضرات کے ہاں یہ تخیل ہے، ان کے تصور میں ایک بزدل، ڈرپوک، خوفزدہ اور سہمے ہوئے انسان کا نام علی بن ابی طالب ہے۔

دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت وقوت اور دلیری و بے خوفی کی ایسی ایسی کہانیاں اور قصے بنائے گئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم ان کی شجاعت کے کچھ قصے بیان کر چکے ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو بزدل اور ڈرپوک کہا، بلکہ کہتے ہیں کہ اس بزدلی اور خوفزدگی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کو ملامت کیا کرتی اور غصے ہوا کرتی تھیں، آپ رضی اللہ عنہ کو بزدلی کے طعنے دیا کرتی تھیں، کہتے ہیں کہ "جب حضرت فاطمہ نے صدیق و فاروق (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے فدک کا مطالبہ کیا اور اس سلسلے

[1] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۴، ۸۹۔

میں آپ سے سخت گفتگو کی، تو علی نے...... بقول ان کے اس جھگڑے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کی، اس پر فاطمہ نے آپ سے کہا:

"اے ابن ابی طالب! تو نے یوں اپنے آپ کو چھپالیا جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ، پیٹ کے بچے کی طرح تو (خاموش) بیٹھا رہا۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہا۔" ❶

اور کہتے ہیں کہ "فاطمہ علیہا السلام آپ کو بیٹھے رہنے پر ملامت کر رہی تھیں اور آپ خاموش تھے۔" ❷

اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ "عمر بن الخطاب آپ کی بیٹی کو ڈانٹتے رہے، اور آپ انہیں اس ڈانٹ ڈپٹ سے روک تک نہ سکے" کلینی بیان کرتا ہے کہ ابوعبداللہ نے ام کلثوم بنت علی کی شادی کے بارے میں کہا تھا کہ:

"یہ ایسی شرمگاہ ہے، جسے ہم سے چھین لیا گیا ہے۔" ❸

نیز "علی اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عمر سے نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ سے ڈرتے تھے۔ اس لیے آپ نے اپنے چچا عباس کو وکیل بنایا کہ وہ ام کلثوم کی شادی عمر سے کر دیں۔" ❹

جب آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت و امارت پیش کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ "مجھے چھوڑ دو، کسی اور کو تلاش کرو" مگر یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب کر کے آپ رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے مقام سے فروتر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے تصور میں آپ بھی ایک عام لالچی آدمی تھے جو منصب کے پیچھے دوڑتا ہے اور اس کے لیے ہر تدبیر اور طریقہ بلا تامل اختیار کر لیتا ہے، جو اپنا مقصود حاصل کرنے کے لیے وہ تمام وسائل اور ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے جن کی توقع کسی شریف آدمی سے نہیں کی جا سکتی،

❶ "الامالی" للطوسی ص ۲۵۹ "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۰۳، ۲۰۴ "الاحتجاج" للطبرسی.

❷ "اعیان الشیعہ" ص ۳۶، قسم اول. ❸ "الکافی فی الفروع" ج ۱ ص ۱۴۱.

❹ "حدیقۃ الشیعہ" لمقدس اردبیلی ص ۲۷۷.

ہاں ہاں! یہ لوگ آپ کو بھی لالچی اور خودغرض و مفاد پرست بتا رہے ہیں، جو اپنے مقصود کی خاطر اپنے حسب و نسب بلکہ اپنی بیوی اور اولاد کو بھی استعمال کرتا ہے۔ دیکھیے کس طرح یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہوئے اپنی اہم، مستند اور معتمد کتب میں لکھ رہے ہیں کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو چکی اور علی رضی اللہ عنہ کے کانوں میں بھی یہ خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''یہ نام (یعنی خلیفہ) تو صرف میرے ہی لیے ہے اور پھر اس روز اس کے متعلق کچھ نہیں کہا۔''

''جب رات ہوگئی تو آپ نے فاطمہ علیہا السلام کو سوار کرایا، اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی نہیں چھوڑا، جس کے گھر آپ نہ گئے ہوں، انہیں اپنے حق کے لیے خدا کی قسمیں دیں، اپنی مدد کے لیے پکارا، لیکن ان میں سے کسی آدمی نے آپ کی بات قبول نہ کی۔'' [1]

کیا اس سے زیادہ توہین کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسا آدمی اپنی بیوی، بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گدھے پر سوار کرائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو ساتھ لے کر اور لوگوں کے دروازوں پر سے مدد و نصرت اور رحم کی بھیک مانگتا پھرے؟؟

کتنا گھناؤنا اور برا جھوٹ ہے!

اسی پر بس نہیں، اور بھی سنیے!

''جب علی علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ آپ کی مدد نہیں کرتے، آپ کو چھوڑ چکے ہیں، سب ابوبکر پر متفق ہو چکے ہیں اور ان کی عزت و تعظیم کر رہے ہیں تو آپ اپنے گھر میں پڑے رہنے لگے۔'' [2]

ان الفاظ و کلمات پر غور کیجیے، اس چھوٹی سی عبارت کو بار بار پڑھیے! اس سے معلوم ہو جائے گا کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان لوگوں کی آراء کیا ہیں، کس طرح یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی تخفیف و تحقیر کرتے ہیں اور یہ تصور دیتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کو سب لوگ چھوڑ چکے اور مسترد کر چکے تھے؟

---

[1] ''کتاب سلیم بن قیس'' ص ۸۲، ۸۳۔ [2] ''کتاب سلیم بن قیس'' ص ۸۲۔

شیعہ حضرات کے محدث ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب میں اس جیسی بہت سی روایات بیان کی ہیں، اس نے بیان کیا ہے کہ کس طرح علی رضی اللہ عنہ کے تھوڑے سے مددگاروں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا اور ان کی خلافت وامارت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، برملا لوگوں کی موجودگی میں آپ کے خلاف باتیں کیں، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے سنا تو ان کی طرف آئے:

''تلواروں کو سونتے ہوئے ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم میں سے پھر کسی نے دوبارہ ایسی بات کی تو ہم ان کے خون سے اپنی تلواریں سیراب کریں گے۔ اس کے بعد وہ لوگ...... یعنی علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی...... اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے اور پھر کبھی کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔'' [1]

آپ کی توہین وتحقیر کا ایک پہلو تو یہ ہے، دوسرا پہلو ان لوگوں نے یہ اختیار کیا کہ دنیا بھر کی قباحتیں اور خامیاں آپ رضی اللہ عنہ کی صورت اور مزاج پر چسپاں کردیں۔ ایک خامی یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا اور آپ رضی اللہ عنہ قلاش وفقیر تھے، کہتے ہیں:

''مفلس (ابوطالب) کے گھر سے اس کی تمام اولاد کو دوسرے لے گئے تھے تاکہ وہ اپنے ساتھی کی کفالت کرسکیں اور ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔'' [2]

اسی لیے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کرنا چاہی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس شادی سے انکار کردیا تھا، کہتے ہیں کہ:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کی شادی علی سے کرنے کا ارادہ کیا تو فاطمہ کو بتایا، فاطمہ کہنے لگیں: یا رسول اللہ، آپ کو اپنی مرضی کا زیادہ حق ہے، لیکن قریش کی عورتوں نے مجھے (علی) کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ پھولے پیٹ والا، لمبی لمبی کہنیوں والا، مضبوط جوڑوں والا، کنپٹیوں سے گنجا اور موٹی موٹی آنکھوں والا ہے، اس کے کندھے اونٹ کے کندھوں کی طرح لٹکتے ہیں، ہنسی سے

[1] "كتاب الخصال" للقمي ج ٢ ص ٤٦٥.

[2] "مقاتل الطالبيين" لابي الفرج ص ٢٦.

دانت نکلے ہوئے ہیں اور اس کے پاس کوئی مال بھی نہیں۔" ❶

اصفہانی، ابن ابی اسحاق سے نقل کرتے ہوئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتا ہے کہ:

"میرے والد نے مجھے جمعہ کے روز مسجد میں داخل کیا، مجھے اٹھایا، میں نے علی کو دیکھا کہ وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے ہیں، وہ ایک بوڑھے اور گنجے آدمی تھے، سوجی ہوئی پیشانی اور دونوں کندھوں کے درمیان کافی چوڑائی تھی۔ ان کی داڑھی نے ان کا سینہ بھر دیا تھا، ان کی آنکھ میں نرمی (آشوبِ چشم) تھی۔" ❷

آپ کی پوری ہیئت کذائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"علی علیہ السلام گندمی رنگ اور درمیانے قد والے تھے، یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ آپ کا قد چھوٹا تھا، بڑی سی توند تھی، باریک انگلیاں تھیں، موٹی موٹی کلائیاں تھیں، باریک باریک پنڈلیاں تھیں۔ آپ کی آنکھوں میں نرمی (آشوبِ چشم) تھی، گھنی داڑھی تھی، کنپٹیوں سے گنجے اور ابھری ہوئی پیشانی والے تھے۔" ❸

کافی میں ایک اور روایت کلینی سے نقل کی گئی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد بھی علی رضی اللہ عنہ سے خوش نہیں تھیں اور نہ آپ رضی اللہ عنہا نے دل سے علی رضی اللہ عنہ کو قبول کیا تھا، روایت یوں ہے کہ:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کی شادی علی علیہ السلام سے کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے، دیکھا کہ فاطمہ رو رہی ہیں، آپ نے ان سے پوچھا، کس چیز نے تجھے رُلایا؟"

بخدا اگر میرے گھرانے میں اس سے بہتر کوئی دوسرا ہوتا تو میں تیری شادی ہرگز اس سے نہ کرتا، میں نے اس کے ساتھ تیری شادی نہیں کی، خدا نے تیری شادی کی ہے۔ ❹

اربلی بریدہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اٹھ اے

---

❶ "تفسیر القمی" ج ۲ ص ۳۳۶۔
❷ "مقال الطالبین" ص ۲۷۔
❸ ایضاً۔
❹ "الفروع من الکافی"۔

بریدہ، ہم فاطمہ کے پاس جائیں گے، ہم آپ کے پاس گئے، آپ نے اپنے والد کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، آپ ﷺ نے پوچھا: میری بیٹی! کس چیز نے تجھے رُلا دیا؟ فاطمہ نے کہا: کھانا کم، فکر زیادہ، اور غم بہت ہے" ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا "بخدا میرا غم بہت زیادہ ہوگیا ہے، فاقے بہت ہو رہے ہیں اور میری بیماری بڑھ گئی ہے۔" [1]

یہ ان لوگوں کا حال اور یہ ان کا انداز ہے! ان لوگوں سے کیا توقع اور امید کی جا سکتی ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ اور ذوالنورین رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ و پاکیزہ لوگوں پر، بلکہ سید المرسلین سمیت اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر زبان درازیاں کرنے سے نہیں رکتے، کیا یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کا احترام کریں گے: نہیں اور کبھی نہیں!

علی رضی اللہ عنہ اور رسول ﷺ کی زوجہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہوئے ایک انتہائی ناپاک اور بے ہودہ روایت بیان کرتے ہیں کہ:

> "رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف ایک لحاف تھا، اور کوئی لحاف نہیں تھا، عائشہ بھی آپ کے ساتھ تھیں، چنانچہ رسول اللہ علی اور عائشہ کے درمیان سویا کرتے تھے، سب پر ایک ہی لحاف ہوتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھتے تو اپنے ہاتھ سے عائشہ اور علی کے درمیان لحاف کے وسط سے حصہ بندی کر دیا کرتے۔" [2]

کیا اس سے زیادہ توہین کی جا سکتی ہے؟

ہاں ہاں! اس سے بھی زیادہ اور بہت زیادہ!!! بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ علی، رسول اللہ کے پاس آئے، ابوبکر اور عمر بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ علی کہتے ہیں کہ:

> "میں آپ ﷺ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گیا، عائشہ نے علی سے کہا: تجھے میری اور رسول اللہ کی ران کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟ آپ نے کہا: رہنے دے اے عائشہ!" [3]

---

[1] "كشف الغمة" ج ١ ص ١٤٩۔ ١٥٠.
[2] "كتاب سليم بن قيس" ٢٢١.
[3] "البرهان في تفسير القران" ج ٤ ص ٢٢٥.

ایک دفعہ علی آئے "تو بیٹھنے کو کوئی جگہ نہ ملی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا: ادھر آ جا (اپنے پیچھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) عائشہ چادر اوڑھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑی تھیں، علی آئے اور رسول اللہ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے، عائشہ غصے میں آ گئیں اور کہنے لگیں: تیری سرین کو میری گود کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی؟ اس پر رسول اللہ کو غصہ آ گیا، آپ نے کہا: اے حمیراء، میرے بھائی کو تکلیف پہنچا کر مجھے تکلیف نہ دے۔"[1]

اس طرح یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہیں۔ اور یہی تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کو اقتدار پر فائز ہونے کے بعد بھی، جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر بن چکے تھے، چھوڑ گئے تھے، کسی بھی جنگ یا معرکہ کا وقت آتا تو یہ اس سے جان بچاتے پھرتے، بہانے ڈھونڈتے پھرتے کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانے سے بچ جائیں، بغیر کسی عذر کے، کبھی کھلم کھلا اور کبھی کسی حیلے بہانے سے، تاریخ کی کتابیں ان کی غداریوں سے بھری پڑی ہیں، یہ لوگ ہمیشہ معرکوں اور جنگوں میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں، عین اس وقت جب جنگ کے شعلے پوری طرح بھڑک اٹھے، یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ کے بھڑکتے شعلوں میں چھوڑ کر کنارہ کش ہو گئے۔ اسی کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں:

> "خدا تمہیں موت دے، تم نے میرے دل کو نفرت اور میرے سینے کو غصہ سے بھر دیا۔ تم نے مجھے تہمتوں کے کڑوے گھونٹ پلائے، تم نے میری مرضی کے خلاف نافرمانی و سرکشی کی، مجھے چھوڑ گئے اور قریش نے یہاں تک کہہ دیا کہ ابن ابی طالب ایک بہادر آدمی ہے لیکن جنگ کرنا نہیں جانتا۔ اس کے بعد کہا، لیکن اس کی کیا مرضی و رائے جس کی اطاعت ہی نہ کی جاتی ہو۔"[2]

ایک دفعہ کہا: "سنو! میں نے ان لوگوں سے لڑنے کے لیے صبح و شام تمہیں پکارا، چھپ کر اور علانیہ تمہیں پکارا، میں نے تمہیں کہا اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کر دیں، تم ان پر حملہ کر دو، خدا کی قسم کوئی قوم بھی اپنے گھروں کے آنگن میں نہیں لڑی مگر ذلیل و رسوا ہوئی، تم

[1] "كتاب سليم بن قيس العامري" ص ١٧٩.

[2] "نهج البلاغة" ص ٧٠، ٧١.

نے ایک دوسرے کی مدد نہ کی، ایک دوسرے کو چھوڑ دیا تو دشمن نے تم پر بھرپور حملہ کر دیا۔ وہ ملکوں کے مالک ہوگئے، تم تلواریں نیام میں ڈالے رہے اور دشمن کے گھڑ سواروں نے تم پر ہلہ بول دیا۔ حسان بن حسان بکری کو مار ڈالا، تمہارے لشکر کو اپنی جگہ سے دور ہٹا دیا۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان کا کوئی آدمی مسلمان عورت کے پاس جاتا، اس کی پازیب اتار لیتا، اس کے گلے کا ہار اور کانوں کی بالیاں کھینچ لیتا۔ اور وہ اسے روک نہیں سکتی تھی بس اس سے رحم کی بھیک مانگتی، وہ مال و دولت سے لدا نکل جاتا، کوئی آدمی اسے زخمی نہ کرتا، کوئی اس کا خون نہ بہاتا، کوئی مسلمان عورت اس کے بعد اگر افسوس سے مر جاتی تو اس کا مرنا اس کے لیے باعث ملامت نہ ہوتا، بلکہ میرے نزدیک تو اسے مر ہی جانا چاہیے، حیرت ہے...... حیرت ہے، خدا کی قسم ان لوگوں کے باطل پر متفق ہونے، تمہارے حق سے دور ہونے کی وجہ سے دل مر رہے ہیں، غم بڑھ رہے ہیں۔ تمہارا برا ہو کہ تم تیروں کا نشانہ بن گئے، تم پر حملہ کیا جاتا اور تم حملہ نہیں کرتے، تم سے جنگ کی جاتی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے، وہ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اور تم خوش ہو! میں نے گرمی کے دنوں میں تمہیں ان کی طرف چلنے کا حکم دیا تو تم نے کہا کہ: اب موسم گرما کی شدید ترین گرمی ہے، ہمیں کچھ مہلت دے دیجیے کہ گرمی کی شدت میں کمی آجائے، میں نے سردی کے موسم میں چلنے کا حکم دیا تو تم نے کہا کہ: اب موسم سرما کی شدید ترین سردی ہے، ہمیں کچھ مہلت دیجیے کہ سردی کی شدت میں کمی آجائے، اسی طرح تم ہمیشہ سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے تو تم اور زیادہ بھاگو گے۔“[1]

حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین

رسول اللہ ﷺ کی بیٹی، حسن و حسین کی ماں، علی کی بیوی، حضرت فاطمہ زہراء (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی بھی یہ لوگ بے حد توہین کرتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو ایک عام مسلمان اور ایمان والی عورت بھی نہیں کرسکتی۔ چہ جائیکہ رسول

[1] "نهج البلاغة" ص ۷۰، ۷۱.

اللہ ﷺ کی جان کا ٹکڑا اور جنت کی عورتوں کی سردار سے ایسی باتیں سرزد ہوں، کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، علی رضی اللہ عنہ سے برہم رہتی تھیں، ان پر اعتراض کرتی رہتی تھیں اور ان کی معمولی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی شکایت بھی حضور ﷺ سے کیا کرتی تھیں، جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ حتیٰ کہ بقول ان کے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بھی آپ رضی اللہ عنہا ان پر اعتراض کیا کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے شکایت کیا کرتی تھیں۔

شیعہ کا محدث ابن الفتال نیساپوری [1] بیان کرتا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے علی کے ایک باغ میں پودے لگائے تھے، علی نے اسے بیچ ڈالا اور اس کی قیمت لے کر پوری کی پوری مدینہ کے فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی اور اپنے پاس ایک درہم بھی نہیں رکھا۔ جب آپ گھر آئے تو فاطمہ آپ سے کہنے لگیں: اے میرے چچا کے بیٹے! تو نے وہ باغ بیچ ڈالا جس میں میرے والد نے پودے لگائے تھے؟ آپ نے کہا: ہاں! اس سے بہتر چیز کے بدلے میں، اب بھی نفع بعد میں بھی نفع۔ آپ نے پوچھا قیمت کہاں ہے؟

علی نے کہا: میں نے اسے تقسیم کر دیا ہے، فاطمہ کہنے لگیں: میں بھوکی ہوں میرے دونوں بیٹے بھوکے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ آپ بھی ہماری طرح بھوکے ہیں، اور اس میں سے ایک درہم بھی نہیں بچا، آپ نے علی کے کپڑے کا کنارہ پکڑ لیا، علی کہنے لگے: اے فاطمہ! مجھے چھوڑ دے، آپ کہنے لگیں، خدا کی قسم! ہرگز نہیں، میرے اور آپ کے درمیان میرے والد فیصلہ کریں گے، چنانچہ جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا، اے محمد! اللہ تجھے سلام

---

[1] یہ محمد بن حسن فتال نیساپوری ہے ”جلیل القدر متکلم، فقیہ، عالم زاہد اور متقی تھا۔ اسے ابو المحاسن عبدالرزاق سردار نیسابور نے قتل کر دیا تھا۔“ (رجال الحلی ص ۲۵۹ مطبوعہ: ایران)

پانچویں صدی کے شیعہ شیوخ میں سے ہے ”روضۃ الواعظین“ کا مصنف ہے۔ (تأسیس الشیعہ ص ۳۹۵)

”شیعہ حضرات کا جلیل القدر شیخ ہے۔ مدرس، علم کلام کا ماہر، فقیہ، عالم، قاری، مفسر اور دیندار آدمی تھا۔ امین اور معتمد علماء میں سے تھا۔“ محمد مہدی خراسان کے مقدمہ کتاب ص ۱۱ سے منقول۔ (مطبوعہ قم، ایران)

کہہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ علی کو میری طرف سے سلام کہہ دے، اور فاطمہ سے کہہ دے کہ تیرے لیے مناسب نہیں ہے کہ تو علی کے ہاتھ روکے۔'' ❶

اسی طرح یہ لوگ آپ کی طرف اس جھوٹ کو بھی منسوب کرتے ہیں کہ:

''آپ نے ابوبکر اور عمر کے سامنے فدک کا مسئلہ اٹھایا اور ان کے ساتھ خوب جھگڑا کیا، لوگوں کے بیچ کھڑے ہو کر ان سے گفتگو کی، آپ زور زور سے چیخیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔'' ❷

اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ''آپ نے عمر کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔'' ❸

کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دھمکی لگاتے ہوئے کہا تھا کہ:

''اگر تو علی سے نہ رکا تو میں اپنے بال کھول دوں گی اور اپنا گریبان پھاڑ ڈالوں گی۔'' ❹

کہتے ہیں کہ ''آپ خلفاء کے ساتھ جنگیں اور معرکہ آرائیاں کرتی رہیں جس کے نتیجے میں آپ کا گھر جلا دیا گیا، آپ کی پسلی توڑ دی گئی، آپ کے پیٹ کا بچہ گر گیا۔'' ان بکواسات و خرافات سے خدا کی پناہ...... اور کہتے ہیں کہ ''انہی صدمات کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہوئی۔'' ❺

اس کے علاوہ بھی اس جیسی بہت سی باتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی توہین

جس قدر توہین شیعہ حضرات کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی، کی گئی ہے، شاید اور کسی کی اتنی توہین و تحقیر نہ کی گئی ہو، آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد

---

❶ "روضة الواعظين" ج ١ ص ١٢٥۔ ❷ "كتاب سليم بن قيس" ص ٢٥٣۔

❸ "الكافي في الاصول"۔

❹ "تفسير العياشي" ج ٢ ص ٦٧۔ اسی جیسی روایت "الروضة من الكافي" ج ١ ص ٢٣٨ میں بھی موجود ہے۔

❺ "كتاب سليم بن قيس" ص ٨٤، ٨٥۔

لوگوں نے آپ کو آپ کے والد کا جانشین اور اپنا امام بنالیا تھا، لیکن آپ کچھ عرصہ ہی خلیفہ رہے کہ ان لوگوں نے آپ کو بھی اسی طرح چھوڑ دیا تھا جس طرح آپ کے والد کو چھوڑ دیا تھا۔ جس طرح علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے عہد شکنی کی تھی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ سے بھی غداری کی۔

مشہور شیعہ مؤرخ یعقوبی کہتا ہے:

''حسن اپنے والد کے بعد دو ماہ خلیفہ رہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چار ماہ خلیفہ رہے، آپ عبید اللہ بن عباس کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر لے کر معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے بڑھے...... معاویہ نے عبید اللہ کو ایک لاکھ درہم دیے جس کی وجہ سے آپ کے ساتھیوں میں سے آٹھ ہزار (معاویہ) کے ساتھ ہو گئے، معاویہ حسن کی طرف بڑھا۔ مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن شعبہ، عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن ام الحکم آپ کے پاس آئے، آپ مدائن کے مقام پر اپنے خیموں میں موجود تھے، اس کے بعد یہ سب حضرات آپ کے پاس سے اٹھ گئے، لوگوں نے سنا کہ یہ حضرات کہہ رہے تھے اللہ نے رسول اللہ کی اولاد کی وجہ سے خون ریزی سے بچالیا، فتنہ تھم گیا، آپ نے صلح کر لی۔ لشکر تتر بتر ہو گیا، کسی نے ان کی بات کی سچائی میں شک نہیں کیا، لوگ حسن پر کود پڑے، مالِ غنیمت لوٹنے لگے، حسن ایک گھوڑے پر سوار ہو کر مظلم ساباط میں چلے گئے، جراح بن سنان اسدی گھات میں بیٹھ گیا، اس نے کدال آپ کی ران میں مار کر آپ کو زخمی کر دیا، آپ کی داڑھی پکڑی، اسے کھینچا اور آپ کی گردن موڑ دی۔''

حسن کو مدائن کی طرف لے جایا گیا، آپ خون بہہ جانے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور شدید بیمار ہو گئے تھے، لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا، معاویہ عراق کی طرف بڑھا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا، حسین انتہائی اور شدید بیمار تھے، جب حسن نے دیکھا کہ آپ میں مقابلہ کی قوت نہیں۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ چکے ہیں تو آپ نے معاویہ کی مزاحمت نہ کی، بلکہ

معاویہ سے صلح کرلی۔" ❶، ❷

شیعہ مورخ مسعودی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کرنے کے بعد لوگوں سے یوں خطاب کیا:

"اے کوفہ والو! میں نے تمہاری تین خصلتوں کی وجہ سے تمہیں نظر انداز کردیا، میرے والد سے تمہارا لڑنا، میرا سامان چھیننا اور مجھے پیٹ (لالچ) کا طعنہ دینا، میں معاویہ کی بیعت کر چکا ہوں، سنو اور فرمانبرداری کرو!"

اہل کوفہ نے حسن کے شامیانے اور اونٹ کا کجاوہ لوٹ لیا۔ آپ کے پیٹ میں خنجر مارا، جب آپ کو پیش آمدہ واقعات کا پورا یقین ہوگیا تھا تو آپ نے صلح کرلی۔ ❸

اس حد تک آپ کی توہین کی کہ:

"آپ کا خیمہ تک آپ سے چھین لیا، حتیٰ کہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ بھی لے گئے، پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ جعال ازدی نے آپ پر حملہ کردیا اور آپ کے کندھوں

---

❶ یہ لوگ جب یہ بات سنتے ہیں کہ حسن نے معاویہ (رضی اللہ عنہما) سے صلح کرلی تو بے حد شرمندہ ہوتے ہیں۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں اور اپنی عقل وفکر کی اختراع کردہ تاویلات کرنا شروع کردیتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح تو کرلی مگر بیعت نہیں کی۔ آپ کی امارت و خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہم خوف طوالت کی وجہ سے ان لوگوں کی کتابوں میں سے صرف ایک روایت یہاں نقل کیے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو آدمی بصیرت حاصل کرنا چاہے، اس کے لیے یہی ایک روایت کافی ہے۔ اس روایت کو فن رجال کے بہت بڑے امام ابوعبداللہ جعفر نے بیان کیا ہے، کہتا ہے:

"معاویہ نے حسن بن علی صلوات اللہ علیہما کو لکھا کہ آپ حسین اور علی کے دوسرے ساتھی میرے پاس آئیں، ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی چل پڑا۔ یہ لوگ شام پہنچے، معاویہ نے انہیں آنے کی اجازت دی۔ اور ان کے لیے خطباء کو تیار کیا۔ کہنے لگا اے حسن! اٹھ اور بیعت کر، آپ اٹھے اور بیعت کرلی، پھر حسین سے کہا: اٹھ اور بیعت کر، پھر کہا: اے قیس! اٹھ اور بیعت کر، میں نے حسین کی طرف دیکھا کہ دیکھوں، وہ کیا حکم دیتے ہیں؟ (حسن رضی اللہ عنہ کی جگہ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف کیونکہ معلوم ہے کہ وہ اپنے بھائی کی صلح کے سخت مخالف ہیں) پھر کہا: اے قیس! یہ میرے سامنے ہے، یعنی حسین علیہ السلام۔ اور ایک روایت میں ہے حسن اُٹھ کر اس کی طرف گئے اور کہا: اے قیس! بیعت کرلے۔ چنانچہ اس نے بیعت کرلی۔"

❷ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۱۵۔ ❸ "مروج الذھب" ج ۲ ص ۴۳۱۔

سے چادر کھینچ لی، آپ بغیر چادر کے تلوار گردن میں لٹکائے بیٹھے رہے۔"[1]

بنی اسد کے ایک آدمی جراح بن سنان نے آپ کی ران میں نیزہ مارا جو گوشت کو چیر کر ہڈی تک جا پہنچا...... حسن کو بستر پر ڈال کر مدائن پہنچایا گیا...... آپ اپنے زخم کا علاج کرتے رہے۔ قبائل کے کچھ سرداروں نے معاویہ کو اپنی خفیہ اطاعت کے متعلق لکھ بھیجا، آپ کو اس پر ابھارا کہ آپ جلدی سے فاصلہ طے کرتے ہوئے ان تک پہنچیں، ان لوگوں نے معاویہ کو یقین دلایا کہ جونہی یہ لوگ آپ کے لشکر کے قریب پہنچیں گے حسن کو ان کے حوالے کر دیں گے یا موقعہ پا کر مار ڈالیں گے۔ حسن علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا...... وہ لوگ آپ کو چھوڑ گئے، اس سے آپ کی بصیرت میں اضافہ ہوا۔ آپ نے ان کی نیت کی خرابی بھانپ لی، آپ سمجھ گئے کہ یہ آپ کو گالیاں بکتے اور کافر قرار دیتے ہیں، آپ کا خون کرنے اور آپ کے مال و دولت لوٹ لینے کو حلال سمجھتے ہیں۔"[2]

جس طرح یہ لوگ اپنی کرتوتوں اور اپنے ہاتھوں سے آپ رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے رہے، اسی طرح اپنی بد زبانیوں سے بھی آپ کی توہین کرتے رہے۔ کشی نے ابو جعفر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

> "حسن علیہ السلام کا ایک ساتھی، جسے سفیان بن ابی لیلیٰ کہا جاتا تھا، اپنی سواری کے جانور پر بیٹھا، حسن کے پاس آیا، حسن اپنے گھر کے صحن میں چھپے بیٹھے تھے، اس نے آپ سے کہا: اے مومنین کو ذلیل کرنے والے، تجھ پر سلامتی ہو! آپ نے کہا، تجھے کیا معلوم ہے؟
>
> اس نے کہا: تو نے امت کے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہا اور پھر اپنی گردن سے یہ بار اتار پھینکا اور اس نافرمان امت کے گلے میں ڈال دیا جو خدا کی نازل کردہ

---

[1] "الارشاد" للمفید ص ۱۹۰.

[2] "کشف الغمۃ" ص ۵۴۰، ۵۴۱۔ اس کی روایت یہاں نقل کی گئی ہے "الارشاد" ص ۱۹۰ "الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ" ص ۱۲۶ مطبوعہ طھران.

تعلیمات کے برعکس حکومت چلا رہی ہے۔'' [1]

پھر حسن نے اسے بتایا کہ آپ کے گروہ اور آپ کے والد کے گروہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، کیسی کیسی توہین اور گستاخیاں کی ہیں، آپ نے بلند آواز میں کہا:

''خدا کی قسم! معاویہ میرے حق میں ان لوگوں سے بہتر ہے جو اپنے آپ کو میرا گروہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا، میرا مال لوٹ لیا، خدا کی قسم! معاویہ سے معاہدہ کر کے میں نے اپنی جان بچالی، اپنے گھر والوں کو محفوظ کرلیا، یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالتے اور میرے اہل بیت کو مار ڈالتے، بخدا! اگر میں معاویہ سے جنگ کرتا تو یہ لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر اس کے حوالے کر دیتے۔ میں نے اس سے مصالحت کرلی، یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالتے یا مجھے قیدی بنا لیتے، اس نے مجھ پر احسان کیا، بنی ہاشم پر احسان کیا، معاویہ اور اس کے بعد آنے والا ہمیشہ ہمارے زندوں اور مردوں پر احسان کرتا رہے گا۔'' [2]

آپ کی توہین یوں بھی کی کہ آپ کی اولاد اور پشت سے امامت کا سلسلہ منقطع کر دیا، بلکہ آپ کی اولاد میں سے اگر کوئی امامت کا دعویٰ کرے تو اس پر اُن لوگوں کی طرف سے کفر کا فتویٰ ہے۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی توہین

حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے بھائی، ماں اور اپنے والد سے کچھ زیادہ خوش قسمت نہیں، اس کے باوجود کہ یہ لوگ آپ سے محبت و تعلق کے دعوؤں میں بے حد مبالغہ آرائیاں کرتے ہیں، اپنے آپ کو ان کا پیرو اور مطیع کہتے ہیں، لیکن آپ کو بھی توہین و تحقیر سے معاف نہیں کیا، آپ کی توہین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

---

[1] "رجال الكشي" ص ١٠٣.

[2] "الاحتجاج" للطبرسي ص ١٤٨.

"آپ کی والدہ، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا پیدا ہونا ناپسند تھا، جبکہ بارہا آپ کی ولادت کی بشارت دی جا چکی تھی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی آپ کی ولادت کی بشارت کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے۔ فاطمہ نے آپ کو کراہت و ناپسندیدگی کے ساتھ جنم دیا، اور اس ناپسندیدگی ہی کی وجہ سے حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا۔"

یہ تمام روایات ان لوگوں کی حدیث کی اہم ترین اور مستند و صحیح ترین کتابوں میں مروی ہیں، یہ کتابیں ان لوگوں کے ہاں اسی درجہ کی ہیں، جس درجہ کی کتاب اہلِ سنت کے ہاں صحیح بخاری ہے۔ کلینی، جعفر سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

"جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا عنقریب ایک لڑکے کو جنم دیں گی جسے آپ کے بعد آپ کی امت قتل کر ڈالے گی، جب فاطمہ کو حسین کا حمل ہوگیا تو آپ اس حمل کو سخت ناپسند کرنے لگیں، اسی طرح ناگواری کے ساتھ آپ نے حسین کو جنم دیا۔"

اس کے بعد ابوعبداللہ علیہ السلام کہتے ہیں: دنیا میں کوئی ماں ایسی نہیں جو اپنے لڑکے کو ناگواری سے جنم دے، آپ اس لیے حسین کو ناپسند کرنے لگیں کہ آپ کو علم ہو چکا تھا، اسے قتل کر دیا جائے گا، اس کے بعد کہا: آپ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

"ووصینا الانسان بوالدیه حسنا حملته امه کرها ووضعته کرها" ❶

"ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی اس کی ماں نے اسے تکلیف برداشت کرکے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر وضع حمل کی بھی تکلیف برداشت کی۔"

توہین! اتنی توہین، گستاخی! اتنی گستاخی، جھوٹ اور کتنا بڑا جھوٹ؟

اور کہتے ہیں کہ "حسین نے نہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا۔ نبی آپ کے

❶ "الاصول من الکافی" کتاب الحجة ج ١ ص ٤٦٤ باب ولادتِ حسین.

پاس آیا کرتے تھے اور اپنے انگوٹھے کو آپ کے منہ میں رکھ دیا کرتے آپ اسے چوس لیتے جو دو یا تین دن کے لیے کافی ہوتا۔''❶

اسی طرح کا سلوک یہ لوگ آپ سے پہلے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ کر چکے ہیں، چنانچہ تمام شیعہ مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ والوں نے وہ کوفہ جو شیعہ حضرات کا مرکز تھا اور جس کی تعریف میں ان لوگوں نے جانے کیا کیا کہا ہے، دیکھیے جعفر کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہماری ولایت زمین و آسمان، پہاڑوں اور شہروں پر پیش کی گئی، کسی نے بھی اسے اس طرح قبول نہیں کیا جس طرح کوفہ والوں نے۔''❷

کوفہ ہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے شہروں میں سے چار شہر چن لیے، فرمایا:

﴿ والتین والزیتون وطور سینین وھٰذا البلد الامین ﴾

''التین سے مدینہ، الزیتون سے بیت المقدس، طورِ سیناء سے کوفہ، اور ھٰذا البلد الامین سے مکہ مراد ہیں۔''❸

اسی لیے کوفہ سے حسین رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو کے قریب خطوط لکھے گئے، جن میں ان لوگوں نے لکھا تھا کہ:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم ، حسین بن علی کی طرف جو اپنے اور اپنے والد امیر المومنین کے گروہ کی طرف سے امیر المومنین ہیں، سلام اللہ علیك ، اما بعد ، لوگ آپ کے منتظر ہیں، آپ کے سوا ان کی کوئی رائے نہیں، اے رسول اللہ کے بیٹے، جلدی کیجیے، جلدی، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''❹

---

❶ ایضاً ص ٤٦٥ .
❷ ''بصائر الدرجات للصفار'' جزء ثانی ، دسواں باب.
❸ ''مقدمة البرهان'' ص ٢٢٣ .
❹ ''کشف الغمة'' ج ٢ ص ٣٢ ۔ اسی کے الفاظ منقول ہیں۔ ''الارشاد'' ص ٢٠٣ ''الفصول المهمة فی معرفة احوال الائمة'' ص ١٨٢ ۔

ایک اور خط میں لکھا کہ:

''اما بعد، باغات سرسبز ہو چکے ہیں، پھل تیار ہو چکے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ مضبوط لشکر کی طرف آجایئے، والسلام۔'' ❶

''جب شیعہ کی طرف سے پے در پے خطوط اور ان کے نمائندے مسلسل آپ کے پاس پہنچنے لگے تو آپ نے اپنے چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کو ان کے پاس بھیجا، کوفہ والے بے تابانہ آپ کے پاس پہنچ گئے، آپ کے گرد جمع ہو گئے، سب نے روتے ہوئے آپ کی بیعت کی، ان کی تعداد اٹھارہ ہزار سے متجاوز تھی۔'' ❷

کچھ دنوں بعد مسلم بن عقیل نے آپ کو لکھا: ''آپ کے ساتھ ایک لاکھ تلواریں ہیں، تاخیر نہ کیجیے۔'' ❸

آپ نے مسلم بن عقیل اور کوفہ والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

''میں منگل کو، ذی الحجہ کے مہینے میں ترویہ کے روز روانہ ہوں گا، جونہی میرا نمائندہ تم تک پہنچے تم اپنے کام کے لیے مستعد ہو جاؤ، میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔'' ❹

مگر حالات بدل گئے، شیعہ اپنی سابقہ عادت و دستور کے مطابق بدل گئے، مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بے یاری کے عالم میں قتل کر دیا گیا، جب حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی موت کی خبر پہنچی اور کوفہ میں ابن زیادہ کے لشکر کا سامنا ہوا تو آپ تہبند باندھے، جوتا پہنے اور چادر اوڑھے ان کے پاس گئے، اللہ کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد کہا: اے لوگو! میں نہیں آرہا تھا، تم نے خطوط لکھے کہ ہمارے پاس آیئے، ہمارا کوئی امام نہیں، شاید آپ کے ذریعے اللہ ہمیں حق و ہدایت پر جمع کر دے، اگر یہی بات تھی تو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں، مجھے وہ کچھ دو جس پر میں نے تمہارے وعدوں اور یقین دہانیوں کی وجہ سے بھروسہ کیا تھا۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے، میرا آنا

❶ "الارشاد" للمفید ص ۲۰۳۔ "اعلام الوری للطبرسی" ص ۲۲۳ الفاظ اسی کے ہیں۔

❷ "الارشاد" للمفید ص ۲۰۵۔ ❸ ایضاً ص ۲۲۰۔

❹ ایضاً ص ۲۲۰۔

تمہیں ناپسند ہے، تو میں تمہیں چھوڑ کر جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جاتا ہوں۔" ❶

پھر یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے، آپ سے منہ پھیر لیا، اور آپ کو دشمن کے حوالے کردیا تاکہ وہ آپ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل بیت اور دوسرے ساتھیوں کو قتل کردے۔

محسن امین بیان کرتا ہے:

"اس کے بعد اہل عراق میں سے بیس ہزار افراد نے حسین کی بیعت کی، انہی لوگوں نے آپ کو دھوکا دیا، اور آپ کو چھوڑ کر، آپ کی بیعت کو اپنی گردنوں میں ڈالے چلے گئے اور پھر آپ کو مار ڈالا۔" ❷

شیعہ مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ جب اہل کوفہ نے آپ کو قتل کردیا تو:

آپ کے خیمے لوٹ لیے، عورتوں کو گرفتار کرکے انہیں کوفہ لے جایا گیا، جب یہ کوفہ پہنچیں تو کوفہ کی عورتیں چیختی چلاتی اور روتی ہوئی نکلیں، یہ دیکھ کر علی بن حسین نے کہا: یہ ہمارے حال پر روتی ہیں تو ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟" ❸

یہ ہیں شیعہ حضرات اور اس طرح یہ لوگ اہل بیت کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے، جن سے محبت و اتباع کے دعوے کرتے پھرتے ہیں۔

باقی اہل بیت کی توہین

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے دوسرے اہل بیت بھی ان لوگوں کی ضرر رسانی، ایذاء دہی اور توہین و گستاخی سے محفوظ نہیں رہے، انہیں بھی یہ لوگ کافر و فاسق کہتے اور گالیاں بکتے ہیں، حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ان آٹھوں کے علاوہ جو کوئی بھی اپنا حق مانگے، حکومت و اقتدار کا مطالبہ کرے یا اپنی امامت کا دعویٰ کرے، خواہ وہ آپ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، حسن رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہو یا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہو، یہ اسے کافر اور فاسق کہیں گے اور

❶ "الارشاد" ص ۲۲٤.　　❷ "اعیان الشیعة" قسم اول ص ۳٤.

❸ "تاریخ الیعقوبی" ج ۱ ص ۲۳۵.

گالیاں بکیں گے۔ محمد بن حنفیہ اور آپ کے بیٹے ابی ہاشم۔ زید بن زین العابدین اور آپ کے بیٹے یحییٰ، عبداللہ بن محض بن حسن مثنیٰ اور آپ کے بیٹے محمد جن کا لقب نفس الزکیہ ہے، آپ کے بھائی ابراہیم، علی کے بیٹے نقی، جعفر بن علی اور دوسرے بہت سے علوی حضرات کو یہ لوگ گالیاں بکتے ہیں، اسی طرح تمام طالبین (ابی طالب کی اولاد) کو بھی، جن کا ذکر اصفہانی نے "مقاتل الطالبیین" میں کیا ہے، اور اسی طرح جعفر بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب کو بھی یہ لوگ گالیاں بکتے ہیں۔ جو آدمی بھی عباسیین میں سے امامت کا دعویٰ کرے، اسے یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں، باوجود یہ کہ انہیں نبی ﷺ کے اہل بیت اور رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہونا تسلیم کرتے ہیں، اور اسی طرح مصر کے فاطمی خلفاء [1] کو بھی۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے بہت سی روایات بھی گھڑ رکھی ہیں۔

[1] فاطمیون۔ سمجھ نہیں آتی کہ آج کے شیعہ نے کیوں انہیں خود میں شامل کر لیا اور کہنے لگے کہ: "یہ شیعہ حکومت تھی، وہ لوگ ہمارے مذہب کے داعی اور ہماری عزت ہیں، انہوں نے مصر میں علم و تہذیب کی بنیادیں رکھیں۔ مسجدیں، لائبریریاں، اور یونیورسٹیاں تعمیر کیں (الشیعة فی المیزان للمغنیه ص ۱٤۹ ۔ اور مابعد کے صفحات، "اعیان الشیعة" ص ۲٦٤ قسم ثانی)

حالانکہ یہ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ سب کے سب کافر اور اسلام وملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔ سن چار سو دو ربیع الاوّل کے مہینے میں عباسی خلیفہ قادر کے زمانے میں ایک روئیداد (رپورٹ) پیش کی گئی تھی جس پر ان لوگوں کے اشراف اور بڑے بڑوں کے دستخط تھے۔ بالخصوص اس کے جسے ان لوگوں نے نقیب الاشراف اور جامع نہج البلاغۃ کا لقب دے رکھا ہے، یعنی سید رضی، اور اس کے بھائی مرتضیٰ کے ایک تاریخی امانت کے طور پر ہم اسے بتامہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

مصر کا ایک خلیفہ منصور بن نزار ہے، جس کا لقب حاکم ہے۔ خدا اس کے لیے مصیبتوں، بلاؤں اور رسوائیوں کا فیصلہ کرے۔ ابن معد بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن سعید ہے اللہ اسے خوش بختی نہ دے جب یہ مغرب کی طرف گیا تو عبید اللہ کے نام سے اور مہدی کے لقب سے پکارا جانے لگا، وہ اس سے پہلے کے ناپاک وغلیظ...... اس پر اور سب پر لعنت ہو۔ خوارج کے داعی تھے۔ علی بن ابی طالب کی اولاد کے ساتھ ان کا نسب ہرگز نہیں ملتا۔ یہ غلط اور جھوٹ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ طالبین میں سے کوئی بھی ان کے بارے میں یہ کہنے سے رکا ہو کہ یہ خوارج کے داعی تھے۔ مغرب میں ان کے پہلے امیر کے وقت ہی سے یہ بات حرمین میں پھیل چکی تھی۔ اس قدر پھیل چکی تھی کہ اب کوئی ان کے جھوٹ سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ ان کی بات کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ مصر کا یہ خلیفہ اور اس کے پیشرو سب کے سب کافر، فاسق و فاجر اور زندیق تھے، ان کے مذہب کے عقائد بت پرستانہ اور آتش پرستانہ ہیں۔ ان لوگوں نے ⇦

ایک روایت یہ ہے کہ ''ابوجعفر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا گیا کہ ﴿یوم القیٰمۃ تری الذین کذبوا علی اللّٰہ وجوھھم مسودۃ﴾ ''اور قیامت کے دن آپ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے چہروں کو دیکھیں گے کہ وہ سیاہ ہو چکے ہیں'' آپ نے کہا (یہ اس آدمی کے بارے میں ہے) جو کہے کہ میں امام ہوں اور درحقیقت امام نہ ہو، راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا، اگر چہ علوی ہو؟''

آپ نے کہا: اگر چہ علوی ہو، میں نے پوچھا، اگر چہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو؟ آپ نے کہا اگر چہ آپ کی اولاد میں سے ہو۔

اور آپ کے بیٹے جعفر کی نقل کردہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا ''اگر چہ فاطمی اور علوی ہو۔'' ❶

ایک روایت میں ہے: ''جس نے امامت کا دعویٰ کیا اور وہ اس کا اہل نہ ہو، وہ کافر ہے۔'' ❷

یہ تو رہے اپنی جگہ حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ان آٹھ اماموں، جنہیں ان لوگوں نے امام کا لقب دے رکھا ہے اور نواں ان کا افسانوی امام (امام غائب) ان ائمہ کی بھی تحقیر و توہین میں ان لوگوں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی، ان پر بھی یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں، بُرا بھلا کہتے ہیں انہیں بھی ان لوگوں نے چھوڑ دیا، انہیں ذلیل کیا، مذاق اڑایا، ان پر وہ تہمتیں لگائیں جس سے وہ حضرات پاک ہیں، ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جو سلوک ان کے آباؤ اجداد، حسنین رضی اللہ عنہما، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سید کونین و رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر

⇐ حدود توڑیں، شرمگاہوں کو مباح سمجھا، خون بہائے، نبیوں کو گالیاں بکیں، اسلاف پر لعنتیں بھیجیں اور ربوبیت کے دعوے کیے۔

دستخط۔ شریف رضی، اس کا بھائی سید مرتضی، ابن الازرق موسوی، علویوں میں سے محمد بن عمر بن ابی یعلی، قاضی ابو محمد عبداللہ بن اکفانی، قاضی ابو قاضی ابوالقاسم جزری، امام ابو حامد اسفرائینی اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگ۔

("النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر و القاھرۃ" لجمال الدین تسغری بردی اتابکی، متوفی ٨٧٤ ج ٤ ص ٢٢٩، ٢٣٠ "شذرات الذھب" تاریخ الاسلام للذھبی "مرأۃ العقول"، "المنتظم"، "عقد الجمان"

❶ "الاصول من الکافی" ج ١ ص ٣٧٢. ❷ ایضاً.

نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کے ساتھ کر چکے ہیں۔

علی بن حسین رحمہ اللہ

علی بن حسین رحمہ اللہ جنہیں ان لوگوں نے زین العابدین کا لقب دیا ہے اور جن کے بارے میں ان کا اعتقاد ہے کہ آپ اپنے والد کے بعد امام ہیں، آپ کی اطاعت و پیروی ضروری ہے، انہیں یہ لوگ ایک عام اور معمولی آدمی سے بھی زیادہ بزدل اور ڈرپوک کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ نے یزید۔ بقول ان کے قاتلِ حسین کی غلامی کا اقرار کیا ہے، ان کی کتاب "الکافی" میں یہ روایت زین العابدین کے بیٹے محمد باقر نے بیان کی ہے کہ:

"یزید بن معاویہ حج کے لیے مدینہ آیا، اس نے قریش کے ایک آدمی کو بلوایا آ گیا تو یزید نے اس سے پوچھا: کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے، چاہوں تو بیچ دوں اور چاہوں تو اپنا غلام رکھوں، اس آدمی نے کہا: خدا کی قسم اے یزید! قریش میں حسب کے اعتبار سے تو مجھ سے زیادہ معزز نہیں، نہ تیرا باپ جاہلیت اور اسلام میں میرے باپ سے افضل تھا، تو دین میں بھی مجھ سے افضل نہیں اور نہ مجھ سے بہتر ہے، جو تو نے پوچھا میں کیونکر اس کا اقرار کرلوں؟ یزید نے اس سے کہا اگر تو میرے سامنے اقرار نہیں کرے گا، تو تجھے قتل کر دوں گا، اس آدمی نے کہا: تیرا مجھے قتل کر دینا رسول اللہ کے بیٹے، حسین بن علی علیہما السلام کو قتل کر دینے سے تو بڑا واقعہ نہیں۔ یزید نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔"

پھر اس نے علی بن حسین علیہما السلام کی طرف ایک آدمی بھیجا اور آپ سے بھی وہی کچھ کہا جو اس قریشی سے کہا تھا، علی بن حسین علیہما السلام نے اس سے کہا کیا اگر میں اقرار نہ کروں تو تو مجھے بھی اسی طرح قتل کر دے گا جس طرح کل ایک آدمی کو قتل کر چکا ہے؟ یزید پر اللہ کی لعنت ہو، کہنے لگا ہاں کیوں نہیں، اس پر علی بن حسین علیہما السلام نے کہا: جو تو نے پوچھا میں اس کا اقرار کرتا ہوں، میں ایک مجبور غلام ہوں، چاہے تو اپنے پاس رکھ لے اور اگر چاہے تو فروخت کر دے۔" [1]

[1] "الروضة من الكافي" ج ٨ ص ٢٣٤، ٢٣٥.

اسی طرح ان لوگوں نے آپ کے بیٹے اور آپ کی والدہ کی توہین کر کے بھی آپ کو بے حد تکلیف پہنچائی، بیان کرتے ہیں کہ آپ سے شیعہ کے معصوم ائمہ میں سے کسی نے پوچھا کہ:

''میرے دو ہمسائے ہیں، ایک دشمن ہے اور دوسرا زیدی ہے۔ ان دونوں سے میل جول ضروری ہے، میں کس سے میل جول رکھوں؟ آپ نے کہا: دونوں بُرے ہیں، جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کو جھٹلایا، اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا، وہ پورے قرآن، نبیوں اور رسولوں کا جھٹلانے والا ہے، یہ کہا اس کے بعد کہا: یہ تمہارا دشمن ہے اور زیدی ہمارا دشمن ہے۔'' [1]

آپ کی والدہ کی توہین کر کے آپ کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی، کہتے ہیں کہ:

''حسین کے شہید ہونے کے بعد سوائے پانچ کے سب کے سب مرتد ہو گئے تھے، وہ پانچ ابو خالد کابلی، یحییٰ بن ام الطویل، جبیر بن مطیع، جابر بن عبداللہ اور حسین بن علی کی بیوی شبکہ ہیں۔'' [2]

نہ جانے آپ کی والدہ شہر بانو کہاں گئیں کہ شبکہ کا ذکر تو کر دیا اور اُسے چھوڑ دیا۔

محمد باقر رحمہ اللہ اور آپ کا بیٹا

محمد باقر رحمہ اللہ اور آپ کے بیٹے جعفر رحمہ اللہ دونوں واقعی بہت مظلوم ہیں کہ کوئی نقص، خامی اور قبیح بات ایسی نہیں جو ان لوگوں نے ان کی طرف منسوب نہ کی ہو، بزدلی، نفاق، دھوکہ دہی، خیانت، جھوٹ یہ سب برائیاں آپ دونوں پر چسپاں کی گئی ہیں، ان دونوں کے نام پر ان لوگوں نے اپنا ایک نیا مسلک و مذہب گھڑ لیا ہے اور حقیقت میں وہ لوگ اس سے قطعی بے خبر و بے تعلق ہیں، کہتے ہیں کہ باقر خوف اور بزدلی کی وجہ سے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو بھی حلال کر دیا کرتے تھے، مثلاً آپ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ:

---

[1] "الروضة من الکافی" ج ۸ ص ۲۳۴۔۲۳۵.

[2] "مجالس المومنین" للشوشتری، المجلس الخامس ۱۴۴ مطبوعه طهران.

”باز اور شکرے کی شکار کی ہوئی چیز حلال ہے، خواہ وہ شکار حرام ہی کیوں نہ ہو۔“ ❶

اور خود انہی لوگوں نے بے شمار روایات بیان کی ہیں، جن میں بتایا گیا ہے کہ باز اور شکرے کا شکار کردہ جانور حرام ہے۔

زرارہ بن اعین، شیعہ حضرات کے ان اکابر راویوں اور ان مشائخ میں سے ہے جن پر اُن کے مذہب کی عمارت قائم ہے، یہ محمد بن باقر کے بارے میں کہتا ہے کہ:

”اس بوڑھے کو مخالفت کا کوئی علم نہیں تھا۔“ ❷ (یعنی اختلاف کرنے کا طریقہ تک نہیں جانتا تھا)

ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ زرارہ بن اعین نے کہا ہے ”میں نے محمد باقر سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے مجھے بتایا، پھر آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا، اسے آپ نے کچھ اور جواب دیا، پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا، اسے آپ نے اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیا جو مجھے اور میرے ساتھی کو دے چکے تھے، جب یہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کی اولاد! آپ کے گروہ میں سے اہل عراق کے دو آدمی مسئلہ پوچھنے آئے، آپ نے ہر ایک کو دوسرے سے مختلف جواب دیا؟

آپ نے کہا: اے زرارہ! یہ ہمارے لیے بہتر ہے، اسی میں ہماری تمہاری بقا ہے، اگر تم لوگ کسی ایک چیز پر متفق ہو گئے تو لوگ ہمارے خلاف ہو جائیں گے (کیونکہ یہ مذہب ہی ایسا ہے) اور اس طرح ہم تم زیادہ دیر نہیں رہ سکیں گے۔ کہتا ہے: پھر میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا اگر تم اپنے شیعہ کو نیزوں یا آگ پر بھی چلنے کو کہو گے تو وہ چلیں گے لیکن وہ آپ کے پاس سے اختلاف رکھتے ہوئے اٹھتے ہیں، کہتا ہے کہ آپ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو آپ کے والد نے دیا تھا۔ ❸

---

❶ ”الفروع من الكافی“ ج ٦ ص ٢٠٨ باب صيد البزاة والصقور و غير ذلك.

❷ ”الاصول من الكافی“

❸ ”الاصول من الكافی“ كتاب فضل العلم ص ٦٥ مطبوعه طهران.

جعفر کے بارے میں یہ بتاتے ہیں کہ آپ نے ابوحنیفہ کے سامنے ان کی تعریف کی، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو آپ کی برائی کرنے لگے، کلینی محمد بن مسلم سے روایت کرتا ہے کہ:

''میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس گیا، ابوحنیفہ آپ کے پاس موجود تھے، میں نے آپ سے کہا، میں آپ پر قربان جاؤں میں نے عجیب خواب دیکھا ہے، آپ نے مجھ سے کہا، اے ابنِ مسلم! بیان کر، ایک عالم اس وقت تشریف رکھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے ابوحنیفہ کی طرف اشارہ کیا، کہتا ہے میں نے کہا میں نے دیکھا کہ میں اپنے گھر میں داخل ہوا ہوں، اچانک میری بیوی نکلی، اس نے بہت سے اخروٹ توڑے اور میرے سامنے بکھیر دیے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا، ابوحنیفہ نے کہا، تو کنجوس لوگوں سے اپنی بیوی کے مالِ میراث کے لیے لڑتا اور جھگڑتا ہے، شدید دشمنی کے بعد تو اپنے مقصد کو پالے گا۔ ان شاء اللہ! اس پر ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا، اے ابوحنیفہ آپ نے سچ کہا، کہتا ہے کہ پھر جب ابوحنیفہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے کہا:

''میں قربان جاؤں میں اس دشمن کی تعبیر کو ناپسند کرتا ہوں، آپ نے کہا اے ابنِ مسلم! خدا تیرا برا نہ کرے۔ اس کی تعبیر ہماری تعبیر کے موافق نہیں اور ہماری تعبیر اس کی تعبیر کے موافق، اس کی صحیح تعبیر وہ نہیں جو اس نے بتائی ہے، کہتا ہے میں نے آپ سے کہا: میں قربان، تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ آپ نے ٹھیک کہا اور آپ نے اس پر قسم بھی کھائی جبکہ وہ غلط کہہ رہے تھے؟''

آپ نے کہا: ہاں! میں نے اس پر قسم کھائی کہ اس نے غلطی کی ہے۔ [1]

کہتے ہیں، آپ نے کہا ہے کہ:

''میرے ستر منہ ہیں جن سے میں بولتا ہوں، اور ہر ایک سے نکلنے کا راستہ بھی ہے۔'' [2]

---

[1] کتاب "الروضة من الكافي" ج ٨ ص ٢٩٦ باب تعبير منامات.

[2] "بصائر الدرجات" جزء سادس.

پچھلے صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایسی ایسی خرافات ان لوگوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں، جن کو نقل کرتے ہوئے انسان شرم محسوس کرتا ہے، یہاں صرف ایک روایت اور بیان کرتے ہیں۔ اس روایت کو کشی نے زرارہ سے نقل کیا ہے، کہتا ہے کہ:

''خدا کی قسم! اگر میں وہ سب کچھ بیان کر دوں، جو میں نے ابوعبداللہ سے سنا ہے، تو مردوں کے آلۂ تناسل لکڑیوں پر چڑھ جائیں۔''❶

موسیٰ بن جعفر کی توہین

موسیٰ بن جعفر کی بھی یہ لوگ بے حد توہین کرتے ہیں، نہ صرف موسیٰ بن جعفر، بلکہ آپ کی والدہ کی بھی، کہتے ہیں:

ابن عکاشہ ابوجعفر کے پاس آیا۔ ابوعبداللہ علیہ السلام ان کے پاس کھڑے تھے، اس نے آپ کو انگور پیش کیے اور کہا، بوڑھا آدمی اور چھوٹا بچہ اس کا ایک دانہ کھاتے ہیں، تین تین چار چار دانے وہ کھاتا ہے، جو سمجھتا ہے کہ اس کا پیٹ نہیں بھرے گا تو دو دو دانے کھا۔ یہ بات پسندیدہ ہے، ابوجعفر علیہ السلام نے کہا، ابوعبداللہ شادی کیوں نہیں کرتا، حالانکہ وہ شادی کر سکتا ہے؟ راوی کہتا ہے آپ کے سامنے ایک سربمہر تھیلی تھی، آپ نے کہا، عنقریب اہل بربر میں سے نخاس (یعنی مویشی بیچنے والا) آئے گا اور میمون کے گھر اترے گا۔ ہم اس تھیلی سے آپ کے لیے ایک لونڈی خریدیں گے، بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد جو ہونا تھا ہوا، ایک روز ہم ابو جعفر علیہ السلام کے پاس گئے، آپ نے کہا، کیا میں تمہیں نخاس کے بارے میں نہ بتاؤں جس کا پہلے میں نے تم سے ذکر کیا تھا، جاؤ اور اس تھیلی سے آپ کے لیے ایک لونڈی خریدو، کہتا ہے کہ ہم نخاس کے پاس آئے، اس نے کہا میں بیچ چکا ہوں، میرے پاس صرف دو بیمار لونڈیاں تھیں، ایک لونڈی دوسری سے کچھ بہتر تھی، ہم نے کہا، دونوں کو نکال تا کہ ہم انہیں دیکھیں۔ اس نے دونوں کو نکالا، ہم نے پوچھا: یہ دونوں ایک جیسی لونڈیاں ہمیں کتنے میں دے گا؟ اس

❶ "رجال الکشی" ص ۱۲۳ زرارہ بن اعین کے حالات۔

نے کہا:

ستر دینار میں ہم نے کہا، بہتر ہے، اس نے کہا: میں ستر دینار سے کم نہیں کروں گا، ہم نے اس سے کہا، ہم تجھ سے اس تھیلی کے بدلے میں خریدتے ہیں۔ اس میں جتنے بھی دینار ہوں، ہمیں نہیں معلوم اس میں کتنے ہیں؟ اس کے پاس ایک آدمی تھا جس کا سر اور داڑھی سفید تھی، وہ کہنے لگا، اسے کھولو اور وزن کرو، نخاس نے کہا، کھولو مت، اگر ستر دینار سے ذرہ مقدار بھی کم ہوئی تو میں تمہارے ہاتھ نہیں بیچوں گا۔

اس بوڑھے نے کہا، قریب آؤ، ہم قریب ہوئے اور مہر توڑ ڈالی۔ دیناروں کا وزن کیا وہ پورے ستر دینار تھے، نہ کم نہ زیادہ، ہم نے ایک لونڈی لے لی اور ابوجعفر علیہ السلام کے پاس لے گئے، جعفر آپ کے پاس کھڑے تھے، ہم نے ابوجعفر کو پورا واقعہ سنایا، آپ نے خدا کی حمد وثنا کی اور اس لونڈی سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا، حمیدہ (حمد کرنے والی) آپ نے کہا، دنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ، مجھے بتا کہ تو باکرہ ہے یا ثیبہ؟ اس نے کہا: باکرہ، آپ نے کہا: کیسے ہوسکتا ہے، نخاسیں کے ہاتھ جو چیز بھی لگے، یہ اسے خراب کردیتے ہیں۔ اس نے کہا، وہ میرے پاس کئی دفعہ اس طرح سے بیٹھ جاتا جس طرح مرد عورت سے جماع کرتے وقت بیٹھتا ہے۔ تو اللہ نے اس پر ایک سفید داڑھی اور سفید سر والا آدمی مقرر کردیا، وہ اسے تھپڑ مارتا رہتا تاآنکہ وہ میرے پاس سے اٹھ جاتا۔ اس نے میرے ساتھ کئی مرتبہ ایسا کیا اور اس بوڑھے نے بھی اس کے ساتھ ویسا ہی کیا (یعنی وہ جب بھی جماع کرنے کے لیے آتا، یہ بوڑھا اسے مارنا شروع کردیتا) آپ نے کہا، اے جعفر! اسے اپنے ساتھ لے جا، چنانچہ اس نے روئے زمین پر بہترین فرد، موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو جنم دیا۔ [1]

آپ کی عقل اور علم پر بھی تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ سے اس عورت کا حکم پوچھا گیا جس نے شوہر کے ہوتے ہوئے اور شادی کرلی تو:

''آپ نے کہا، عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور مرد کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا

[1] ''الاصول من الکافی'' کتاب الحجة باب موسیٰ بن جعفر کی ولادت، ج ۱ ص ٤٧٧۔

(راوی کہتا ہے) میں ابو بصیر ❶ سے ملا اور آپ سے کہا، میں نے ابو الحسن سے اس عورت کا حکم پوچھا تھا جس نے شوہر کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرلی تو آپ نے کہا تھا کہ عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور مرد کو کچھ نہیں کہا جائے گا، بیان کرتا ہے کہ ابو بصیر نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کہا میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا ساتھی اب آپ کے فیصلے کا انکار کرے گا...... اور ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے ساتھی کے بارے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا علم کامل نہیں۔''

ابو بصیر مرادی موسیٰ بن جعفر پر تہمت لگایا کرتا تھا کہ آپ دنیا دار ہیں، پیچھے گزر چکا ہے کہ کشی حماد بن عثمان سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے کہا:

''میں، ابن ابی یعفور اور ایک اور آدمی حیرہ یا کسی دوسرے مقام کی طرف گئے، ہم نے دنیا کی بات چھیڑی تو ابو بصیر مرادی نے کہا: سنو اگر تمہارا ساتھی دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اسی میں گرفتار ہو کر رہ جائے گا۔'' ❷

علی بن موسیٰ رحمہ اللہ کی توہین

علی بن موسیٰ بن جعفر کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت پوری کرنے کو جائز سمجھتے تھے۔ ❸

آپ کے بارے میں بھی آپ کے والد موسیٰ بن جعفر جیسا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ:

ہشام بن احمد سے روایت ہے، ابو الحسن اول علیہ السلام نے کہا، کیا تجھے معلوم ہے کہ اہلِ مغرب میں سے کوئی آدمی آیا ہے؟ میں نے کہا، نہیں، آپ نے کہا، ہاں! ایک سرخ آدمی آیا

❶ شیعہ کے اکابر علماء اور مشائخ میں سے ہے ''جعفر نے اس کے بارے میں کہا اگر یہ نہ ہوتا تو نبوت کی روایات و آثار ختم ہو جاتے اور مٹ جاتے۔'' (رجال الكشی ص ۱۵۲)

❷ "رجال الكشی" ص ۱۵۳، ۱۵۴.

❸ "الاستبصار" باب اتيان النساء مادون الفرج جلد ۳ ص ۲۴۳.

ہے، آپ ہمارے ساتھ چلے، آپ سوار ہو گئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو کر ایک آدمی کے پاس پہنچے، دیکھا تو اہلِ مغرب میں سے ایک آدمی ہے اور اس کے ساتھ لونڈیاں ہیں، آپ نے اس سے کہا: ہمارے سامنے کر، اس نے ہمارے سامنے نو لونڈیاں پیش کیں۔ ہر ایک کے بارے میں ابوالحسن علیہ السلام کہتے رہے کہ یہ نہیں چاہیے، پھر اس سے کہا: اور دکھا، اس نے کہا میرے پاس اور کچھ نہیں، آپ نے اس سے کہا، ہمیں اور دکھا، وہ کہنے لگا، بخدا ایک بیمار لونڈی کے سوا اور میرے پاس کچھ نہیں، آپ نے اس سے کہا، وہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس نے اسے دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس وقت آپ لوٹ گئے، دوسرے دن پھر آپ نے مجھے اس کے پاس بھیجا اور کہا: اس سے پوچھو کہ کتنے پیسے چاہتا ہے؟ جب وہ کہے کہ اتنے تو کہہ دینا کہ میں نے خرید لی، میں اس کے پاس آیا، اس نے کہا، اتنے دام ہوں گے، کم نہیں کروں گا، میں نے کہا میں نے خرید لی، جتنے دام تو نے کہے، دوں گا، اس نے کہا پھر وہ تیری ہوگئی لیکن یہ تو بتا کہ کل تیرے ساتھ کون آدمی تھا؟ میں نے کہا: بنی ہاشم کا کوئی آدمی تھا، اس نے پوچھا: کون سے بنی ہاشم سے؟ میں نے کہا، بنی ہاشم کے سرداروں سے، اس نے کہا میں کچھ زیادہ جاننا چاہتا ہوں، میں نے کہا: اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں، اس نے کہا میں تمہیں اس لونڈی کے بارے میں بتاتا ہوں، اسے میں نے دور دراز کے مغربی ممالک سے خریدا ہے، اہلِ کتاب میں سے ایک عورت مجھے ملی اور پوچھنے لگی یہ تیرے ساتھ لونڈی کون ہے؟

میں نے بتایا کہ میں نے اسے اپنے لیے خریدا ہے، وہ کہنے لگی: مناسب نہیں کہ اس جیسی لونڈی تیرے جیسے آدمی کے پاس ہو، اس جیسی لونڈی تو روئے زمین پر سب سے بہتر آدمی کے پاس ہونی چاہیے، اسے اس آدمی کے پاس زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ اس کی اولاد سے یہ ایک لڑکے کو جنم دے گی، جس کا دین مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا، کہتا ہے: میں اسے لے آیا، وہ آپ کے پاس زیادہ عرصہ نہیں رہی کہ اس نے علی علیہ السلام کو جنم دیا۔“ [1]

[1] ”عیون اخبار الرضا“ لابنِ بابویہ ج ۱ ص ۱۷، ۱۸ ”الاصول من الکافی“ للکلینی ج ۱ ص ۴۸۶.

کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے کہ موسیٰ بن جعفر اور جعفر بن باقر جیسے آدمیوں کو بنی ہاشم یا دوسرے اشراف کے گھرانوں سے کوئی عورت نہ مل سکی، جس سے یہ حضرات شادی کر لیتے، کیا کوئی آزاد عورت ان کو نہ مل سکی کہ وہ لونڈیاں خریدنے پر مجبور ہو گئے؟ اور وہ بھی ان نخاسین سے جوان لونڈیوں کے کپڑے اتار کر ان کی جائے جماع کے پاس بیٹھے رہے، یہ باتیں کتنے دردافزا لطیفے ہیں:

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست؟

رضا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ مامون کے چچا کی بیٹی سے عشق کرتے تھے اور وہ ان سے عشق کرتی تھی، ابن بابویہ قمی ابوالحسن رضا اور ذوالریاستین کے درمیان تعلقات کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''ذوالریاستین، رضا علیہ السلام سے شدید عداوت رکھتا اور آپ سے حسد کیا کرتا تھا، اس لیے کہ مامون رضا کو ذوالریاستین پر ترجیح دیا کرتا تھا، سب سے پہلی ذوالریاستین کی دشمنی جو ابوالحسن کے خلاف ظہور پذیر ہوئی وہ یہ تھی کہ مامون کے چچا کی بیٹی رضا سے محبت کیا کرتی تھی، رضا اس سے محبت کیا کرتے تھے، اس کے کمرے سے مامون کے دربار کی طرف ایک دروازہ کھلتا تھا، وہ ابوالحسن رضا علیہ السلام کی طرف میلان رکھتی اور آپ سے محبت کیا کرتی تھی، اس بات کا ذکر وہ ذوالریاستین سے کیا کرتی تھی، جب ذوالریاستین کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے مامون سے کہا کہ آپ کے دربار سے عورتوں کے گھروں کی طرف کوئی دروازہ نہیں کھلنا چاہیے، مامون نے اسے بند کر دینے کا حکم دیا، ایک دن مامون رضا علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور ایک دن رضا مامون کے پاس آیا کرتے تھے۔ ابوالحسن علیہ السلام کا گھر مامون کے گھر کے پہلو میں تھا، جب ابوالحسن علیہ السلام مامون کے پاس آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہو چکا ہے، آپ نے کہا: اے امیرالمومنین اس دروازے کو آپ نے کیوں بند کر دیا؟''

مامون نے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا، اسے کھول دیا جائے اور آپ کے چچا کی بیٹی کے پاس چلا جائے، فضل کی کوئی بات نہ مانی جائے، یہ بے موقع اور بے محل بات

ہے، مامون نے اسے گرا دینے کا حکم دیا۔ فضل کو اس بات کا علم ہوا تو اسے بہت غم ہوا۔ [1]

بقول ان کے آپ بہت بزدل اور ڈرپوک تھے، کہتے ہیں کہ جب رشید نے اپنے ایک امیر جلودی کو آپ کی طرف بھیجا کہ آپ کے گھر کو لوٹ لے۔ مال و اسباب چھین لے تو چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اپنا، اپنے اہل بیت کا، اپنی عزت و حرمت اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے، لیکن آپ نے خود مال اٹھا اٹھا کر ان کو دینا شروع کر دیا، کہتے ہیں:

''حسن ابوالرضا علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور اپنی عورتوں پر کوئی چیز نہ چھوڑی، حتیٰ کہ ان کے کانوں کی بالیاں، پازیب اور بٹن تک اتار لیے، اس کے علاوہ بھی گھر میں تھوڑا بہت جو کچھ تھا سب لے آئے۔ اور اسے دے دیا۔'' [2]

نواں امام

رضا کے بیٹے محمد جن کا لقب قانع اور کنیت ابوجعفر ثانی ہے، ان کے بارے میں یہ شک کرتے تھے کہ یہ رضا کے بیٹے ہیں یا نہیں، ان کی امامت کو بھی قبول کرنے میں انہیں اس لیے تردد تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ کالا تھا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے آپ کے بارے میں شک کیا، وہ آپ کے بھائی اور چچا زاد بھائی تھے، بیان کرتے ہیں کہ علی بن جعفر بن باقر نے اپنے (یعنی رضا کے) بھائیوں سے کہا:

''ہم میں کوئی امام بھی اس طرح کالے رنگ کا نہیں ہوا [3]، اس پر رضا علیہ السلام نے ان سے کہا: وہ میرا بیٹا ہے، وہ کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیافہ شناسوں [4] سے فیصلہ کروایا تھا، ہمارا اور آپ کا فیصلہ بھی قیافہ شناسوں پر رہا، آپ نے کہا، تم اسے ان کی طرف بھیج دو، میں نہیں بھیج سکتا، جب انہیں بلاؤ تو انہیں یہ بات مت بتاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔''

---

[1] "عیون اخبار الرضا" ص ۱۵۳، ۱۵۴۔ [2] "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۱۶۱۔

[3] یہاں عربی کا لفظ "حائل اللون" استعمال ہوا۔ اس کے معنی رنگ ''بدل جانا اور کالا ہو جانا'' ہیں۔

[4] یہاں ''القافۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو القائف کی جمع ہے۔

جب قیافہ شناس آئے تو آپ نے ہمیں باغ میں بٹھا دیا اور آپ کے چچازاد بھائی، سگے بھائی اور بہنیں صف بنا کر کھڑے ہوگئے، انہوں نے رضا علیہ السلام کو لیا، انہیں صوف کا جبہ اور ٹوپی پہنائی، ان کی گردن پر بیلچہ رکھا اور انہیں کہا کہ باغ میں چلے جاؤ، اور یوں ظاہر کرو گویا تم اس میں کام کرتے ہو، پھر ابوجعفر علیہ السلام کو لے کر آئے اور کہنے لگے، اس لڑکے کو اپنے باپ سے ملا دو قیافہ شناس کہنے لگے:

''یہاں اس کا باپ موجود نہیں ہے، البتہ اس کے باپ کا چچا ہے۔ یہ اس کا چچا ہے، یہ اس کی پھوپھی ہے، اگر یہاں کہیں اس کا باپ ہے تو وہ اس باغ کا مالی ہے کیونکہ اس کے اور اس کے پاؤں ایک جیسے ہیں، جب ابوالحسن علیہ السلام لوٹے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔'' ❶

دیکھیے کیسا ڈرامہ ہو رہا ہے، کس طرح یہ لوگ اسے بیان کر رہے ہیں، اس میں علی رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کی شان میں کتنی گستاخیاں کی گئی ہیں؟

ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بے حد بزدل اور سہمے ہوئے انسان تھے، جب عباسی خلیفہ معتصم نے دوسری دفعہ ان کو طلب کیا تو:

''وہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی تر ہوگئی، پھر سنبھل کر کہنے لگے، اس موقعہ پر تو علی بھی ڈرا کرتے تھے۔'' ❷

دسواں امام

ان کے بیٹے علی کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو اُن کی عمر آٹھ سال تھی، اس لیے لوگ ان کی امامت میں اختلاف اور اسے قبول کرنے میں لے دے کرنے لگے، پھر ایک ایسے آدمی کی گواہی پر، جو اُن میں سے نہیں تھا، ان کی امامت کو قبول کیا۔ اسے اس گواہی پر مجبور کیا گیا تھا۔ ❸

---

❶ "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۳۲۲، ۳۲۳. ❷ ایضاً.

❸ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الحجۃ من الکافی، باب الاشارہ والنص علی ابی الحسن الثالث ج ۱ ص ۳۲٤.

ان کی امامت کوتسلیم کر لینے کے باوجود کہتے ہیں کہ ''ان کے والد کے ترکہ، جس میں جائیداد، مال، نقدی اور لونڈیاں ہیں، ان کے سپرد نہیں کیا جائے گا۔ عبداللہ بن مساور کو اس ترکہ پر نگران مقرر کیا گیا تا کہ وہ ان کے والد کی طرف سے انہیں پہنچا دے۔'' ❶

اس کے باوجود کہ ان کے والد سے روایت کرتے ہیں:

''اردگرد دیہات کے رہنے والے کچھ شیعہ حضرات نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، انہوں نے اجازت دے دی، وہ لوگ ان کے پاس آئے اور ایک ہی مجلس میں تیس ہزار مسئلے پوچھے، انہوں نے سب کے جواب دیے اور اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔'' ❷

معلوم نہیں اس علم وفضل کے باوجود اس کے لیے سرپرست مقرر کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، جو اس کی دیکھ بھال کرے؟ پھر ان پر تہمت لگاتے ہیں کہ انہیں اتنا بھی علم نہیں تھا کہ ان کے بعد امام کون ہوگا، پہلے انہوں نے (یعنی علی بن محمد نے) اپنے بڑے بیٹے ابوجعفر محمد کو امامت دے دی۔ انہیں علم نہیں تھا کہ یہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہیں گے اور ان کی زندگی ہی میں وفات پا جائیں گے، جب ابوجعفر محمد فوت ہو گئے تو انہوں نے کہا میں نے کوئی غلطی نہیں کی، اللہ ہی کو علم نہیں تھا کہ میرے بعد کون امام ہوگا، ان کی عبارت سنیے!

''خدا نے ❸ ابوجعفر (ان کے بڑے بیٹے محمد) کے بعد ابومحمد (ان کے دوسرے بیٹے حسن عسکری) کو ظاہر کیا، جس کے بارے میں خدا کو معلوم نہیں تھا، اسی طرح (جعفر کے دونوں بیٹوں) اسماعیل کے گزرنے کے بعد موسیٰ کو ظاہر کیا، اس کے حال کی بھی اسے خبر نہیں تھی، واقعہ یوں ہی ہے تیرا دل تجھ سے کچھ بھی کہے، ولو کرہ المبطلون۔'' ❹

---

❶ "الاصول من الكافي" ج ١ ص ٣٢٥.

❷ "الاصول من الكافي" كتاب الحجة باب ولادت محمد بن علي ج ١ ص ٤٩٦.

❸ تفصیل کے لیے ہماری کتاب "الشيعة والسنة" پہلا باب دیکھیے مسالة البداء.

❹ "الارشاد" للمفيد ص ٣٣٦.

اپنے گیارہویں امام حسن بن علی (حسن عسکری) کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بڑے بھائی محمد بن علی کی وفات پر اپنا گریبان پھاڑ لیا تھا۔ اپنے منہ پر طمانچے مارے تھے لیکن جب یہ سنا کہ امامت ان کو مل گئی ہے تو انہوں نے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کیا، مفید نے "الارشاد" ❶ میں اور اربلی نے "کشف الغمه" میں اسے بیان کیا ہے۔ ❷

بارہویں امام کے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا، اور باوجود پوری تلاش اور جستجو کے ابھی تک اس کی کوئی خبر اور پتہ نہیں مل سکا، اور پھر ان لوگوں نے اس کی ولادت اور نشانیوں کے بارے میں بہت سی رام کہانیاں اور من گھڑت قصے گھڑ رکھے ہیں، کیا وہ پیدا ہو چکا ہے اور کہیں موجود ہے یا ابھی تک پیدا نہیں ہوا اور کہیں موجود نہیں ہے؟ پیدا نہیں ہوا اور ہو بھی چکا ہے، موجود ہے بھی اور نہیں بھی! اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہو سکتی ہے؟ اس سے بھی زیادہ کسی کی توہین کی جا سکتی ہے؟ ہم ان حضرات کی اپنی اہم ترین کتب کی عبارت آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، احمد بن عبیداللہ بن خاقان کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس نے حسن عسکری کے متعلق ایک لمبا قصہ بیان کیا ہے، کہتا ہے کہ:

جب آپ بیمار ہو گئے تو سلطان نے آپ کے والد کی طرف پیغام بھیجا کہ رضا کا بیٹا بیمار ہو گیا ہے، وہ اسی وقت سوار ہوئے اور جلدی جلدی دارالخلافہ پہنچے، پھر جلدی ہی وہاں سے لوٹ آئے، آپ کے ساتھ امیر المومنین کے پانچ خادم تھے جو سب کے سب قابل اعتبار اور آپ کے خصوصی خادم تھے، ان میں نحریر بھی تھا، آپ نے انہیں ہمیشہ حسن کے گھر میں موجود رہنے اور ان کے حال کی خبر رکھنے کا حکم دیا، آپ نے طبیبوں کی ایک جماعت کو بلوایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ حسن کے پاس آتے جاتے رہیں، صبح و شام ان کا علاج کریں اور خیال رکھیں، اس کے دو یا تین دن کے بعد انہیں بتایا گیا کہ آپ بہت کمزور ہو چکے ہیں، آپ نے طبیبوں کو ہر وقت ان کے گھر میں رہنے کا حکم دیا، قاضی القضاۃ کی طرف پیغام بھیجا، اسے

❶ ص ٣٢٦۔ ❷ ص ٤٠٥۔

اپنے ہاں بلوایا اور حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں میں سے دس ایسے آدمی چن لو جن کی دینداری، تقویٰ اور امانتداری پر تمہیں اعتماد ہو، اس نے آدمی پیش کر دیے اور انہیں لے کر حسن کے گھر کی طرف چلا گیا، انہیں حکم دیا کہ وہ رات دن حسن کے پاس موجود رہیں، یہ لوگ وہیں رہتے تھے کہ آپ انتقال کر گئے، ایک کہرام بپا ہو گیا، سلطان نے آپ کے گھر اور آپ کے کمروں کی تلاش کے لیے آدمی بھیجے، ہر چیز پر مہر لگا دی اور آپ کے بیٹے کو تلاش کرنے لگے۔ اس کے آدمی ان تمام عورتوں کو لے آئے جن کے بارے میں لگتا تھا کہ یہ حاملہ ہیں، سلطان نے انہیں اپنی لونڈیوں کے پاس بھیج دیا کہ لونڈیاں ان عورتوں کو دیکھیں، لونڈیوں میں سے کسی نے بتایا کہ ان کی ایک لونڈی کو حمل ہے، اسے ایک کمرے میں ڈال دیا گیا اس پر نحریر خادم اس کے ساتھیوں اور عورتوں کو نگران مقرر کر دیا گیا، اس کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری میں لگ گئے، بازار بند ہو گئے، بنو ہاشم، دوسرے سردار اور میرے والد جنازہ کی طرف گئے، وہ دن جس نے دیکھا اسے قیامت ہی محسوس کیا، جب تیاری سے فارغ ہو چکے تو سلطان نے ابوعیسیٰ بن متوکل کی طرف پیغام بھیجا اور اسے آپ کی نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب نماز کے لیے جنازہ رکھا گیا تو ابوعیسیٰ اس کے قریب گئے، آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا، بنی ہاشم کے علویوں، سرداروں، منصفوں، قاضیوں اور حاکموں کو دکھاتے ہوئے کہا:

> ''یہ حسن بن علی بن محمد بن رضا ہے جو اپنے بستر پر اپنی طبعی موت مرا، امیر المومنین کے معتمد ساتھیوں میں سے فلاں فلاں، قاضیوں میں سے فلاں فلاں، طبیبوں میں سے فلاں فلاں اس کے پاس موجود تھے، پھر آپ کا چہرہ ڈھانپ دیا اور اسے اٹھانے کا حکم دیا، آپ کو گھر کے درمیان سے اٹھایا گیا اور اس گھر میں دفن کیا گیا جس میں آپ کے والد کو دفن کیا گیا تھا۔''

آپ کو دفن کر دیا گیا تو سلطان اور دوسرے لوگوں نے آپ کے بیٹے کو ڈھونڈنا شروع کیا، گھروں اور چوباروں میں بہت ڈھونڈا گیا، ان کی میراث تقسیم کرنے میں توقف کیا گیا، وہ لونڈی جس کے بارے میں شبہ تھا کہ اسے حمل ہے اس وقت تک نگرانی میں رہی تا آنکہ

بات واضح ہوگئی کہ اسے حمل نہیں ہے، جب علم ہوگیا کہ اس کو حمل نہیں ہے تو آپ کی میراث آپ کی والدہ اور بھائی جعفر میں تقسیم کردی گئی، آپ کی والدہ کو آپ کی وصیت کے مطابق حصہ دے دیا گیا۔ اور یہ سب کچھ قاضی کے ہاں درج کردیا گیا۔'' ❶

اہل سنت کے ایک لکھنے والے نے کیا خوب لکھا ہے کہ جس طرح شیعہ حضرات کا مہدی اور قائم من گھڑت اور موہوم و معدوم ہے، اسی طرح ان کا قرآن بھی موجود نہیں ہے، معدوم ہے۔ اسی طرح ان کا مذہب بھی من گھڑت اور خود ساختہ ہے اور جلد ہی ان شاء اللہ معدوم ہو جائے گا۔

اس روایت کو تمام شیعہ مورخین، مصنفین اور محدثین نے ذکر کیا ہے، یہ روایت بارھویں امام کی ولادت و پرورش کے متعلق قصے کہانیوں کی اس عمارت کو منہدم کر رہی ہے جسے ان لوگوں نے تعمیر کیا۔

اگر ایسا نہیں تو اس قسم کی روایات نقل کرنے کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان کی توہین کی جائے اور انہیں تکلیف پہنچائی جائے، کہتے ہیں کہ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، ان کا وجود نہیں ہے۔ اور اسی سانس میں کہتے ہیں کہ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں، کچھ انصاف کیجیے، انصاف!

شیخ مفید اور دیگر مصنفین نے بھی لکھا ہے کہ ''آپ کا بیٹا آپ کی زندگی میں ظاہر نہیں ہوا، اور نہ ہی آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے اسے پہچانا ہے۔ ابومحمد کے بھائی جعفر بن علی منصب امامت پر قابض ہوگئے، آپ کا مالِ میراث لے لیا، ابومحمد کی لونڈیوں کو گرفتار اور آپ کی بیویوں کو نظر بند کرنے کی کوشش کی...... جعفر نے کھلم کھلا ابومحمد علیہ السلام کے مالِ وراثت پر قبضہ کرلیا اور شیعہ کے نزدیک ان کے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔'' ❷

---

❶ ''کتاب الحجة من الکافی'' ص ٥٠٥۔ ''الارشاد'' للمفید ص ٣٣٩...... ٣٤٠، ''کشف الغمة'' ص ٤٠٨، ٤٠٩ ''الفصول المهمة'' ص ٢٨٩ ''جلاء العیون'' ج ٢ ص ٧٦٢ ''اعلام الوریٰ'' للطبرسی ص ٣٧٧، ٣٧٨.

❷ ''الارشاد'' ص ٣٤٥ ''اعلام الوریٰ'' ص ٣٨٠.

یہ ہے ان کا بارھواں امام، اگر بارھواں امام ہے تو ان میں سے کچھ لوگ واقعی اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں، انہیں جعفریہ کہا جاتا ہے، دوسرے شیعہ حضرات انہیں برا بھلا کہتے ہیں اور حسبِ عادت جیسے دوسرے حضرات کو گالیاں بکتے ہیں انہیں بھی گالیاں بکتے ہیں۔ یہ لوگ جعفر بن محمد کے بارے میں کہتے ہیں:

''وہ اعلانیہ فاسق و فاجر تھا، بے شرم تھا، شرابی تھا، مردوں میں کمتر اور اپنے آپ کو انتہائی ذلیل و رسوا کرنے والا تھا، گھٹیا تھا، خود اپنی نظروں میں حقیر تھا۔'' [1]

اسے یہ لوگ جعفر کذاب کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی برائیوں سے متصف کرتے ہیں۔

اہل بیت اور شیعہ

یہ باب ختم کرنے سے پہلے ہم یہ بھی بتا دیں کہ اہل بیت پوری طرح جانتے اور سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور ان کی کرتوت کیا ہیں؟ اسی لیے ان حضرات نے لوگوں کو ان کی حقیقت پوری طرح بتا دی تھی، تا کہ ہر آدمی جان لے کہ یہ لعنت گر جو اندھا دھند شروع سے لے کر آخر تک سب پر لعنت کرتے چلے جاتے ہیں درحقیقت کون ہیں؟

سب سے پہلے جو ان لوگوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئے، وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے بغیر کسی سستی اور تاخیر کے ان کے ایک ایک جرم کا نام لے لے کر انہیں مجرموں، غداروں، لعنت گروں اور دشمنوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

آپ کہتے ہیں: ''خدا نے جس کام کا بھی فیصلہ کیا تھا، جس چیز کو بھی مقدر کر دیا تھا، میں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تمہاری وجہ سے مجھے مصیبتوں میں مبتلا کیا، اے لوگو! میں نے جب بھی تمہیں کوئی حکم دیا تم نے اطاعت نہ کی، میں

[1] "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۵۰۴.

نے جب بھی پکارا تم نے میری پکار کا جواب نہ دیا، تم سے نرمی برتی تو تم نے اسے فراموش کیا، تمہیں لڑایا گیا تو تم بھاگ گئے، اگر لوگ کسی امام پر متفق ہو گئے تو تم نے اس میں عیب نکالے، تمہیں کسی مشکل کی طرف لایا گیا تو تم پلٹ گئے، تمہارے سوا کسی نے انکار نہیں کیا! اپنی مدد کیے جانے کا کیوں انتظار کرتے ہو، جبکہ تمہارا حق ہے کہ تم جہاد کرو؟ تمہارے لیے موت ہے یا ذلت؟ بخدا اگر میرا دن آ گیا...... اور وہ آنے والا ہے۔ تو میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، میں تمہارے ساتھ رہا، کہتے ہیں، کتنا رہا، زیادہ نہیں، بخدا! تمہیں نہ دین جمع کر سکا، نہ حمیت ہی تم میں مستعدی پیدا کر سکی، کیا حیرت کی بات نہیں کہ معاویہ نے کمینے اور بے وفا لوگوں کو پکارا تو وہ بغیر کسی لالچ و مدد کے اس کی اتباع کرنے لگے، اور میں تمہیں پکار رہا ہوں تمھی تو ہو مسلمانوں میں جو بچ گئے ہو...... میں تمہیں مدد کے لیے پکار رہا ہوں اور عطا کے وعدہ پر۔ تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو، میرے بارے میں اختلاف کر رہے ہو؟

میری مرضی کا کوئی حکم بھی تم تک ایسا نہیں پہنچا جس پر تم راضی ہو گئے ہو، کوئی ناراضگی ایسی نہیں جس پر تم سب جمع نہ ہو گئے ہو، میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز جو میں چاہتا ہوں کہ مجھے ملے، وہ موت ہے، میں نے تمہیں کتاب پڑھ کر سنائی، میں نے تم پر حاجیوں کا راستہ کھولا، میں جانتا ہوں کہ کیا چیز تمہیں ناپسند ہے، میں نے تمہیں اجازت دی ان چیز کی جس پر تم فخر کرتے ہو، کاش اندھا دیکھ سکتا یا سویا ہوا بیدار ہو جاتا۔ [1]

ایک دفعہ ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

تباہی ہے تمہارے لیے میں تمہاری سرزنش کرتے کرتے اکتا چکا ہوں، کیا آخرت کی زندگی کے بدلے میں دنیاوی زندگی پر خوش ہو؟ عزت کے بدلے میں ذلت پر خوش ہو؟ جب میں تمہارے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں پھر جاتی ہیں، گویا تمہاری جان نکل رہی ہے یا نشہ کی وجہ سے ایک بے خودی کا سا عالم ہے، میرے ساتھی تمہیں جوش دلاتے رہے تم اندھے بنے بیٹھے رہے، گویا تمہارے دل دیوانے ہو چکے ہیں، تم

[1] "نہج البلاغة" ص ۲۵۸، ۲۵۹.

عقل کھو چکے ہو، تم میرے پاس کبھی نہیں آ ؤ گے، تم سنجیدہ نہیں ہو، عزت والی جماعتیں کبھی محتاج ہوکر تمہارے پاس نہیں آئیں گی، تم ان اونٹوں کی طرح ہو جن کا چرواہا گم ہوگیا ہو، جب بھی انہیں ایک طرف سے جمع کیا جائے دوسری طرف سے منتشر ہو جائیں گے، برا ہوا۔ خدا کی قسم! تم نے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔

تمہارے ساتھ جنگ کی جاتی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے، تمہارے اطراف کم کر دیے گئے اور تمہیں کوئی غصہ نہ آیا، وہ تم سے بے خبر نہیں اور تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے ان کی بزدلی و غداری اور فتنہ و فساد کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''میں تمہارے ساتھ کتنی نرمی کروں، جس طرح کہ کسی پھٹے پرانے کپڑے سے نرمی کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے تاکہ وہ مزید نہ پھٹ جائے، ایسا کپڑا کہ جب اسے ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے، جب بھی اہل شام کے لشکروں میں سے کسی لشکر نے تم پر حملہ کیا تو تم میں سے ہر آدمی نے اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا، یوں اپنے گھروں میں گھس جاتا ہے، بخدا کسی کی تم مدد کرو گے؟ جس نے تم پر تیر چلایا گویا اس نے بغیر دھار والا تیر چلایا۔''

خدا کی قسم تم جماعتوں میں بہت زیادہ ہو، جھنڈوں تلے بہت کم ہو، میں جانتا ہوں کس چیز سے تمہاری اصلاح ہوگی، تمہارا ٹیڑھا پن دور ہوگا؟ لیکن میں تمہاری اصلاح کے لیے اپنے آپ کو خراب نہیں کرسکتا، خدا تمہارے رخسارے خراب اور تمہارے بڑوں کو تباہ کرے! تم جس طرح باطل کو پہچانتے ہو، حق کو نہیں پہچانتے۔ جس طرح حق کی تردید کرتے ہو باطل کی تردید نہیں کرتے۔ ❶

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم نے دیکھا کہ خدا کے عہد و پیمان توڑ دیے گئے اور تمہیں غصہ نہ آیا، تم نے اپنے بڑوں کے کیے عہدوں کو توڑ دیا، خدا کے معاملات تمہاری طرف ہی لوٹائے جائیں گے، تم ہی سے سرزد ہوتے ہیں اور تمہاری ہی طرف لوٹائے جائیں گے، تم

❶ "نهج البلاغة" ص ٩٨، ٩٩.

نے اپنے مقام کو تاریک کر دیا، تم نے اپنی سختیاں ان پر ڈال دیں، خدائی اموران کے ہاتھوں میں دے دیے، وہ شبہات پر عمل پیرا ہیں۔ شہوت رانیاں کرتے ہیں، خدا کی قسم! اگر وہ تمہیں ہر ایک ستارے کے نیچے بھی چھوڑ جائیں تو خدا اس دن تم سب کو شر کے لیے جمع کر دے گا۔''

اور کہتے ہیں: ''گویا میں تمہیں گوہ کی طرح پھنکارتے دیکھ رہا ہوں، نہ حق پر عمل کرتے ہو نہ ظلم و زیادتی کو روکتے ہو، راستے کھلے چھوڑ دیے گئے ہیں، کمزور کے لیے نجات اور مقابلہ کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے۔''❶

ان سے مایوس ہو کر ان پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''اگر تم سیدھے راستے پر چلو تو میں تمہاری راہنمائی کروں، کج روی کرو تو تمہیں سیدھا کر دوں، اگر انکار کرو تو تمہاری اصلاح کروں، جو بہت پختہ ہوتی لیکن کس کی اصلاح کروں؟ کس کی طرف جاؤں؟''

میں چاہتا ہوں کہ تم سے ہی تمہارا علاج کروں، جیسے کوئی کانٹے کو کانٹے سے نکالے، یہ جانتے ہوئے کہ:

> ''کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں اسلام کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے اسلام قبول کیا، قرآن پڑھا تو اس کے مطابق فیصلے کئے جہاد پر برانگیختہ کیا گیا تو شوق سے جہاد کے لیے بڑھے، دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صف بہ صف زمین کے کناروں کو جالیا، اپنی تلواریں میانوں سے نکال لیں؟ کچھ ہلاک ہو گئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ بچ جانے والوں کی خوشخبریاں دیا کرتے تھے نہ مرنے والوں کی تعزیت کیا کرتے تھے، روتے روتے ان کی آنکھیں سوکھ گئیں، روزوں کی کثرت سے پیٹ اندر کو دھنس گئے، دعاؤں کی کثرت سے ہونٹ خشک ہو گئے، راتیں جاگ جاگ کر رنگ زرد ہو گئے، ان کے چہروں پر خدا سے ڈرنے والوں کا سا نور تھا۔''

---

❶ ایضاً ص ۱۵٤.

وہ چلے جانے والے میرے بھائی تھے، اگر ہم ان کے مشتاق ہوں تو یہ ہمارا حق ہے، ان کے فراق میں ہم اپنے ہاتھ چبا ڈالیں تو یہ ہمارا حق ہے۔[1]

آخر میں جو کچھ ان کے دل میں تھا، اسے زبان پر لاتے ہوئے اور انہیں بد دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''کوفہ ہی تھا جو سب سے بڑا اور سب سے دور تھا، سوائے تیرے کوئی نہیں تھا جس میں آندھیاں چلا کرتی تھیں، خدا تجھے برباد کرے...... یا اللہ میں ان سے اُکتا گیا ہوں، وہ مجھ سے اکتا گئے ہیں، میں ان سے تنگ ہو چکا ہوں، یا اللہ مجھے اس کے بدلہ میں بہتر آدمی عطا فرما اور انہیں میرے بدلہ میں برا قائد عطا فرما! یا اللہ ان کے دلوں کو اس طرح بہا دے جس طرح پانی میں نمک بہہ جاتا ہے۔''[2]

گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

''خدا کی قسم میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے آپ کو میرا گروہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کر دینا چاہا، میرا مال چھین لیا۔''[3]

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا:

''میں کوفہ اور ان کی آزمائش کو جانتا ہوں، ان میں جو فاسد ہے وہ میرے لیے درست نہیں ہو سکتا، اس میں وفا ہے نہ قول و عمل کی ذمہ داری! وہ اختلاف کرنے والے ہیں، ہم سے کہتے ہیں کہ ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور پھر انہوں نے ہم ہی پر تلواریں سونت رکھی ہیں۔''[4]

حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کربلا میں کھڑے ہو کر کہا تھا:

''اے شیث بن ربعی! اے حجاز بن ابجر! اے قیس بن اشعث، اے یزید بن

---

[1] "نهج البلاغة" ص ١٧٧ـ ١٧٨.
[2] "نهج البلاغة" ص ٦٦، ٦٧.
[3] "الاحتجاج" للطبرسي ص ١٤٨.
[4] أيضاً ص ١٤٩.

حارث! (یہ سب آپ کے گروہ کے لوگ ہیں) کیا تم نے مجھے لکھا نہیں تھا کہ پھل پک چکے ہیں، باغات سرسبز ہو چکے ہیں، آپ اپنے تیار شدہ لشکر کی طرف تشریف لے آیئے۔'' ❶

حر بن یزید تمیمی نے آپ کی طرف سے کربلا میں، آپ کی شہادت کے دن، آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا:

''اے کوفہ والو! تمہیں تمہاری ماں گم پائے، تم نے اس نیک آدمی کو بلایا کہ وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس کی اطاعت کرو، تم نے سوچا کہ تم اس کے دشمن سے لڑائی کرو گے، مگر وہ جب تمہارے پاس آیا تو تم اس کے دشمن ہو گئے تاکہ اسے قتل کر ڈالو، اس کو روک لیا، اسے بند کر لیا، ہر طرف سے گھیر لیا، خدا کی وسیع وعریض زمین اس پر تنگ کر دی، وہ تمہارے ہاتھوں میں ایک ایسا قیدی بن گیا جو نہ خود کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہے، تم نے اس پر، اس کی عورتوں پر، اس کے بچوں پر فرات کا بہتا پانی بند کر دیا، وہ پانی جسے یہودی، نصرانی اور مجوسی پی سکتے ہیں، جس سے اردگرد کے خنزیر اور کتے سیراب ہوئے لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے پیاس کی شدت سے پچھاڑیں کھائیں، تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے بہت برا سلوک کیا، خدا تمہیں پیاس والے دن پانی نہ پلائے۔'' ❷

اور یہی ہیں جن کے بارے میں فرزدق شاعر نے کہا تھا:

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد! آپ کوفہ والوں کی طرف کیسے جا سکتے ہیں؟ یہ وہی ہیں، جنہوں نے آپ کے چچا زاد مسلم بن عقیل کو قتل کر ڈالا ہے۔'' ❸

مفید بیان کرتا ہے کہ فرزدق نے کہا تھا:

---

❶ "الارشاد" للمفید ص ۲۳٤ "اعلام الوری باعلام الهدیٰ" للطبرسی ص ۲٤۲.

❷ ایضاً ص ۲۳٤، ۲۳۵ "اعلام الوریٰ" للطبرسی ص ۳٤۳.

❸ "کشف الغمة" ج ۲ ص ۳۸.

''میں نے اپنی ماں کے ساتھ ۶۰ھ میں حج کیا، میں اپنی والدہ کی اونٹنی کو لیے جا رہا تھا۔ جب حرم میں داخل ہوا تو اچانک حسین بن علی علیہما السلام سے ملاقات ہوگئی، آپ مکہ سے باہر تلواروں اور ڈھالوں کے ساتھ موجود تھے، میں نے پوچھا: یہ قطار کس کی ہے؟''

بتایا گیا کہ حسین بن علی علیہما السلام کی، میں آپ کے پاس آیا، سلام کیا اور ان سے کہا، خدا آپ کی مانگی چیز آپ کو دے، جو آپ چاہتے ہیں وہ آپ کو ملے، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نے حج سے اتنی جلدی کیوں کی؟ آپ نے کہا: اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا، پھر مجھ سے پوچھا، تو کون ہے؟ میں نے کہا: عرب کا ایک آدمی ہوں، بخدا اس سے زیادہ انہوں نے میری تفتیش نہیں کی، پھر مجھ سے کہنے لگے، مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جنہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، میں نے کہا: آپ نے باخبر آدمی سے پوچھا، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ لیکن تلواریں آپ کے خلاف ہیں، تقدیر آسمان سے اترتی ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' [1]

جہاں تک حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے، آپ کے خاندان کو مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا، آپ کی مدد نہیں کی جا رہی، تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے:

''اے کوفہ والو! تمہارا برا ہو، تم برباد ہو جاؤ، جب تم نے ہمیں کمزوری کے عالم میں مدد کے لیے پکارا تو ہم دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آئے، پھر تم نے ہم پر تلواریں اٹھائیں، تم نے ہمیں اس آگ میں جھونک دیا جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمنوں کے لیے بھڑکائی تھی، تم اپنے ہی دوستوں کے خلاف اپنے دشمنوں کے دست و بازو بن گئے، انہوں نے ناانصافی تمہارے اندر پھونک دی، ہم نے تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا تھا، تم ہلاک و تباہ ہو جاؤ اگر تم ہمیں ناپسند کرتے

[1] "الارشاد" ص ۲۱۸۔

ہو، تلوار نہ اٹھتی، غصے کے مارے عقل نہ کھو جاتی، ارادہ غضبناک نہ ہوتا، مگر تم نے ہماری بیعت کرنے میں جلدی کی، تم یوں اس پر گرے جیسے بستر پر گرا جاتا ہے، تم نے گمراہی اور بیوقوفی کی وجہ سے (عہد) کو توڑ دیا، امت کے باغیوں، سرکشوں، دوسرے گروہوں اور کتاب اللہ کو چھوڑنے والوں کی اطاعت کر لی، تم وہی ہو جو ہم کو چھوڑ گئے ہو، وہی ہو جنہوں نے ہمیں قتل کیا ہے ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾"

پھر اپنے گھوڑے کو ان کی طرف بڑھایا، آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی، اور آپ اپنی جان سے مایوس ہو چکے تھے۔ [1]

آخر میں آپ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے آپ کو کربلا بلایا، اسی طرح بد دعا کرتے ہیں جس طرح آپ کے والد نے اپنے شیعہ کے لیے بیان کی تھی، مفید بیان کرتا ہے:

"اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر کہنا شروع کیا، یا اللہ اگر تو انہیں کچھ عرصہ تک باقی رکھے تو ان میں تفریق ڈال دے، انہیں پارہ پارہ کر دے، ان کے والیوں سے کبھی خوش نہ ہو، ان لوگوں نے ہمیں بے یارومددگار چھوڑ دیا، پھر ہم سے دشمنی کرتے ہوئے ہمیں قتل کر ڈالا۔" [2]

علی بن حسین رضی اللہ عنہ بھی، جن کا لقب زین العابدین رحمہ اللہ ہے، ان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان کے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں، آپ کہتے ہیں:

"یہود نے عزیر سے محبت کی، ان کے بارے میں جو کچھ کیا سو کیا، نہ عزیر کا ان سے کوئی تعلق نہ ان کا عزیر سے کوئی تعلق۔ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کی، نہ عیسیٰ علیہ السلام کا نصاریٰ سے کوئی تعلق، نہ ان کا عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق۔ میں بھی انہی جیسا ہوں، ہماری قوم شیعہ بھی ہم سے محبت کرے گی اور ہمارے بارے

---

[1] "كشف الغمة" ج ٢ ص ١٨، ١٩.

[2] "الارشاد" ص ٢٤١ "اعلام الورى" للطبرسي ص ٥٤٩.

میں وہی کچھ کہے گی، جو یہود نے عزیر علیہ السلام، اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا۔ نہ ان لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہ ہمارا ان سے کوئی تعلق۔'' ❶

یہ ہے آپ کا گروہ، جس نے آپ کو چھوڑ دیا، آپ سے الگ ہوگیا۔ سوائے پانچ آدمیوں کے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں رہا، جیسا کہ پیچھے اس روایت کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اسی جیسی ایک روایت فضل بن شاذان نے بھی بیان کی ہے۔ ❷

جعفر بن باقر رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق پانچ بھی نہیں، صرف تین آدمی تھے۔ کہتے ہیں:

''حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین آدمیوں کے علاوہ تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ وہ تین آدمی، ابوخالد کابلی، یحییٰ بن ام الطّویل، جبیر بن مطعم ہیں۔ یونس نے حمزہ سے اس جیسی ایک روایت نقل کی ہے اور اس میں جابر بن عبداللہ انصاری کا نام بھی لیا ہے۔'' ❸

جہاں تک محمد باقر رحمہ اللہ کا تعلق ہے، وہ شیعہ سے اس حد تک مایوس تھے کہ کہنے لگے:

''اگر سب کے سب لوگ بھی ہمارے گروہ میں آ جاتے تو ان میں سے تین چوتھائی شک کرنے والے، اور ایک چوتھائی احمق ہوتے۔'' ❹

جعفر رحمہ اللہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے والد باقر رحمہ اللہ کے ساتھ شیعہ میں سے صرف چار یا پانچ آدمی مخلص تھے، کہتے ہیں:

''جب خدا لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا تھا تو ان کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے بھی اس تکلیف کو دور کردیا جاتا تھا۔ وہ زندہ ہوں یا مردہ، میرے گروہ کے ستارے ہیں۔ انہوں نے میرے والد کی یاد کو زندہ رکھا، انہی کی وجہ سے خدا نے ہر بدعت دور کردی، انہوں نے اس دین کو باطل پرستوں کی ہر نئی چیز اور انتہا پسندوں کی تاویل سے پاک کردیا۔ اس کے بعد آپ رونے لگے، میں نے

---

❶ "رجال الکشی" ص ۱۱۱۔
❷ ایضاً ص ۱۱۳۔
❸ ایضاً ص ۱۱۳۔
❹ ایضاً ص ۷۹۔

پوچھا: وہ کون تھے؟ آپ نے کہا، زندہ ہوں یا مردہ ان پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں، وہ برید عجلی، زرارہ، ابوبصیر اور محمد بن مسلم تھے۔" ❶

جہاں تک باقر رحمہ اللہ کا تعلق ہے، وہ ان چاروں پر بھی بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ہشام بن سالم نے زرارہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے کہا ہے۔ میں نے ابوجعفر سے حکام کے عطیوں کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا:

"اس میں کوئی حرج نہیں، اس کے بعد کہا اصل میں مجھے خطرہ تھا کہ ہشام میری شکایت نہ کردے۔ میرے نزدیک حکام کے عطیے حرام ہیں۔" ❷

وہ کیسے لوگ تھے؟ یہ بھی ہمیں جعفر بتاتے ہیں، مسمع نے روایت بیان کی ہے کہ اس نے ابوعبداللہ کو کہتے سنا ہے:

"خدا برید پر لعنت کرے، خدا زرارہ پر لعنت کرے۔" ❸

ابوبصیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ "کتے ٹانگیں اٹھا کر ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کیا کرتے تھے۔" ❹

جعفر بن باقر اپنے گروہ کی شکایت یہ کہہ کر کیا کرتے تھے کہ:

"خدا کی قسم! اگر تم میں سے تین مومن آدمی بھی مجھے مل جاتے جو میری بات کو چھپاتے، تو میں ان سے کوئی بات بھی چھپانا جائز نہ سمجھتا۔" ❺

اسی لیے آپ کے ایک مرید عبداللہ بن یعفور نے آپ سے کہا، جیسا کہ وہ خود بیان کر رہا ہے کہ:

"میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہا، میں لوگوں سے ملتا رہتا ہوں، میری حیرت بڑھ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو آپ سے دوستی نہیں رکھتے، وہ

---

❶ "رجال الكشي" ص ١٢٤.
❷ ايضاً ص ١٤٠.
❸ ايضاً ص ١٣٤.
❹ ايضاً ص ١٥٥.
❺ "الاصول من الكافي" ج ١ ص ٤٩٦ مطبوعه هند.

امانتدار سچے اور وفادار ہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ سے دوستی رکھتے ہیں، وہ نہ امانتدار ہیں، نہ وفادار اور نہ سچے۔'' ❶

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ کے نزدیک پوری قوم شیعہ مشکوک تھی، اسی لیے آپ ہر ایک کو مختلف فتوے دیا کرتے تھے تا کہ وہ مخالفین اور دشمنوں تک نہ پہنچا دیں، پیچھے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

آپ اکثر کہا کرتے تھے:

''مجھے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا، جو میری وصیت قبول کرے اور میرا حکم مانے، سوائے عبداللہ بن یعفور کے۔'' ❷

ایک دفعہ آپ نے شیعہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم لوگوں کو میرے خلاف اکساتے ہو؟ خدا کی قسم! مجھے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو میری اطاعت کرتا اور میری بات قبول کرتا سوائے ایک آدمی کے، وہ ہے عبداللہ بن یعفور، میں نے اسے حکم دیا، وصیت کی، اس نے میرے حکم کی اتباع کی، میری بات پر عمل کیا۔'' ❸

آپ کے بیٹے موسیٰ نے ان لوگوں کی جو تعریف بیان کی ہے، ان کی حقیقت جاننے کے لیے اس سے زیادہ جامع و مانع تعریف نہیں کی جاسکتی، اس لیے ہم اسی پر اپنی بات ختم کرتے ہیں، آپ نے کہا:

''اگر میرے شیعہ میں مجھے کوئی ممتاز وصف معلوم ہوا ہے، تو یہ کہ: اگر میں نے ان کا امتحان لیا تو انہیں مرتد پایا، انہیں آزمایا تو ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہیں تھا، اگر انہیں چھلنی میں چھانا ہے تو میرے پاس جو تھا اس کے سوا ایک بھی نہیں بچا، عرصہ گزر گیا ہے کہ وہ لوگ تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم

---

❶ ''الاصول من الکافی'' ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ طھران۔

❷ ''رجال الکشی'' ص ۲۱۳۔ ❸ ایضاً ص ۲۱۵۔

شیعانِ علی ہیں۔''[1]

یہ ہیں علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت اور یہ ان کے خیالات و اقوال ہیں ان لوگوں کے بارے میں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم شیعہ اہل بیت ہیں، اہل بیت کے پیرو اور ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اہل بیت انَ لوگوں کے لیے تباہی و بربادی کی دعا کر رہے ہیں، ان پر لعنت پھٹکار بھیج رہے ہیں، اہل بیت نے ان لوگوں کی حقیقت، اور جو کچھ ان کے بارے میں ان کے سینوں میں چھپا ہے، سب کھول کھول کر بتا دیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہل بیت نے ان پر لعنتیں بھیجیں اور ان سے اپنی برأت کا اظہار کیا ہے، لیکن ہم اسی پر بس کر رہے ہیں۔ جو آدمی صحیح بات اور ہدایت کا راستہ معلوم کرنا چاہے، اس کے لیے اس قدر کافی ہے۔ ہم نے شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے یہ حقیقت بیان کردی ہے کہ یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے اہل بیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے متعلق اپنے سینوں میں کیا چھپائے بیٹھے ہیں؟ ہم نے مسئلہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان کردیا ہے، کوئی ہے عقل والا جو سمجھے؟ کوئی آنکھوں والا ہے جو دیکھے؟؟

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴾

''بے شک اس میں اہل دل کے لیے اور غور سے سننے والوں کے لیے نصیحت ہے!''

میں اللہ سے دعا مانگوں: ((اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه)) ''اے اللہ ہمیں حق کو پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو پہچاننے اور اس سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرما۔''

وہی ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے! علیه توکلت والیه انیب!

[1] ''الروضۃ من الکافی'' ج ۸ ص ۲۲۸۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و مصنف کو تمام مسلمانوں کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا دفاع کرنے پر اجر عظیم عطا فرمائے، رحمت خداوندی سے کیا بعید ہے، اگر مترجم و محقق کی اس حقیر کاوش کو بھی شرفِ قبولیت سے نواز دے!